دیوان محب

طبعزاد

خادم نسوان محب حسین مدیر رسالہ معلم نسوان

و مترجم کتب امیر علی ٹھگ پہلا جرم وغیرہ وغیرہ

سنہ ۱۹۰۳ء

باہتمام محمد ابراہیم خان اکبرآبادی

مطبع شمسی حیدرآباد دکن میں چھپا

نذر

مین اپنی اس ناچیز تصنیف کو ایک معزز مسلمان پردہ نشین خاتون کی خدمت
مین بغرض نذر پیش کرتا ہون جن کے علم و فضل اور مذاق فلسفی کو مین بڑی عزت
کی نظر سے دیکھتا ہون - اُمید ہے کہ یہ معزز خاتون اپنی لیاقت اور علم
سے کبھی اپنی مسلمان بہنون کو فائدہ پہنچائین گی - اور اپنی قوم کی مستورات
کے لئے وہ اپنے آپ کو بطور ایک اعلےٰ نمونہ کے پیش کرین گی -

خادم نسوان

محب حسین

غزل کے لغوی معنی عورتوں سے عشق اور باتیں کرنے کے ہیں اور اصطلاحی
معنی یہ ہیں کہ غزل میں معشوق کا حسن وعشق - اسکے خال وخد کی تعریف - وصل کی خوشی -
ہجر کا رنج وغم - اسکے جور وجفا - ناز وانداز - اسکی بےپروائی اور بےرحمی - اسکی مے نوشی
اور عاشق کی آوارگی - شوریدہ سری - فلک کج رفتار کے ظلم وستم اور مفارقت یار کے
رنج والم بیان کئے جاتے ہیں - یہ ہیں لغوی اور اصطلاحی معنی غزل کے جسکے مطابق آجکل
تقریباً تمام اردو کے دیوان لکھے جاتے ہیں اور شعراے ہند غزل کا یہی موضوع سمجھے ہیں
گو ابتدائی زمانے میں جبکہ غزل کا رواج شروع ہوا ہوگا شاید غزل عورتوں کے
حسن وعشق ہی میں محدود رہی ہوگی - مگر فارسی اساتذہ کے دواوین کے مطالعہ سے
معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ دراز سے غزل میں ہر قسم کے مضامین (فلسفیانہ - نصیحتانہ -
اخلاقانہ - عبرت انگیز وغیرہ) باندھے جاتے ہیں اور اردو کے بعض مستند شاعروں کے
پاکیزہ کلام میں بھی ہر رنگ کا شعر پایا جاتا ہے - بعض شعرا نے تو غزل کو اپنے اپنے
مذاق خاص کے لئے مخصوص کرلیا ہے - چنانچہ میر انیس اور مرزا دبیر نے غزل ہی کا

نام سلام رکھہ کر اس میں واقع کربلا کے متعلق ہر طرح کے درد انگیز اور رقت خیز مضامین باندہے ہیں۔ اہل معرفت یعنی صوفیائے کرام نے بھی غزل ہی کو اپنے وجد میں لانے والے خیالی اور ربانی مضامین کے لئے منتخب فرمایا ہے اور اسی میں بجائے عورت کے اس معشوق حقیقی کے مختلف جلوون اور رنگون کو ظاہر کیا ہے جو دنیا کی ہر چیز مین جلوہ گر ہے ہمارے اس زمانے کے مشہور جدید طرز کے شاعر جناب مولانا الطاف حسین حالی نے بھی غزلون ہی کے ذریعہ سے اپنے دیوان مین اکثر تمدنی خرابیون کی سچی تصویر کھینچی ہے اور قوم کی محبت اور ہمدردی کی طرف ترغیب و تحریص دلائی ہے ان تمام واقعات پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ غزل کا دائرہ بہت وسیع ہے اور اس میں ہر قسم کے مضامین باندہے جا سکتے ہیں مگر افسوس ہے کہ اس وسیع دائرے کو اس زمانے کے اردو شاعرون نے بہت ہی تنگ کر دیا ہے اور وہ غزل کو صرف عورتون کے حسن و عشق ہی کے لئے مخصوص جانتے ہیں اور وصل و ہجر کے مضامین کے سوا اور دنیا کی کسی اور حسین چیز کو چشم بصیرت سے نہیں دیکھتے یہاں پر ہم افسوس کے ساتھہ اسبات کو ظاہر کئے بغیر رہ نہیں سکتے کہ اس زمانے کے بعض اردو شاعرون کے عشقیہ مضامین فحش کی حد تک بھی پہونچ گئے ہیں جنہیں عورتین تو درکنار مہذب مرد بھی پڑھنا گوارہ نہیں کرتے۔ اے کاش ان نامہذب خیالات کی اشاعت کے بجائے اگر کوئی مفید قومی خیالات شایع کئے جاتے تو اس شاعری سے کیا کچھہ فائدہ ملک و ملت کو حاصل نہ ہوتا۔ اور نوجوانون مین عورتون کے عشق کی بجائے بہت کچھہ محبت قوم و ملک جوش زن ہوتی۔

غزل کے وسیع دائرے کے خیال سے مینے اپنے ناچیز خیالات کو [illegible]

عورتوں کے حسن وعشق سے کوئی تعلق نہیں۔ غزلوں کے ذریعہ سے ظاہر کرنے کی جرأت کی ہے۔ اگرچہ یہی شاعری کے موضوع عام کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا ہے مگر بجائے عورتوں کے حسن وعشق، خط وخال اور وصل وہجر کے عوض ان کی مخصوص مصیبتوں اور لاعلاج دردوں کو بیان کیا ہے اور بجائے عشق کے جذبات کے ان کے ساتھ ہمدردی اور غمخواری کے جذبات کو دکھایا ہے اور اُنکے رنجوں اور تکلیفوں کی سچی تصویر اس غرض سے کھینچی ہے کہ ان مظلومات ہند کی حالت زار پہ لوگوں کو رحم آئے اور وہ بلائے قید دوام سے رہائی پائیں۔

یہاں پہ ہمارے سنجیدہ دوست یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ جب تک دنیا میں یہ مرد اور عورتیں موجود ہیں۔ اسوقت تک یہ حسن وعشق کے جذبات بھی پائے جائیں گے۔ اور ان کے بیان سے انسان کو ایک خاص دلچسپی اور لذت حاصل ہوتی رہے گی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ غزل کا موجودہ عشقیہ مذاق بنظر حقارت دیکھا جاتا ہے۔ اس اعتراض کا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ واقعی ایسا ہی ہے۔ مگر عشق ایک حیوانی جذبہ ہے جو انسانوں کی بہ نسبت حیوانوں میں زیادہ پایا جاتا ہے اور جن انسانوں میں جس قدر عقل کی کمی ہوتی ہے۔ اسی قدر ان میں یہ عشق اور دوسرے حیوانی جذبات (غصہ خوف۔ بغض حسد وغیرہ) زیادہ پائے جاتے ہیں۔ برخلاف اسکے جن انسانوں میں عقل اور قوائے ادراکی وملکوتی زوردار ہوتے ہیں ان میں عشق کا تو نام بھی پایا نہیں جاتا اور دوسرے قوائے حیوانی اور خواہشات نفسانی بھی نہایت کمزوری کی حالت میں دیکھے جاتے ہیں کیونکہ قوائے عقلی وحیوانی میں ایک عام مخالفت ہے۔ ایک کی زیادتی سے دوسرے کی کمی لازم آتی ہے علاوہ ازیں انسان میں سب سے پہلے قوائے حیوانی ظاہر ہوتے ہیں اور خود

بخود بغیر کسی اکتساب کے ترقی کرتے ہین۔ برخلاف اسکے قواے عقلی محتاج تعلیم واکتساب ہین بدقسمتی سے جن اشخاص کو تعلیم وتربیت نصیب نہین ہوتی اور جن کے خودرو قواے حیوانی بے روک ٹوک چھوڑ دئے جاتے ہین ان مین قواے عقلی اور ملکوتی (فکر، رحم وکرم وغیرہ) بہت کمزور ہوتے ہین۔ اور ایسے انسان حیوانون سے بھی زیادہ پست اور حقیر بلکہ مضر خلائق بھی ہوتے ہین۔

ان عام واقعات سے جنہین ہرایک فرد بشر بذات خود مشاہدہ اور تجربہ کرسکتا ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابتداے زمانہ ہی سے انسانون کے قواے عقلیہ کے ابھارنے اور قواے حیوانیہ کے دبانے اور روکنے کی سخت ضرورت ہے۔ برخلاف اس کے اگر کسی ملک یا قوم مین انسان کے جذبات شہوانی اور قواے حیوانی اشتعال انگیز شاعری اور عشق خیز ناولون اور فسانون کے ذریعہ سے ابھارے جائین گے اور انکے قواے عقلی کی ترقی کا کوئی وسیلہ موجود نہ ہوگا۔ تو ضرور وہان کے انسان حیوانی افعال اور شیطانی حرکات مین مبتلا ہوجائین گے۔ اور رات دن فسق وفجور کا بازار گرم رہے گا برائیان اور بدخلقیان محبوب سمجھی جائین گی اور نیکون اور خوش خلقیون کو کوئی آنکھ اٹھاکر بھی نہ دیکھے گا۔ ہر شخص کی غایت زندگی صرف حصول لذائذ حیوانی ہوگی اور تمدن اور اخلاق کا وہ سلسلہ جسکے رشتہ مین ایک قوم یا ملک کے آدمی بندھے ہوتے ہین ٹوٹ جائے گا اور پھر بربادی ملک وقوم اس کا لازمی نتیجہ ہے اخلاق اور اعمال کی تباہی سے انسان حیوانون سے بھی زیادہ پست اور حقیر بنجاتے ہین اور پھر وہ ان قومون کے شکار بن جاتے ہین جو ان سے قواے عقلی اور تہذیب اخلاق مین زیادہ ہوتی ہین۔ او اسکا لازمی نتیجہ ابدی غلامی اور زوال نعمت آزادی ہوتا ہے جو ہر ایک جاندار کا فطری

حق ہے ۔

ہمارے اس خیال پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ آجکل کی ترقی یافتہ مہذب قومون مین بھی تو عشقیہ نظمین اور ناولین شایع ہوتی ہین پھر وہان کیون نہین یہ خطرناک نتیجے پیدا ہوتے ہین تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہان حسن وعشق کی ناولون اور عشقیہ نظمون کے لکھنے سے عامہ خلائق کو کوئی نہ کوئی فائدہ پہنچایا جاتا ہے اور انکے لکھنے کی غرض کسی برائی کا دفع کرنا اور لوگون کو اس سے نفرت دلانا ہوتی ہے ۔ کوئی نظم تو اس غرض سے لکھی جاتی ہے کہ مفلسون کی تباہ حالت درست کیجائے اور کسیکا مقصود یہ ہوتا ہے کہ امرا کے اخلاق رذیلہ کی اصلاح ہو اور سوسائٹی مین عیب بڑھنے نہ پائین ۔ الغرض وہان جذبات حیوانی اسطرح سے بیان کئے جاتے ہین کہ جس سے بعوض کسی اشتعال وتحریک کے خود انہین جذبات سے انسان کو تنفر پیدا ہو ۔ کیونکہ ہر قسم کے علم سے انسان کو فائدہ ہی حاصل ہوتا ہے اور ہر طرح کے واقعات سے دنیا کو نفع پہونچتا ہے ۔ جب کوئی برا فعل اسطرح سے بیان کیا جائے گا کہ وہ برا ہے تو ضرور اسکے سننے یا پڑھنے سے انسان کو فائدہ پہنچے گا اور وہ اس برائی سے خبردار ہوکر اس سے محفوظ رہے گا ۔ اس موقع پر سعدی صاحب کا یہ جملہ بھی یہان لکھنے کے لایق ہے اور کیا خوب کہا ہے کہ "ادب از کے آموختی ؟ گفت از بے ادبان" برخلاف اسکے ہماری عشقیہ شاعری اور ناولون مین اکثر حیوانی جذبات کو صرف اشتعال انگیز پیرایہ مین بیان کیا جاتا ہے جس سے بعوض کسی اخلاقی فائدہ کے لوگون کو ایک قسم کی مضرت پہنچتی ہے اور نوجوانون کے قوائے حیوانیہ مین ایک جوش اور ابھار پیدا ہوتا ہے ۔ دیوانون کی اکثر غزلون کا یہ اثر دیکھا گیا ہے کہ انکے پڑھنے والے نوجوان اشخاص کسبیون پر عاشق ہوجاتے

ہین اور اپنی زندگی کو برباد کر دیتے ہین۔ عورتون کے عشق اور عاشقون کی شوریدہ سری
اور دیوانگی کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے لگتے ہین اور بالآخر خود اس بلا مین مبتلا ہو جاتے
ہین۔ یہ ہین نتیجے دونون ملکون کی شاعری کے جنہین ہمنے یہان بیان کیا۔

ہم یہ نہین کہتے ہین کہ آجکل کے تمام اردو شاعرون کا کلام جذبات حیوانی کو مشتعل
کرنیوالا ہے۔ مگر بعض شاعرون کی غزلون کا یہ اثر تو مسلم مانا گیا ہے اگر ہمارے ملک
کے کہنہ مشق شاعر اس عشقیہ شاعری کا صرف تہوڑا سا پہلو بدل دیتے اور لوگون کے
اخلاقی فائدہ کا لحاظ رکہتے تو اس سے ہماری قوم کو کیا کچہہ فائدے نہ پہنچتے انہین چاہئے
تہا کہ اپنی پاکیزہ نظمون کے وسیلے سے اہل ہند کے اخلاق وعادات درست کرتے
بہت سی تکلیف دہ رسمون کو اوٹہاتے اور انسانی تمدن کو اپنے بیبہا کلام سے
مختلف قیمتی فائدے پہنچاتے۔

تہذیب ومتانت کے ساتہہ عورتون کے حسن وجمال کو بیان کرنا اور حیوانی جذبات
کو دکہانا کوئی بری بات نہین بشرطیکہ اس سے اخلاق پر اچہا اثر پڑتا ہو۔ اور عامہ خلایق کو
کوئی فائدہ بہی پہنچتا ہو یا عشق کے جذبات انسانی فطرت پر روشنی ڈالنے کے لئے دکہائے جاتے۔
مگر افسوس کے ساتہہ یہان اس بات کا اظہار کیا جاتا ہے کہ اس زمانے مین اکثر
اردو زبان کے شاعر عورتون کے حسن جمال عشق۔ وصل وہجر کے بیان مین امور مذکورہ بالا
کو ملحوظ نہین رکہتے اور تہذیب وشایستگی کی حد سے گذر جاتے ہین اور بعض اوقات
تو بیچاری عورتون کی ننگی تصویرین مشاعرون کے جلسون مین سب کے سامنے لاکر کہڑی
کر دی جاتی ہین جس سے بعض نو مہذب اور نئی روشنی کے تعلیم یافتہ اشخاص اس
شاعری ہی سے نفرت کرنے لگے ہین۔ اور اپنے مشاعرون مین جانے اور ایسی غزلون

کے سننے اور پڑھنے سے اجتناب کرتے ہین۔ اس عام نفرت کا ثبوت ہمین مندرجہ ذیل واقعات سے بخوبی ہوتا ہے اور وہ یہ ہین۔

(۱) گذشتہ زمانے کی بہ نسبت اب شاعر بہت ہی کم ہوتے ہین اور مہذب اور لایق اشخاص ان مین بہت ہی کم جاتے ہین۔

(۲) گلدستون کی اشاعت روز بروز کم ہوتی جاتی ہے۔ اور ان کے خریدارون کی اسقدر کمی ہے کہ وہ بہت ہی قلیل عرصہ کے بعد بند ہو جاتے ہین۔

(۳) ان مقبول دیوانون کے سوا جن کی غزلین کسبیون اور قوالون کے کار آمد ہین اور کوئی نئے طبع شدہ دیوان فروخت نہین ہوتے۔ اور انکے لکھنے والے گمنامی اور کس مپرسی کی حالت مین پڑے رہتے ہین۔

(۴) عام طور پر اس زمانے مین لایق اشخاص اردو کی غزلون کو آنکھ اوٹھا کر بھی نہین دیکھتے اور بجز چند مشہور و معروف شاعرون کے اور کسی کا کلام فروخت نہین ہوتا۔ گو وہ کیسا ہی اچھا کیون نہو۔

شاعری، موسیقی اور مصوری فنون لطیفہ ہین اور جب تک انسانی سوسائٹی دنیا مین قایم ہے ان چیزون کا بھی کم و بیش مذاق باقی رہے گا۔ شاعری بہ نفسہ عمدہ چیز ہے اگر سوء استعمال کی وجہ سے وہ قابل نفرت نہ بنا دی جائے اس زمانہ مین جبکہ مغربی خیالات نے ہندوستان مین ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہے اردو کی شاعری مین بھی ایک بین تبدیلی نظر آتی ہے۔ اب پرانی ایشیائی شاعری متروک اور اسکی جگہ مغربی شاعری قایم ہوتی جاتی ہے اور شاعرون کے مذاق مین بھی بہت کچھ فرق آگیا ہے۔ اکثر اردو شاعر اب صاف صاف عورتون کی برہنہ تصویر اپنی غزلون

مین کہینچا معیوب سمجہنے لگے ہین اور اُنکے کلام مین متانت اور سنجیدگی بڑہتی جاتی ہے۔ امید ہے کہ ہندوستان مین جسقدر تعلیم عام ہوتی جائے گی اور مغربی خیالات پھیلتے جائین گے اسیقدر عام مذاق شاعری مین بہی اصلاح ہوتی جائے گی۔ اور اسکا ثبوت یہ ہے کہ اب اخبارون اور رسالون مین پرانی گندی غزلون کے عوض مفید قوم اور پاکیزہ نظمین شایع ہونے لگی ہین۔ جو اخلاق و تمدن کو بہت کچہہ فایدہ پہنچائین گی اور جن سے بتدریج قوم کا موجودہ مذاق شاعری بہی پاکیزہ ہوجائے گا۔

لیکن جو انقلاب موجودہ اردو کی شاعری مین مغربی تعلیم کے اثرات سے پیدا ہورہا ہے اس کا دہ رخ بہی ہمین انصاف کے ساتہہ دکہانا چاہیئے جسنے قدیم ایشائی طرز بیان کو جو یورپ کے طرز بیان سے بہت ہی زیادہ بلند پایہ تہا بہت کچہہ نقصان پہونچایا ہے ہم افسوس کے ساتہہ یہ کہہ سکتے ہین کہ اس زمانہ مین اہل یورپ کی تقلید بہت کچہہ بے سوچے سمجہے کی جارہی ہے اور ہماری شاعری کا وہ قدیم طرز بیان جو صدیون کی جانفشانی اور عرق ریزی کے بعد ہمارے پرانے عربی اور فارسی شاعرون نے پیدا کیا تہا برباد کیا جارہا ہے اور اسکی جگہہ آنکہین بند کرکے وہ نامطبوع۔ روکہا پہیکا اوٹپٹانگ بہچہڑی والا مذاق قایم ہورہا ہے جو نئی شاعری کے نام سے موسوم ہے اسمین کوئی کلام نہین کہ ایشیائی شاعری کا طرز بیان یوروپ کی شاعری کے طرز بیان سے زیادہ دلچسپ بلند تر اور ہماری طبیعتون کے مناسب ہے۔ یہ سراسر حماقت ہے کہ کوئی شخص اپنے باغ مین سے اپنے وطنی گلاب کے خوشنما اور خوشبودار درختون کو تو اکہاڑ کر پہینک دے اور ان کی جگہ دوسرے ملک کے ادنی درجہ کے کروٹن اور جنگلی گہاس پہوس کے درخت لگائے محض اندہی تقلید ہمیشہ ہر ایک فن کو مضرت پہونچاتی ہے اور یہہ

اسی اندھی تقلید کا نتیجہ ہے کہ عمدہ طرز بیان اور بندشوں کے اعتبار سے اب ہماری شاعری تنزل کر رہی ہے اور اپنے اس پرانے قابل فخر طرز بیان کو خراب کر رہی جاتی ہے جو اس لایق تھا کہ اہل یورپ کے شاعر اس کی تقلید کرتے۔

کسی خاص طرز بیان کو برسوں کی محنت میں کوئی خاص ملک اور سوسائٹی پیدا کرتی ہے جو اس ملک و قوم کے لیئے مطبوع و موزون ہو جاتا ہے۔ برخلاف اسکے ہر ایک جدید طرز بیان مدتوں تک لوگوں کی طبیعتوں کو اجنبی اور ناپسندیدہ رہتا ہے۔ ایک ہند کے آدمی کو جو اپنے ملک کے گانے بجانے میں لطف آتا ہے وہ یورپ کے باجوں اور گانے سے ہرگز نہیں حاصل ہوتا۔ حالانکہ اب یوروپ کا علم موسیقی بہت کچھ ترقی کر گیا ہے۔ اسی طرح ایشیائی شاعری کا طرز بیان ہمارے طبایع کو واقعی نہایت ہی خوشگوار اور یوروپ کی شاعری کا طرز بیان بہت کچھ ناگوار ہے۔

اسی خیال سے ہم نے قدیم ایشیائی طرز بیان کو قایم رکھا ہے اور اس قدیم رنگ میں جدید مغربی خیالات کو رنگنے کی کوشش کی ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ ہم اس کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں اس کا تصفیہ ہمارے ناظرین کے ذمہ ہے۔

اس دیوان میں جسکی اشاعت کی تحریک ہمارے فرزند صادق حسین کی جانب سے عمل میں آئی ہے۔ اکثر وہی پرانی غزلیں ہیں جو وقتاً فوقتاً رسالہ معلم نسواں میں شایع ہو چکی ہیں۔ مگر اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ نظر ثانی سے وہ بہت کچھ نئی ہو گئی ہیں۔

ان کے سوا بہت سی غزلیں جدید بھی ہیں جو ابھی تک شایع نہیں ہوئی ہیں۔ ان غزلوں کے لکھنے میں ہمیشہ یہی ہماری کوشش رہی ہے کہ عمدہ عمدہ کارآمد نئے مضامین صاف اردو زبان میں باندھے جائیں اور نظم کی شیرینی سے وعظ و پند کی تلخی

جاتی رہے۔ چونکہ ہماری پہلی تصنیف یعنی رباعیات محب پر اکثر اخبارون اور رسالون نے ریویو لکھے تھے اور ہمارے کلام کی داد توقع سے زیادہ دی تھی جس کا ہم شکریہ ادا کرتے ہین اور بالاتفاق ہماری اس نئے رنگ کی شاعری کو مفید ملک وملت بتایا تھا۔ اس لیے ہمین اس دیوان کی اشاعت کی اور بہی جرءت ہوئی اور اگرچہ کہ مالی نقصان نے ہمت کو پست کر دیا تہا۔ لیکن اس خیال نے پھر ہماری ہمت بندھائی کہ ملک وملت کی سچی خدمت وہی ہے جسکا کوئی صلہ نہ ملے اور سچا خادم قوم وہی ہے جو محض انسانی ہمدردی کی غرض سے اپنا فرض منصبی بجالائے۔ واقعی امر یہہ ہے کہ اسی ایک خیال نے ہمین ہر ایک مشکل کے وقت مدد دی ہے اور ہماری گرتی ہوئی ہمت کو سنبھالا ہے۔

خاتمہ کلام پر ہم اپنے دونون صنف کے ناظرین علی الخصوص عورتون سے یہہ امید رکھتے ہین کہ اگر اس دیوان کے پڑہنے سے انہین کوئی فائدہ حاصل ہو تو وہ راقم کو دعائے خیر سے یاد کرین۔

راقم

محب حسین

مدیر معلم نسوان۔ گوشہ محل حیدرآباد دکن

المرقوم ۱۸۔ مارچ سنہ ۱۹۰۳ء و ۱۸ ذولحجہ سنہ ۱۳۲۰ھ

۲۸۶

کس جا نہیں ظہور ہمارے حضور کا / جلوہ ہر ایک گاہ مین ہے کوہ طور کا

ہستی سے دم کے دم ہی مین پہنچے عدم مین ہم / دھڑکا بہت تھا فکر فنا کے عبور کا

جز سنگ و خشت دیر و حرم مین دھرا ہے کیا / دل ہی تو ہے مقام خدا کے ظہور کا

واعظ عبث دکھاتا ہے جنت کے سبز باغ / طالب نہیں خدا سے مین غلمان و حور کا

دل جلوہ گاہ یار ہے موسی بھی دیکھ لیتے / آتش فشان پہاڑ نہیں ہے یہ طور کا

تقلید چھوڑ عقل کے میدان مین رکھ قدم / نزدیک ہے یہ راہ وہ رستہ ہے دور کا

ظن قابل زدن ہے یہ کہتے ہین نا سمجھ / ہرگز نہیں خیال یہ اہل شعور کا

دانا ہے گر تو کر کوئی دنیا مین کار خیر / نادان خیال خام ہے جنت قصور کا

بے شر رہے بشر کہ ہے اولاد بو البشر / شیطان کی نسل خاص ہے پیدا شرور کا

لازم ہے ہر بشر کو کرے شر سے اجتناب / انجام ہی برا ہے حسد کا فتور کا

عاقل ہے گر تو سر نہ اوٹھانا بہ پیر چرخ / کھاتا ہے ٹھوکرین تو یہی سر غرور کا

غافل نہ اتنا نشۂ دولت میں مست ہو ۔۔۔ چڑھ کر اوتار ہی تو بُرا ہے سرور کا

قطعہ

کیوں آدمی سے ریچھ بنا ہی یہ شیخ آج ۔۔۔ ریش دراز اُس پہ یہ جبّہ سمور کا

کیسی کھلی ہے باغ میں شفاف چاندنی ۔۔۔ ہر شاخ و برگ و گل نظر آتا ہے نور کا

یہ صبح یہ چمن یہ سحر کی ہوا ہے سرد ۔۔۔ پھولوں کی یہ مہک یہ چہکنا طیور کا

کیا سو رہے ہو سبزۂ خوابیدہ کی روش

اُٹھو محب یہ دیکھو تو عالم ہے نور کا

یورپ نے لے لیا ہے جو ٹھیکا شراب کا ۔۔۔ کیونکر بہے نہ ہند میں دریا شراب کا

چھوٹینگی اب نہ منہ سے برانڈی کی بوتلیں ۔۔۔ تہذیب نے سکھایا ہے پینا شراب کا

کیونکر نہ ہندیوں کے جگر چھلکے ہوں کباب ۔۔۔ بھڑکا ہے گرم ملک میں شعلہ شراب کا

پیکر شراب خوش تو ہیں لیکن رہے یہ یاد ۔۔۔ کچھ زہر کا ہے جام پیالہ شراب کا

اوّل جو ہے سرور تو آخر میں ہے خمار ۔۔۔ ہشیار خوفناک ہے دھوکا شراب کا

پیتے نہیں ہیں دیکھتے ہیں دل کی آنکھ سے ۔۔۔ رندوں کی محفلوں میں تماشہ شراب کا

حور و طہور دونوں کے بوتیں گے ہم مزے ۔۔۔ جنت میں تو حلال ہے پینا شراب کا

اللہ رے حرص مے کہ لنڈھاتے ہیں خم کے خم ۔۔۔ یہ پیٹ آپ کا ہے کہ پیپا شراب کا

کس شان سے نکلتے ہیں شاہوں سے نوجوان ۔۔۔ منہ میں چرٹ ہے ہاتھ میں شیشہ شراب کا

واعظ بہت نہ کیجئے وصف مئے طہور ۔۔۔ پڑ جائے آپکو کبھی نہ چسکا شراب کا

شربت ہے نمپ سے تو ہے آب خون زر ۔۔۔ پھر کیوں نہ ہو حرام یہ پینا شراب کا

عقل و خرد کے ساتھ گئی عزت آبرو ۔۔۔ کیوں میکشو یہ دیکھا نتیجہ شراب کا

کیا زہر کو سمجھتے ہیں امرت یہ ناسمجھ ۔۔۔ کچھ عقل ہو تو کھائیں نہ دھوکا شراب کا

موقوف میکشی ہو تجارت ہو مے کی بند — یارب بلے نہ ہند مین قطرہ شراب کا
صحت گئی حواس گئے اور زر گیا ۱۳ — یارون نے خوب لطف اوٹھایا شراب کا

تہوڑی سی پیکے تم تو محب ناچنے لگے
پینا بھی پہچکے تم کو نہ آیا شراب کا

ہوا سوز دل آشکارا ہمارا — بھڑکنے لگا ہے شرارا ہمارا
حکومت ہے باقی نہ ہی علم و دولت — کہو کسطرح ہو گذارا ہمارا
نہ کپڑا ہے تن پر نہ کہانے کو روٹی — کرین اہل عبرت نظارا ہمارا
تجارت صناعت زراعت سی نفرت — فقط نوکری ہے سہارا ہمارا
بدن زرد دل سرد خاطر پریشان — ذرا حال دیکھو خدارا ہمارا
درندون کے ساری خصائل ہین ہم مین — مناسب ہے سب سے کنارا ہمارا
حمیت نہین کچھ تمہین اہل دولت — کرو کچھ تو چارا خدارا ہمارا
ادہر خواب غفلت مین سوتے رہے ہم — اُدہر جاہ و منصب سدہارا ہمارا
کہان وہ عروج اور اقبال و دولت — لب بام ہے اب ستارا ہمارا
ہمین تھے کبہی ساری دنیا کی مالک — ابھی تک نہ تا نیو ابھرا ہمارا
نہ دنیا سنبھالی نہ کام آے دین کے — گیا وقت بیکار سارا ہمارا
رہا ہی نہین دل مین کچہہ درد انسان — کلیجہ ہوا سنگ خارا ہمارا
معالج سے نفرت دوا سے تنفر — کرے چارہ گر کیا کب چارا ہمارا
گھرون مین مقید ہین سب بے جرم نسوان ۲ — اسی غم سے ہے دل بنے دو پارا ہمارا
کہان تک سنین بیوگان کی مصیبت ۱۰ — جگر ہو گیا پارا پارا ہمارا

یہ ہندو ہی گر ہوں گو رنز تو کیا ڈر　　قطعہ　　نہیں اس میں کوئی خسارا ہمارا
حسد سے ہوں کیوں ہم کسی کی مخالف　　خدا دے کسی کو اجارا ہمارا
مخالف ہوں مذہب میں گو لاکھ ہم تم　　وطن ایک ہے پر تمہارا ہمارا
ہماری اطاعت میں گر کوئی شک ہو　　کرو امتحان پھر دوبارہ ہمارا
لحد میں بھی کام آئے گا داغ حسرت　　اندھیرے میں چمکے گا تارا ہمارا
یہ کہتے ہیں رو رو کے اہل زراعت　　بہت کر دیا سخت دہارا ہمارا

نگان

محبت جو رکھتا ہے ہندوستان سے
وہی ہے محب اور پیارا ہمارا

نہ پہنو ہرگز زنانے کپڑے جو عورتوں کے لیئے ہیں زیبا
زنانہ پن ہے جو مرد پہنیں زری کا جامہ چکن کا کرتا
لباس قومی ہو اور عمدہ مگر نہ مکڑی کا ہو وہ جالا +
نہیں ہے زیبا کہ مرد پہنیں بہت ہی نازک چمکتا کپڑا
بدن سے ملصق رہے ہمیشہ سفید یا ریک اُونی صدری
اتارو اس وقت بھی نہ اُس کو کہ جب ہو تن سے رواں پسینہ
محب اوتارو گے تم یہ صدری تو ہو گی بیشک بڑی مضرت
رہیگا تن پہ جو اونی کپڑا تو حفظ صحت کا میرا ذمہ

نہیں مد مقابل زمین کوئی ملک لندن کا　　نہیں ہم مرتبہ علم و ہنر میں کوئی جرمن کا
اثر تو دیکھیئے ہمدردی نسوان کا بعد از مرگ　　سمان جنت سے بھی دلچسپ ہی کچھ اپنے مدفن کا
حسینان چمن کی خاک بھی کیا رنگ لائی ہے　　کسی مرقد پہ نرگس ہے کہیں غنچہ ہے سوسن کا

رہا بعد فنا بھی شوقِ دیدار پردہ داروں میں ۔۔۔ وہ دیکھو جھانکتی نرگس ہی دارو زن ہی مدفن کا

رفاہِ عام کی خاطر جو لاکھوں سختیاں جھیلے ۔۔۔ خطاب ایسے بہادر کو ہے زیبا شیر افگن کا

بقائے نام ہے دنیا میں قومی خیر خواہی سے ۔۔۔ نشان باقی نہیں رہتا ہے شاہوں کی بھی مدفن کا

وہ راہِ زندگی کی گھاٹیاں وہ انکے پیچ و خم ۔۔۔ غضب تو اور یہ ہے ساتھ ہی اس نفسِ رہزن کا

نہ ہوگی حشر تک قومی ترقی ہند میں ہرگز ۔۔۔ مہیا گر نہ ہوگا آدمی ہر علم و ہر فن کا

کڑی باتیں نہ کیجیے ٹوٹ جائیگا دل شیدا ۔۔۔ یہ نازک آئینہ ہے یا کوئی ٹکڑا ہی آہن کا

کہاں وہ باغ ہیں جن میں ہجوم بلبل و گل تھا ۔۔۔ نہ گل کا ہی نشان باقی نہ بلبل کے نشیمن کا

بلا تعلیم نسواں مرد لائق ہو نہیں سکتے ۔۔۔ ازل سے تا ابد ہے ساتھ اس چولی کا دامن کا

چھپایا سات پردوں میں مگر آئی نظر باہر ۔۔۔ نگاہ شوخ پر کیا ہے اثر مژگان کی چلمن کا

محب کیا فائدہ سیکھی جو انگریزی زبان تو نے
درختوں کا نہ تجکو علم ۔ حیوان کا نہ معدن کا

نام ہونے سے بھی جو لیتے نہیں تدبیر کا ۔۔۔ کیوں گلا کرتے ہیں وہ ہر بات میں تقدیر کا

مضمحل ماؤں سے ہو سکتی ہی اولاد قوی ؟ ۔۔۔ کیا اثر ہوتا نہیں بچوں پہ ماں کے شیر کا ؟

کون کرتا ہے حکومت اس جہاں پر خیر سے ۔۔۔ یا حکومت ہی قلم کی یا اثر شمشیر کا

عقل ہو تو چھوڑ جائیں خلق میں آثار خیر ۔۔۔ ہے جنون اہل دول کو قبر کی تعمیر کا

کیوں کریں ہم خواہش سحر و فسون و نقش حب ۔۔۔ ہے کہیں اخلاق سے بہتر عمل تسخیر کا

صفحۂ ہستی سے گو مٹتی نہیں تحریر شوخ ۔۔۔ برق سے بھی تیز ہی لیکن اثر تقریر کا

ابتدائی تربیت سے کہ ہیں نتیجے نیک و بد ۔۔۔ طفل ہی استاد ہے گویا جوان و پیر کا

اُنس ہے تقریر سورما کے سامنے فوجیں ہیں گرد ۔۔۔ کام لیتا ہے زبان سے جو سنان و تیر کا

نفس کو قابو میں کر سارا جہان قابو میں ہے　　ہے جنون تجکو عبث جنّات کی تسخیر کا
ہے یہ آوازِ مقرر ایک بجلی کی کڑک　　توڑ ڈالے کوہ کو ہے وہ اثر تقریر کا
رسم کے پھندے سے ہی سے چھٹنا بہت دشوار ہے　　توڑنا آسان ہے فولاد کی زنجیر کا
کیوں نہ وقعت ہو مقرر کی مصوّر سے سوا　　ہے بہت مشکل زبان سے کھینچنا تصویر کا
کیا بھلا معلوم ہوتا ہے لبِ جو وقتِ شب　　وہ نکلنا ماہ کا وہ پھیلنا تنویر کا

لوحِ دل پر حُبِ قوم و ملک ہے کندہ محبؔ
ہے قبالہ پاس میرے خلد کی جاگیر کا

بیوہ کو وصلِ مرگ کا ارمان نہ ہو تو کیا　　دنیا میں کوئی عیش کا سامان نہو تو کیا
ریش دراز جُبّہ و تسبیح و صوم و حج　　یہ سب ہو پر صداقت و ایمان نہ ہو تو کیا
عالم ہے کیا وہ جس کے نہ اعمال نیک ہوں　　تعلیم و تربیت سے بھی انسان نہ ہو تو کیا
کس جا نہیں ہے اہلِ بصیرت کو سیر و لطف　　ویرانہ ہی سہی جو گلستان نہ ہو تو کیا
شاعر وہی ہے شعر میں جسکے اثر بھی ہو　　دہلی و لکھنؤ کا زبان دان نہو تو کیا
دل ایک اور لاکھوں ہی افکار و رنج و غم　　دنیا کے مخمصوں سے پریشان نہو تو کیا
ہوتا نہیں ہے قید میں بھی پائے فکر لنگ　　صحرا و کوہ و دشت و بیابان نہ ہو تو کیا
دنیا کے ہست و نیست کی پرواہی جب نہیں　　یہ مشکل اخیر بھی آسان نہ ہو تو کیا
کیا جہل و علم دونوں کا باہم مقابلہ　　قطعہ　　غالب و یار چین پہ بھی جاپان نہ ہو تو کیا
جاپان نے اپنے علم کا دکھلا دیا ہے زور　　مایوس تخت و تاج سے خاقان نہ ہو تو کیا
جاہل کے واسطے ہیں ترقی کے باب بند　　دنیا بغیر علم کے زندان نہ ہو تو کیا
حکّام جس جگہ کے ہیں راشی و مرتشی　　وہ ملک انکے ظلم سے ویران نہ ہو تو کیا

کرتا ہے جو پلید غریبون پہ جور و ظلم — جیتے ہی جی وہ موذی و شیطان نہ ہو تو کیا
آخر مرے عدو نے بھی مانی ہی میری بات — حق کی مخالفت سے پشیمان نہ ہو تو کیا

کافی ہے ہمکو جامۂ علم و ہنر محب
دامان قبا و جیب و گریبان نہ ہو تو کیا

آج کل ہند مین کیا قحط ہے غمخوارون کا — گرم بازار ہے پر خوب دل آزارون کا
اے خدا ابتو انہین نزعہ کی سختی سے چھڑا — دم نکل جائے کبھی ان جہل کے بیمارون کا
فائدہ کیا جو فضیلت کی بھی پگڑی باندھی — سر پہ ان عالمون کے بوجھ ہے دستارون کا

قطعہ

ایک دن رو کے امانت نے خیانت سے کہا — دیکھ انجام برا ہوتا ہے بدکارون کا
خائنون کی نہین دنیا مین ذرا بھی عزت — مینہ برستا ہے ہر ایک سمت سے پھٹکارونکا
گالیان دیتا ہے کوئی کوئی کہتا ہے برا — مرتشی تو وہ ہے دشنام کی بوچھارون کا
کوستا ہے کوئی دن رات کہ مر جائے لعین — گھر جلے مال لٹے ڈھیر ہو انگارون کا
گرچہ ہو رعب حکومت سے ہر ایک شخص خموش — عرش تک جاتا ہے پر شور دل افگارون کا
خائنون نے کئے برباد بھرے گھر ایسے — کہ نشان تک بھی تو باقی نہین دیوارون کا
دیکھ لو باغ کی حالت کو اگر ہو نہ یقین — خرمن گل کی جگہ ڈھیر ہے اب خارون کا
مسکرا کر یہ خیانت نے دیا اسکو جواب — زال دنیا سے بندھا عقد ہے مکارون کا
راست بازون کا کہین ہوتا ہے دنیا مین عروج — بول بالا ہے ہمیشہ ہی سے عیارون کا
دوستون کو ترے دولت نہین ہوتی ہے نصیب — گنج قارون ہی ہے صندوق مرے یارونکا
روٹیان بھی نہین ملتین متدین کو کہین — گھر مین خائن کے بھرا مال ہے بازارونکا
اس زمانہ مین تدین ہے حماقت کی دلیل — اور ہے کار و نما جادہ ہوشیارون کا

کیا بگڑ جاتا ہے خائن کا بُرا کہتے سے — کوسنا کام ہے بے زور و ںکا ناچاروں کا

عیش کرتے ہیں اُڑاتے ہوئے پھرتے ہیں فٹن — حال نیکوں سے تو بہتر ہے جفا کاروں کا

جنکے تقریر خیانت کی امانت نے کہا — تجھکو معلوم نتیجہ نہیں غداروں کا

ظلم سے مال بھی ہاتھ آئے تو کیا سود اسمین — نخل ہوتا نہیں سرسبز دل آزاروں کا

سانپ کو دیکھتے ہی مارتے ہیں اہل جہان — دشمن جان ہے ہر اک شخص ستمگاروں کا

سچ تو یہ ہے کہ امانت کی نہیں قدر کہیں — فیصلہ پر خیانت پہ بڑا پیار ہے درباروں کا

باز آئیں گے نہ افعال سے اپنے خائن — یہ نکالیں گے دوالا کبھی سرکاروں کا

عورتیں کہتی ہیں ہم قید سے چھوٹیں کیونکر — قطعہ کوئی ہمدرد نہیں ہم سے گنہگاروں کا

ہمکو خالق نے عبث خلق کیا دنیا میں — کام کیا عالم ہستی میں ہم ناکاروں کا

دَیر سے ہمکو غرض اور نہ کچھ کعبہ سے — کافروں کا ہے چلن ہم ہیں نہ دیںداروں کا

مجلسیں ہوتی ہیں مردوں کی ترقی کیلئے — کوئی پرسان نہیں پر ہم سے سیہ کاروں کا

جو ہمارا ہے محب اسکو سمجھتے ہیں عدو
ہے علاج اب کوئی ان جہل کے بیماروں کا

ہندیوں ماتم سیدمیں نہ گریاں ہوتا[لہ] — ان سا ہمدرد اگر اور مسلمان ہوتا

سوئے جنت نہ وہ اسے کاش خراماں ہوتا — کچھ دنوں اور ابھی قوم کا درماں ہوتا

ہوتا گر ہند میں تعلیم صناعت کا رواج — حال اس قوم کا ایسا نہ پریشان ہوتا

ہوتے ہم تو نہ کبھی پردۂ نسوان کے خلاف — گر مکانوں ہی میں تعلیم کا سامان ہوتا

یہ نقرا یسے کبھی مرد نہ ہوتے ہرگز — گر مروّج نہ یہاں پردۂ نسوان ہوتا

حبس دایم سے وہ نسوان کو چھوڑ ہی دیتا — ہند میں کوئی اگر شیر نیستان ہوتا

[لہ] سید احمد خان بہادر

ان اسیرون کی بہی قبر چمن مین بہی تو کیا ۔ زندگی بھر تو نہین دار زندان ہوتا

جوشِ گریہ نے کیا راز ہمارا افشا ۔ ایسے بدنام نہ ہوتے جو یہ پنہان ہوتا

دیکھتا غور سے کچھ بھی مری تحریر اگر ۔ معترض آپ ہی خود دل مین پشیمان ہوتا

ملتے گر کارِ نمایان کے صلہ مین یہ خطاب ۔ تو یہان جنگ نہ وولہ نہ کوئی خان ہوتا

دل مین پاکیزہ خیالات جو بوتے رہتے ۔ تو یہی مزرعۂ افتادہ گلستان ہوتا

کس قیامت کی ہے اس خاک کی پتلی مین ہوس ۔ گھر مین بھر لیتا خدائی کو جو امکان ہوتا

برہمن شیخ انہین دو نے ہمین بھٹکایا ۔ خوب ہوتا جو نہ یہ کفر نہ ایمان ہوتا

ہوتا منظور نہ قدرت کو جو اظہارِ کمال ۔ تو نہ ذرے سے کبھی مہر درخشان ہوتا

یون نہ بے تابی و حسرت کے اٹھاتے صدمے ۔ چین ملتا جو کوئی دل مین نہ ارمان ہوتا

تھی کسی نور کی اس خاک کے پتلے مین جھلک ۔ ورنہ مسجودِ ملائک نہ یہ انسان ہوتا

داد اُس وقت ہمین اپنے سخن کی ملتی ۔ بے تعصب جو یہان کوئی سخندان ہوتا

ہم بھی ہو جاتے محب جن و ملک کے قائل
گر یہان قالب انسان مین نہ شیطان ہوتا

خوش گیا دنیا سے جو غافل گیا ۔ عقل والون کو یہان کیا مل گیا

رہ گئے اک ہم ہی سوتے بیخبر ۔ کاروان سارا سوئے منزل گیا

مرغِ جان لیتا نہین اور لے کا نام ۔ دو ہی دن مین کیا قفس سے ہل گیا

ہو چکین سب کوچ کی تیاریان ۔ اک کفن باقی تھا وہ بھی سل گیا

تخمِ نیکی بو کے کھائین گا لیبان ۔ پھل ریاضت کا ہماری مل گیا

بھیک کیسی گالیان ہی اُسنے دین ۔ جسکے دروازے پہ یہ سائل گیا

خاتمہ ہے گر شجاعت بھی گئی — رہ گیا کیا جسم مین جب دل گیا
خاکِ مجنون نے بلائین اٹھکے لین — دشت مین لیلی کا جب محمل گیا
واے ناکامی پھرا محروم بھی — تشنہ لب گو تا لبِ ساحل گیا
خونِ ناحق بیٹھنے دیتا ہے کب — پیش عادل آپ خود قاتل گیا

بخشش کرنے مجھ سے جو آیا محب
اپنے دل مین ہو گئے وہ قائل گیا

ہے نہین سوزِ جگر سینہ مین پنہان اپنا — داغِ دل ہے یہ چراغِ تہِ داماں اپنا
کون شیطان ہی کہان آدم و حوا کا وجود — آدمی آپ ہے خود دشمن و شیطان اپنا
عورتین کہتی ہین گہونگٹ کے نہ ہونے پہ نہین — کیجیے کس سے بیان حال پریشان اپنا
بیڑا آزادیِ نسوان کا اٹھایا تو مگر — سخت مشکل ہے نہین کام یہ آسان اپنا
ایک دن وہ تھا کہ دنیا کے ہمین تھے مالک — آج ہے ہند نہ اسپین نہ طوران اپنا
دھاک وہ اپنی شجاعت کی بندھی تھی ہر جا — شیر خود چھوڑتا تھا ڈر سے نیستان اپنا
آشیان اپنا اٹھا کر کہین لے جائینگے — باغبان تجھ کو مبارک ہو گلستان اپنا
دعوی عشق سخن جسکو ہو آئے وہ ابھی — ہے یہی گو بھی چوگان بھی میدان اپنا
واعظو تم سے نہین ہین جو کہین وہ منکر ہین — دونون یکسان ہی یہان ظاہر و پنہان اپنا
یون نہ ہوتے کبھی خوار و ذلیل و رسوا — مرتبہ جانتے گر حضرتِ انسان اپنا
کٹ گئی رات جوانی کی ہوئے بال سفید — صبح پیری نے کیا چاک گریبان اپنا
رہ گئے دل ہی مین مر مٹ گئے ہمارے ارمان — دل نہین ہے یہ کوئی گورِ غریبان اپنا
دل جو ہو شاد تو کیا سیر چمن کی حاجت — رشکِ جنت ہی یہی خانۂ ویران اپنا

میرے مرقد پہ نہین شمع جو روشن تو نہ ہو — داغ دل زیر زمین ہے مہ تابان اپنا
آرزو دل مین جو آئی وہ نہ نکلی تا زیست — صاحب خانہ ہوا آپ یہ مہمان اپنا

یاد پیری مین بھی کچھ کچھ ہے محب عہد شباب
یہ بھی تھا صبح کا ایک خواب پریشان اپنا

ہے صبح وقت رحمت حق کے نزول کا — ہنگام ہے یہی تو دعا کے قبول کا
آئے گا اُن کے وعدہ کا کیا خاک اعتبار — کرتے ہین بات بات مین جو عذر بھول کا
خوش وضع کیا یہان کا زنانہ لباس ہے — پاجامہ گلبدن کا تو نیفا ہے ٹول کا
چندہ کتاب مین تو لکھانا ہے سہل کام — لیکن یقین کسکو ہی زر کے وصول کا
بازار مین خرون کے نہین کوئی قدر اسپ — ہے موت عالمون کی زمانہ جہول کا
ظاہر مین ہین خلیق تو باطن مین ہین خبیث — ثابت یہ مسئلہ ہوا اب تو حلول کا
بے علم و فضل شیخ کے جبّے سے فائدہ — ہے بار پشت خر پہ حماقت کی جھول کا
کیونکر نہ تن پہ گرد ہو اور کپڑون مین خاک — سڑکون پہ مینہ برستا ہے ہر سمت دھول کا
جس ملک مین ہو ظلم غریبون پہ رات دن — ڈر ہے اُسی کو قہر خدا کے نزول کا
دل ایک اور سیکڑون ہی اس مین درد و غم — کیا پوچھتے ہو حال حزین و ملول کا
شیطان کی پیروی سے ہوا آدمی خراب — انجام ہی برا ہے ظلوم و جہول کا
شام فراق کی نہوئی صبح تا بحشر — کیا کیجیے بیان شب ہجران کی طول کا
کیا اُسکے قول و فعل کا دل پر پڑے اثر — پابند ہی نہین ہے جو اپنے اصول کا
پینے سے کیا شراب کے آنکھین ہین لال لال — ہین جمع زہاد یا کوئی مجمع ہے غول کا
کپڑون کے ساتھ مغربی تہذیب بھی تو ہو — ظاہر نہ فرق کیجیے اصل و فضول کا

ہم رندِ مے پرست تو زاہد جنان پرست — قائل نہین ہے وہ بھی خدا و رسول کا
یورپ ہے آج سب سے تمدن مین سر بلند — دیکھا نتیجہ علم و ہنر کے حصول کا
کرتے ہین ہم سفارشِ آزادی نسا — اب اختیار آپ کو رد و قبول کا
کیا نا پتا ہے ارض و سما دلکو اپنے ناپ — ملتا نہین پتا ہی یہان عرض و طول کا
بعد فنا بھی خار حسد نے نہ دی نجات — پودا لگا یا میری لحد پہ ببول کا
کیا جانے کیا سمجھ کے ہوا تھا یہ دل مین شاد — اب آنکھ جب کھلی تو اڑا رنگ پھول کا
ہون گے نہ ایک ملت و مذہب کے سب بشر — انسان مین فطرتاً ہو تفاوت عقول کا

کیونکر عدوِ عمر کا محبِ حسین ہو
دادا ہے وہ خاص علی و بتول کا

گمان بھی تو نہین تھا عدم سے آ ملنے کا — مگر جو آئے تو اب ہے یقین جانے کا
جو غنچہ ہنستا ہے ہستی پہ طفل روتا ہے — سبب ہے ایک ہی رونے کا مسکرانے کا
بغیر عقد یہ بیوہ ستی سے بدتر ہے — عجیب طرز ہے یہ جیتے جی جلانے کا
بچا نہ زاہد صد سالہ بھی تو دنیا سے — یہ قحبہ جانتی ہے ڈھنگ دل لبھانے کا
عروج مین بھی رہین ہم سوے زمین مائل — یہی ہے بھید ہمین خاک سے بنانے کا
اُدھر ہو حکم ادھر ہم نثار جان کرین — طریق یہ ہے محبت کے آزمانے کا
نئی کوئی بھی مصیبت نہین ہے دنیا مین — وہی فلک کا پرانا ہے ڈھب ستانے کا
نہ سیکھا حیف فن پیری و مریدی بھی — عجیب ڈھنگ ہے یہ روٹیان کمانے کا
ارم سے لایا ہے وحشت سر لئے دنیا مین — گلا خدا سے کرینگے ہم آب و دانے کا
جہان مین حسن بھی ہو اور چشم بینا بھی — یہ ایک میلا ہے کچھ دیکھنے دکھانے کا

زیادہ چھپنے سے بڑھتا ہے اور دید کا شوق کھلا یہ بھید حسینوں کے منہ چھپانے کا

مقامِ فکر منجم ہے مہر سے بھی بلند یہ ایک سنگ ہے اُس در کے آستانے کا

ہماری خاک سے پیدا کرے گل و بلبل یہی سبب تھا ہمیں خاک میں ملانے کا

شجر سے تخم تو پھر تخم سے شجر نکلا طلسم دیکھئے قدرت کے کارخانے کا

محب زمانے کی ناقدردانیوں سے تو اب
خیال ہی نہیں آتا صلے کے پانے کا

ہے بہت سہل حسینوں پہ تو آنا دل کا دلبر علم سے مشکل ہے لگانا دل کا

بڑے لوگوں سے کہیں اُٹھتے ہیں بُرے رسم و رواج ایسے کاموں کو تو ہو کوئی تو آنا دل کا

قابل عفو ہیں سب جرم خدائے غفار جسکی بخشش ہی نہیں وہ ہے ستانا دل کا

یوں تو آسان ہے ہر کام کا آغاز مگر ایک ہی کام میں مشکل ہے لگانا دل کا

عمر بھر قوم پرستی کے پھرے کوچے میں سخت دشوار ہے اب پھیر کے لانا دل کا

فرض بھی ترک جو ہو تو ہے امید رحمت کفر اسلام میں لیکن ہے دکھانا دل کا

درد ہمدردیٔ نسواں کو دکھا ہی دیتے ہوتا ممکن کسی پہلو سے دکھانا دل کا

آگے جل جاتی تھی ایک بار چتا پر چڑھ کر اب تو دن رات ہے بیوہ کے جلانا دل کا

دل کے قابو میں ہو تم یا کہ ہے دل قابو میں ہاتھ آیا ہے تمہیں خوب پھنسانا دل کا

فطرتاً دل ہی جو بد ہو تو کرے کیا تعلیم کیا معلم کے ہے قابو میں بنانا دل کا

دل میں اُس شوخ کے گھس بیٹھکے گھر کر لیتو ہوتا ممکن جو کہیں دل میں سمانا دل کا

شیر تو پال لئے ہیں نفس کو کرتے نہیں رام اس درندے سے تو مشکل ہے ہلانا دل کا

جاگنا سونا ہے دن رات کا مرنا جینا شور محشر ہے ہمیں شور مچانا دل کا

درد دل پردہ نشینوں کا وہ یاد آتا ہے — ہاتھ سینے پہ وہ رکھنا وہ دبانا دل کا
سرعت برق سے صحبت کی ہے تاثیر سریع — اس اثر سے نہیں ممکن ہے بچانا دل کا
درد دل پردہ نشینوں کا سنیں یا نہ سنیں — در و دیوار تو سنتے ہیں فسانا دل کا
ہونا جو کچھ تھا ہوا فائدہ پچھتانے سے — کیوں کہا آپ نے ہر بات میں مانا دل کا
دل ہر ایک چیز پہ دنیا کی مچل جاتا ہے — چھوٹے بچے کا منانا ہے منانا دل کا
یاد آجاتے ہیں غربت میں جو یاران وطن — ضبط ہوتا ہی نہیں آہ بھر آنا دل کا
دل کی تصویر ہے گو رہے بشر سرتا پا — پھر بھی دشوار ہے چہرے ہی سے پانا دل کا

کہیے کس سے بیان حال دل زار محب
کوئی سنتا ہی نہیں آہ فسانا دل کا

آئی خزاں تو رنگ گلستان بدل گیا — مرجھا گئے پھول بلبلوں کا دم نکل گیا
کچھ رنگ گل ہی خوف خزاں سے نہیں ہے زرد — سینہ میں طفل غنچہ کا دل بھی دہل گیا
اللہ رے جوش گریہ ہمدردی نسا — دامن میں طفل اشک بھی گر کر مچل گیا
کیوں خوف جان ہے حق کی حمایت میں یہ عبث — کیا وقت موت کا کبھی ٹالے سے ٹل گیا
واعظ کے دم میں آتا ہے کب پیر میکدہ — جادو کہانیوں کا تو بھوت پہ چل گیا
دیکھا جو میں نے ہند کی [illegible] کا حال زار — چشمہ لہو کا چشم سے میری ابل گیا
دنیا کی لذتوں سے پھرا دل ہزار شکر — ٹھوکر غضب کی کھائی تھی لیکن سنبھل گیا
[illegible] وہی دماغ ہے گو سلطنت گئی — جلنے کے بعد بھی نہیں رسی کا بل گیا
نظارہ جمال جہاں سوز ہے محال — موسی کی کیا بساط تھی جب طور جل گیا
خلوت میں یہ کتاب کا کیا فائدہ ہے کم — باتوں میں اس جلیس کی دل تو بہل گیا

کی ترک حرص مین نے تو دنیا نے یہ کہا — آیا شکار ہاتھ سے میرے نکل گیا

کفّارہ مال و زر سے بھی ممکن نہین محب
بیکار وقت آپکا گر ایک پل گیا

اے قوم تو نے ہمکو ستایا تو کیا ہوا — مجرم ہمین بنا کے پھنسایا تو کیا ہوا
کیا فحش سے ہے مخالفت حبس دائمی — ناحق تلف رسالہ کرایا تو کیا ہوا
رہتا نہین یہ پردہ نسوان تو ہند مین — پھر خاک مین ہمین جو ملایا تو کیا ہوا
پچتاے گا آپ نور اٹھیر جا ئے — قوت کے بل پہ ہمکو دبایا تو کیا ہوا
ان عورتون کی آہ جلا دیگی عرش تک — منہہ مین ہمارے قفل لگایا تو کیا ہوا
اب دیکھنا کہ چیخ اٹھین گے زمین و چرخ — تم نے ہمارا حلق دبایا تو کیا ہوا
یہ ظلم تو خدا کو نہ ہو گا کبھی پسند — فریاد کو بھی بند کرایا تو کیا ہوا
یہ رعب واب آپ کا گھر ہی مین چلگیا — مظلوم عورتون پہ جمایا تو کیا ہوا
دنیا بھی گو خلاف خدا تھا ہمارے ساتھ — طوفان مفسدون نے اٹھایا تو کیا ہوا
کرنا ہو اور اونکو کرین ہم رہین سر بکف — بے موت قتل سے جو ڈرایا تو کیا ہوا

ذلت ہو لاکھ اپنی یہ عزت ہو قوم کی
تم نے محب یہ بیخ اوٹھایا تو کیا ہوا

کہون مین کیا کہ مین اپنے کو آپ کیا سمجھا — کبھی خدا تو کبھی بندہ خدا سمجھا
رواج و رسم پر اچھے برے کا سب ہے مدار — رہ ثواب نہ سمجھا نہ مین خطا سمجھا
مین اتنے رزق کے لایق بھی تھا نہ اے رازق — دیا جو تو نے اسی کو تری عطا سمجھا
چلا اُدھر کو جدھر نفس لے چلا مجھکو — مین اپنی جان کے دشمن کو آشنا سمجھا

یہ حبس دائمی پردہ ہے مانع تعلیم
مگر نہ کوئی مسلمان اسے برا سمجھا

ڈرا کسی سے نہ دنیا میں جز خدائے قدیر
جو اپنے دل میں ذرا معنی قضا سمجھا

خدا نے دی جسے دنیا میں علم کی دولت
وہ اپنے سامنے قارون کو بھی گدا سمجھا

یہ اختلاف مذاہب سے اب ہوا معلوم
کہ ایک بات بھی اب تک نہیں خدا سمجھا

خدا ہی جانے مگر میں تو روح و قالب کو
حباب بحر فنا میں بھری ہوا سمجھا

بڑا خوشامد بے جا ہے قوم کا یہ مرض
طبیب زہر کو کیوں داروئے شفا سمجھا

جو آئی کوئی مصیبت نہ کی شکایت چرخ
کہ ہر بلا کو میں اعمال کی سزا سمجھا

ہمیں ہلال کیا اور بدر غیروں کو
اس انقلاب سے کیا چرخ فائدہ سمجھا

رکا نہ روکے سے آزادئ نسا کا خیال
اسے کبھی ایک زمانے کی میں ہوا سمجھا

ملایا خاک میں نسواں کو حبس دائم نے
مگر کوئی بھی نہ اب تک اسے جفا سمجھا

کسی معلم نسواں کے قتل پر جو کمر
تو اپنی قوم کی یہ کج بھی میں اک ادا سمجھا

سمجھ کا پھیر ہے ورنہ حکیم و شیخ ہیں ایک
وہ مادے کو تو قوت کو یہ خدا سمجھا

ہر ایک دین کا ہوتا ہے ایک وقت محل
وہ نا سمجھ ہے کسی دین کو جو برا سمجھا

کریں شکایت احباب کیا زبان سے محب
عدو کو اپنے بھی میں اپنا آشنا سمجھا

ہم کو ضرورتوں سے خدا نے سوا دیا
لیکن یہ حرص کہتی ہے دل میں کہ کیا دیا

آگے بہت بڑھے تھے مسلمان مثال سیل
اس باہمی نفاق نے پیچھے ہٹا دیا

پردہ اٹھائیں یا نہ اٹھائیں نہیں غرض
ہم نے تو حکم حاکم قدرت سنا دیا

معنی سمجھ کے پڑھتا تو ہوتا کوئی اثر
کیا فائدہ جو طفل کو قرآں رٹا دیا

قوم میں جلی تھیں اور گنا ہوں کی آگ میں　　ہمکو تو اس نفاق و حسد نے جلا دیا

اسکی بھی زندگی میں نہ کی قدر تو نے قوم　　گھر بار جسنے نام پہ تیرے لٹا دیا

عشق و صنم بنا کے جہان کو کیا خراب　　اپنا رقیب آپ خدا نے بنا دیا

بڑھتا گیا جو سن تو گھٹے زندگی کے دن　　اک سال اور سال گرہ نے گھٹا دیا

کیا ہو سکے ترقی علم و عمل وہان　　بولا جہاں کوئی تو گلے کو دبا دیا

آیا جو کوئی حاکم اسلئے تو اس نے پھر　　اپنوں کو آگے غیروں کو پیچھے ہٹا دیا

کیا فائدہ ہے چھپنے سے اس شوخ چشم کو　　جسنے کہ سات پردوں میں جلوہ دکھا دیا

رکھا ہے کب زمانے نے قائم کسیکا نام　　ریگ روان پہ نقش بنایا مٹا دیا

رستے میں رکھ دیا تھا جلا کر محب چراغ
بادِ مخالفت نے اسے بھی بجھا دیا

قوم میں اب جہل و نکبت کے سوا کیا رہگیا　　خاک ذلت پر پڑا ہے گور حرد ار ہگیا

جب قوم اتحادِ ملت و دین سے کہاں　　اک نفاق باہمی آپس کا جھگڑا رہگیا

اے مسیحا اس مریض جان بلب کا کیا علاج　　گوشت جسکا گھل گیا ڈھانچا ہی ڈھانچا رہگیا

آشنا رخصت ہوئے تو اور مہمان آگئے　　کون کہتا ہے لحد میں میں اکیلا رہگیا

ایک میں چاروں طرف سے حملۂ فوج عدو　　وائے حسرت جوش حبِ قوم جو تھا رہگیا

توڑ ڈالیں گے یہ شاعر بیڑیاں فولاد کی　　اور کچھ دن شاعری کا گر یہ سودا رہگیا

اُٹھ گئی وہ حبِ قومی روح جو مذہب کی تھی　　اب تو بیکار تسبیح و مصلے رہگیا

اُٹھ گئے ہر علم و فن کے سب امام و مجتہد　　قوم میں ہر ایک لیکن تنگ آیا رہگیا

غیبت و دشنام اب تو ہے مسلمان کا شعار　　اب یہی اخلاق کا باقی نمونہ رہگیا

بڑھ گئے کوشش سے اپنی دوڑ میں کفار سب
یہ مسلمان ہی مگر قسمت پہ بیٹھا رہ گیا

پیروگان ہند کے سب مٹ گئے اسباب زیست
ہاں مگر اک موت کا ان کو سہارا رہ گیا

کہتے ہیں یہ حامیان حبس نسواں فخر سے
قطعہ
مٹ گئی سب شانِ اسلام ایک پردہ رہ گیا

واہ رے یہ شان اسلامی کہ ہو محبوس زن
آپکے اس جہل کا مذہب پہ دھبا رہ گیا

سچ بتاؤ تو نبی زادی کوئی پردے میں تھی
کیوں مسلمانوں میں پھر پردے کا سودا رہ گیا

عائشہؓ۔ اسما۔ نسیبہ بنت ازور یاد ہیں
جب لڑیں یہ آپ مردوں سے تو پھر کیا رہ گیا

بڑھ گئے میدان علم و فضل میں گبر و ہنود
یہ مسلماں ہی کھڑا منہ سب کا تکتا رہ گیا

بانیان خیر کے مٹتے نہیں نام و نشاں
وہ گئے دنیا سے لیکن اُن کا چرچا رہ گیا

کیا مزا دیگی خدائی تجکو اے خلاق دہر
جب فنا ہم ہو گئے اور تو اکیلا رہ گیا

ہے محب اس قوم کے مرنے کا پھر تو بالیقین
اور کچھ دن حبس نسوانی یہ پردہ رہ گیا

خیانت کا کوئی حامی کوئی غمخوار رشوت کا
الٰہی ہو گیا کیا قوم کو آزار رشوت کا

غضب ہے یار بھی لیتے ہیں اب تو یار سے رشوت
ہوا ہے گرم کیسا آجکل بازار رشوت کا

بڑھا ہے پیٹ اوسکا اور پھولا ہے بدن اِس کا
خیانت کا وہ آزاری ہے یہ بیمار رشوت کا

زرِ گل بلبلیں دیتی ہیں جب گلچیں کو رشوت میں
تو پھر پھولے پھلے گا خوب یہ گلزار رشوت کا

امانت سے پھرا یا اُمت خیانت کو کیا سجدہ
خدا ہے سیم و زر ایمان ہے کلدار رشوت کا

سزا سے جبکہ راشی مرتشی دونوں ہی خائف ہیں
تو پھر کس طرح سے کوئی کرے اظہار رشوت کا

اکڑتی ہیں بہت رشوت کا زیور پہنکر بیگم
گلے میں طوق لعنت ہے نہیں ہے ہار رشوت کا

مدد کو آئیے یا حیدر کرار جنت سے
ڈسے جاتا ہے اب تو قوم کو یہ مار رشوت کا

خدا کے سامنے اس وجہ سے رشوت خوار آئینگے
گلے میں طوق لعنت کا سروں پر بار رشوت کا

الٰہی اب تو خلقت تنگ ہے رشوت کے دینے سے
کہیں دنیا سے منہ کالا بھی ہو مردار رشوت کا

کٹے گا اس چمن سے یہ درخت خاردار اک دن
کھٹکتا ہے نگاہ باغباں میں خار رشوت کا

کہاں کے رند اب تو مولوی صاحب بھی لیتے ہیں
ہوا ہے مال طیب درہم و دینار رشوت کا

بغیر نذر کرتے ہیں دعا کب پیر صاحب بھی
لگا ہے تا بہ درگاہ خدا کیا تار رشوت کا

نگل جاتا ہے غٹ سے قحط کے ماروں کا خون پسینہ
سمجھتا ہی نہیں کچھ نیک و بد سرشار رشوت کا

نہ لوٹ اے مرتشی بے بس سمجھکر ان غریبوں کو
لٹے گا ایک دن تیرا ابھی یہ انبار رشوت کا

وکالت اب تو دلالی ہے رشوت خوار حاکم کی
عدالت کا مکاں ہے یا کوئی دربار رشوت کا

کیا کرتا ہے سچ کو جھوٹ سیم و زر کی خاطر سے
بہت اچھا ذریعہ اب تو ہے اخبار رشوت کا

نہیں چھپتی ہے تہ خانہ میں بھی رشوت کہ خود راشی
ڈھنڈورا پیٹتا ہے برسر بازار رشوت کا

امید رحم رشوت خوار سے رکھنی حماقت ہے
کسی کا دوست کب ہے مرتشی ہے یار رشوت کا

نہیں نقدی کی گر امید تو کھانا ہی کھاتے ہیں
مزا دیتا ہے دستر خوان پر آچار رشوت کا

ہزاروں خائنوں کے بیچ میں جب ہوں امیں دو
کرینگے خاک سد باب کیا دو چار رشوت کا

خدا ہی ان غریبوں کو بچاتا ہے تو بچتے ہیں
نگل جانے کو منہ کھولے ہوئے ہے مار رشوت کا

جو مر جاتا ہے رشوت خوار تو یہ لوگ کہتے ہیں
بہت اچھا ہوا مردہ ہوا فی النار رشوت کا

جب اہل ملک ہی لیتے ہیں اہل ملک سے رشوت
تو کر سکتی ہے سد باب کیا سرکار رشوت کا

محب چوری ڈکیتی سے بھی بڑھکر جرم رشوت ہے
زباں سے نام بھی لینا نہ تم زنہار رشوت کا

بے

عقل رکھتا ہے تو پینا نہ کبھی نام شراب
قدح زہر ہلاہل ہے نہیں جام شراب

تا دم مرگ کہیں چھٹتی ہے مے کی عادت
نزع میں بھی لب میخوار پہ ہے نام شراب

دیکھ ہشیار کبھی صحبت رندان میں نہ بیٹھ
موت نے لا کے بچھایا ہے یہاں دام شراب

میکشو! مژدہ کہ ہے دختر رز کا دربار
درد دل، سوز جگر، رعشہ ہے انعام شراب

خانہ ویرانی و رسوائی و سرگردانی
ذلت و خواری و افلاس ہے انجام شراب

گردنیں کٹتی ہیں تلواروں میں آناً فاناً
خون میخوار سے بھر جاتے ہیں کیا جام شراب

درد سر، درد جگر، درد کمر، درد عصب
ماسوا ان کے ہزاروں ہی ہیں آلام شراب

شیری، وسکی ہے کہیں اور کہیں پورٹ بیئر
رائج الوقت یہی چار ہیں اقسام شراب

خودکشی، قتل، زنا، ظلم، لڑائی جھگڑے
یہی سنگین جرائم تو ہیں انجام شراب

میکشو! خوب پیو بلکہ نہاؤ دن رات
حوض سیندھی کے بھرے ہیں کہیں حمام شراب

کوچ کر جاتے ہیں سب ہوش و حواس و ادراک
بہت نشہ کا جو سر چڑھتا ہے ہنگام شراب

کتنے مجنون ہیں کتنے ہیں مریض و قلاش
چشم عبرت سے ذرا دیکھئے انجام شراب

مارو خود آپ مرو گالیاں دو مست رہو
بادہ خواروں کو یہی ہوتے ہیں احکام شراب

نشۂ بادۂ احمر ہے کوئی روح خبیث
خون پی پی کے ہوئے لال ہیں اجسام شراب

بادہ خواری سے ہوا جاتا ہے سب ہند تباہ
اہل یورپ پہ محب آتا ہے الزام شراب

ے
پ

بڑھ جائیں گر چہ حسن میں شمس و قمر سے آپ
علم و ہنر نہیں تو ہیں بدتر حجر سے آپ

غض نظر کا آپ کو بھی علم ہے مگر
حبس لنشا سمجھتے ہیں نیچی نظر سے آپ

مانا کہ عورتین ہین غلامی مین آپ کی ۔۔۔ لیکن بچے ذرا بھی نہ اُنکے اثر سے آپ
ناچار عورتون کو سمجھکر نہ کیجے ظلم ۔۔۔ محفوظ کیا ہین روز جزا کے خطر سے آپ
آسان نہین ہے پردۂ نسوان کی بحث اب ۔۔۔ اس مسئلہ کو دیکھیے گہری نظر سے آپ
بوسیدہ ہڈیون پہ بزرگون کی فخر کیا ۔۔۔ آراستہ نہین ہین جو علم و ہنر سے آپ
کمزور مان کے پیٹ سے کب ہونگے پہلوان ۔۔۔ شاداب پھل نہ کہا ئینگے سوکھے شجر سے آپ
تعلیم مذہبی یہ تعصب کا بیج ہے ۔۔۔ واقف ہین اس درخت کے کڑوے ثمر سے آپ
گھورین تو آپ عورتین ناحق سزا سہین ۔۔۔ شرمائین کچھہ تو دل ہی مین اپنی نظر سے آپ
مشکل ہی درد قوم ہو محسوس آپ کو ۔۔۔ آگاہ ہی نہین ابھی درد جگر سے آپ
گھٹ گھٹ کے عورتین تو مرین گھر مین تمام عمر ۔۔۔ جی بھر کے لطف اوٹھائے شام و سحر سے آپ
بچون کی تربیت تو سمجھتے نہین ہین فرض ۔۔۔ امید پھر رکھتے ہین جاہل پسر سے آپ
پائینگے اپنے جرم کی خود آپ ہی سزا ۔۔۔ دیکھین گے عورتون کو اگر بد نظر سے آپ
بچون ہی کو سنائے قصے کہانیان ۔۔۔ واعظ ہمین ڈراتے ہین نار سقر سے آپ

خطرے یہان ہین اور وہان بھی تو ہین محب
خالی ہین کس جہان مین خوف و خطر سے آپ

قطعہ

ہر ایک انسان پہ فرض ہے یہ کہ پہلے سیکھے اصول صحت
کہ صحت جسم و روح سے بھی کوئی جہان مین بڑی ہے نعمت
وہ سوئین جلدی عشا کو پڑھ کر جو چاہتے ہین سویرے اٹھنا
کہ صبح اٹھنے سے بڑھتی ہے عمر اور ہوتی ہے دل کو راحت

جہل نسوان سے عیش ہے سب تلخ — گھر مین رہتی ہے راتدن کھٹ پٹ

ترک و مصر و عرب مین ہے تہذیب — قطعہ — ہے زن و مرد کا جہان جمگھٹ

دیکھکر عورتون کو راہون مین — مرد جاتے ہین خود کنارے ہٹ

ہے مگر ہند مین خلاف اس کے — ہے جہان مرد و زن کی کایا پلٹ

چل پڑین اپنی بےحیائی سے مرد — دیکھین گر عورتون کا یہ جھمٹ

دیگر

گھٹتا ڈولی مین وہ عروس کا دم — ہاتھ بھر کا وہ سامنے گھونگھٹ

غش پہ غش وہ میانہ مین آتا — اور وہ حبس دم سے گھبراہٹ

ایک آفت ہے یہ بھی بیاہ برات — تو عروسون کو کرتے ہین چوپٹ

ریت رسمون پہ کیا اڑی ہے قوم — واہ رے بچپن اور واہ ری ہٹ

بحث پردہ کی چھوڑتا ہی نہین

تو بھی تو ہے محب بڑا اٹ کھٹ

ث

اپنی ہستی پہ ہین کیا باغ مین گل شاد عبث — اور بلبل کا بھی یہ نالہ و فریاد عبث

عہد پیری مین جوانی کی ہمین یاد عبث — بلبل زار کی ویرانہ مین فریاد عبث

اے فلک تیرون مین مروت نہین مستور — اتنہ کرتا ہے ستم تو ستم ایجاد عبث

غم سے گھل گھل کے نکل آئے ہین انکے ڈھانچے — کھینچ تصویر نہ یارون کی بہزاد عبث

اثر خیر مٹائے سے کہین مٹتے ہین — یہ وہ ہے قصر کہ جس کی نہین بنیاد عبث

حافظ عفت و عصمت ہی یہی علم و عمل — حبس دایم ہے عبث قلعہ فولاد عبث

خانہ بربادی طرفین ہے یہ بیاہ برات — لاکھون کر دیتے ہین نافہم یہ برباد عبث

باغبان دشمن جان اور ہے قاتل صیاد | اے اسیران قفس نالہ و فریاد عبث
خاک چھانے بھی تو ملتے نہیں آثار بہشت | تو نے کیوں رنج اٹھایا تھا یہ شداد عبث
کچھ تو غایت سے خدا کی جو کیا ہے پیدا | ورنہ اس خاک کے پتلے کا تھا ایجاد عبث
آدمی اپنے خیالات کا خود ہے مالک | کفر کا فتوی عبث اور یہ الحاد عبث
کوئی ذرہ بھی جہان میں نہیں ہرگز بیکار | آب و آتش ہو کہ ہو خاک نہ ہو باد عبث
حق تو ہے ایک مگر جھوٹ کی پہلو ہیں ہزار | یہ مذاہب ہیں عبث ملتیں ہفتاد عبث
عقل کچھ ہوتی تو کیوں عشق کے دم میں آتا | مر گیا پھوڑ کے سر آپ یہ فرہاد عبث

بد تر از قید ہماری ہے محب آزادی
حق بھی جب کہہ نہ سکیں ہم تو ہیں آزاد عبث

کارگر ہے نہ دوا کیا باعث | اور نہ مقبول دعا کیا باعث
اب تو ہر سمت تعصب ہی ہے | بگڑی کیوں آب و ہوا کیا باعث
مسلم و کافر و لا مذہب کا | ایک ہی تو ہے خدا کیا باعث
بے خطا قید مکانوں میں ہیں | عورتوں پر یہ جفا کیا باعث
روز ہوتی ہیں بلائیں نازل | کیا ہوئی ہم سے خطا کیا باعث

یہ عداوت ہے محب سے کیسی
ظلم الفت کی جزا کیا باعث

جیم

تھمتے نہیں کیوں اشک مرے دیدۂ تر آج | کیا آنکھوں سے بہہ جائیگا سب خون جگر آج
اے قوم تجھے کچھ بھی یتیموں کی خبر ہے | معلوم ہے کچھ بھوک سے کتنے گئے مر آج

اصلاح تمدن مین ہزارون ہی ہین جھگڑے — ہم نے تو اسی کام پہ باندھی ہی کمر آج
اخبار کے پڑھنے کی اُٹھاتے تھے نہین زحمت — لوگون سے مگر پوچھتے ہین کیا ہے خبر آج

قطعہ

اس باغ مین کس بیوہ کا یہ عقد ہوا ہے — گلپوش بنے ہے پھولون سے جو ہر شاخ شجر آج
گل شاد ہین غنچون کے لبون پر ہے تبسم — اترائی ہوئی پھرتی ہے کیا باد سحر آج
تعلیم کے برسون مین نکلتے ہین نتیجے — کیا بوتے ہی لائیگا کوئی تخم ثمر آج
دنیا کی تھین کل اپنی طرف آہ نگاہین — پھیری ہے زمانے نے مگر ہم سے نظر آج
کل کھائے گی پھل باغ کے اولاد ہماری — تعلیم کے پھر کیون نہ لگائین یہ شجر آج
اس چاندسی صورت پہ اگر علم بھی ہوتا — گھٹتا ہی نہین حسن ترا رشک قمر آج
اس دار فنا مین تمہین جو کرنا ہو کر لو — کیا جانئے دنیا سے ہو کل یا کہ سفر آج
کیا ہوگا قیامت مین عذاب اور زیادہ — واعظ یہی گھر جہل بنا ہے ہی سقر آج
قبضے مین جہان بھی ہو تو رہتا نہین دائم — دارا ہے کہان اور سکندر ہے کدھر آج
کیا دیر ہے کل ہی تو یہ کرتے ہین ترقی — نسوان کی تعلیم پہ باندھین تو کمر آج
کی علم معاون نے ہے اس درجہ ترقی — قارون کا خزانہ ہے یہی کان حجر آج
اے قوم اگر سیکھتی کچھ صنعت و حرفت — غیرون کی نہ ہوتی تو کبھی دست نگر آج
کل پوچھتے تھی ذات حسب اور نسب کو — دنیا مین مگر پوچھتے ہین علم و ہنر آج
اسلام کی سنتے تو پہنچتی نہ مضرت — عیسائیو! تم خمر کا سمجھے ہو ضرر آج
انسان تو کیا کرتے ہین ہمدردی حیوان — دنیا مین فرشتون سے بھی برتر ہین بشر آج
آزادی نسوان مین عبث سے ہے پس و پیش — کل اس مین ضرر ہے نہ کوئی خوف و خطر آج
جب تمہین نہین پوچھتے اس ملک کی صنعت — پھر اہل صناعت کی ہو کس طرح بسر آج

اے کاش مدارس مین صناعت ہی سکھاتے — پھرتے تو نہ مارے ہوئے یہ خستہ جگر آج
اب تک تو بہت ضبط کیا جوشش غم قوم — بہ جائے گا دریا مری آنکھون سے مگر آج

بازار سخن مین نہین کچھ قحط سخن سنج
دکھلاؤ محب جوہریون کو یہ گہر آج

چ

باراحسان شریران جفا کار نہ کھینچ — سانپ کو گود مین پالنے سے خبردار نہ کھینچ
تیغ و شمشیر و سنان کی نہین حق کو حاجت — کام لے اپنی زبان سے کبھی تلوار نہ کھینچ
چھوڑ پردہ کہ ہے یہ اصل فساد اجماع — عورتون مردون مین فولاد کی دیوار نہ کھینچ
پردۂ حبس دوامی سے تو بہتر ہے یہ قبر — بار احسان مسیحا سر بیمار نہ کھینچ
غائت خلقت آدم تو ہے ہمدردیٔ خلق — بار تکلیف عبادات پہ بیکار نہ کھینچ
سر پہ احسان ہے ان خارون کا اے دست جنون — پا سے کوشش سے کبھی نوک سر خار نہ کھینچ
ترک دنیا ہی کا ہے نام تو یہ آزادی — ہاتھ پھیلا نہ کبھی پاؤن کو زنہار نہ کھینچ
مختصر بات کا سننا بھی تو ہوتا ہے گران — مجلسون مین تو کبھی رشتۂ گفتار نہ کھینچ

حال پہ پردہ نشینون کے محب رو چھپکر
حشر ہو جائے گا نالہ سر بازار نہ کھینچ

ح

بات کہنے کی ہو آزادی کہان اچھی طرح — کھولنے دیتا ہے کوئی بھی زبان اچھی طرح
ان کے جلجانے کی زندانون مین کہیو کو خبر — بند رکھتے ہین مکانون مین دھوان اچھی طرح

ہے جہاں آزادیٔ اظہار افکار و خیال ۔۔۔ علم و فن کی ہے ترقی بھی وہاں اچھی طرح

بحث پردہ چھیڑ کر تو دیکھیے دونوں کے زور ۔۔۔ اس اکھاڑے میں لڑینگے پہلوان اچھی طرح

داستانِ غم جو کہتے ہیں تو کٹتی ہے زبان ۔۔۔ کرنے پاتے ہی نہیں ہم کچھ بیان اچھی طرح

چاہتے ہو خیر سے اپنی تو اب رد کو زبان ۔۔۔ نالہ و آہ فغاں بھی ہو نہاں اچھی طرح

نام پردہ سنتے ہی غصے میں کیوں آتے ہیں آپ ۔۔۔ پہلے سن تو لیجیے یہ داستان اچھی طرح

حبس دائم سے نہیں چھوٹیں گی جب تک عورتیں ۔۔۔ کیا مہذب ہوگا یہ ہندوستان اچھی طرح

تربیت سے کے مضمحل پودے بھی لاتے ہیں ثمر ۔۔۔ سینچ یہ پژمردہ پودے باغباں اچھی طرح

سیکھتے پھرتے ہیں غیروں کی زبانیں تو بہت ۔۔۔ اور آتی ہی نہیں اپنی زبان اچھی طرح

میری پامالی کی رکھ دل میں نہ تو باقی ہوس ۔۔۔ پیس ڈال اے گردشِ ہفت آسمان اچھی طرح

بعد مردن بھی نہ رہ جائے کوئی نام و نمود ۔۔۔ میری تربت کا مٹا دینا نشان اچھی طرح

گھٹ کے پردہ میں یہی کہتی ہے زوجہ زوج سے ۔۔۔ گھونٹ دو ہاتھو گلا اے بدگماں اچھی طرح

امتحان ہمدردیٔ نسواں کا کچھ آساں نہیں ۔۔۔ دیکھیے دے کون یہ سخت امتحان اچھی طرح

روزنِ دیوار سے آنکھیں نہ لڑ جائیں کہیں ۔۔۔ اہل پردہ بند رکھتے ہیں مکان اچھی طرح

بات کہنے پر جہاں کھنچتی ہے حق گو کی زبان ۔۔۔ بند رکھتے ہیں وہیں عاقل زبان اچھی طرح

قوتِ نشو و نما سے آپ بڑھتا ہے درخت ۔۔۔ بیج ہوتا ہے زمیں میں جب نہاں اچھی طرح

کس کے سوز غم میں یہ بیوہ جلی ہے رات بھر ۔۔۔ اٹھ رہا ہے شمع مردہ سے دھواں اچھی طرح

ظلم کی فریاد بھی ہم کر نہیں سکتے محب
سی دیا ہے اب تو ظالم نے دہان اچھی طرح

خ

عورتوں کے جہل سے اپنا تو ہی آرام تلخ ‏ دن تو کٹ جاتا ہے باہر گھر میں ہی ہر شام تلخ

قوم کو یہ لغو تعریفیں تو ہیں شربت کی گھونٹ ‏ ہی مگر الحق مزہ کا بڑا ہی جام تلخ

نام پر وہ سنتے ہی کیا منہ بناتی ہی یہ قوم ‏ ہو گیا ہے زہر سے بھی سخت کیا یہ نام تلخ

زہر سے بھی تلخ ہیں یہ کم سنی کی شادیاں ‏ کیا مزا ملتا ہے کہاتے ہیں جو یہ بادام تلخ

گالیاں یہ قوم کی ہمکو تو ہیں قند و نبات ‏ زہر سے بھی گرچہ ہوتے ہیں بہت دشنام تلخ

کیا مرے پند و نصیحت کو سمجھتے ہیں یہ زہر ‏ یہ وہ ہے کونین جس سے ہے زبان و کام تلخ

یہ خوشامد زہر ہے کیا شہد میں لپٹی ہوئی ‏ ابتدا اسکی ہے میٹھی اور ہے انجام تلخ

دافع جہل و تعصب ہیں مرے اشعار پند ‏ پی لی بھی جا بیمار صحت کے لیے یہ جام تلخ

کون سنتا ہے محب پند و نصیحت کو تری
ہے تری ہر بات گویا زہر کا اک جام تلخ

دال

خدا کے بندے تھے سب ایک تھا نہ گھر کا فساد ‏ مگر یہ مذہب و دین لا سکے ہیں کدھر کا فساد

جو پہنتا جامۂ انگریز تو گھٹتی وقعت ‏ جو پی شراب تو پیدا ہوا جگر کا فساد

دماغ بگڑا ہے اس قوم کا خدا حافظ ‏ کہ خوفناک ہے سرسام اور سر کا فساد

ہر اک فریق نے اپنی گڑھی حدیثیں ہیں ‏ کہ مٹ سکے گا نہ تا حشر یہ خبر کا فساد

نفاق شیعہ و سنی تو ہے فساد کی جڑ ‏ مٹائیں اب تو مسلمان یہ اپنے گھر کا فساد

بری نگاہ کا دل میں خیال کس کے تھا ‏ یہ پردہ ہی سے تو پیدا ہوا نظر کا فساد

گھروں میں عورتیں گھٹ گھٹ کے ہو گئیں بیمار ‏ کہیں ضعیف ہے معدہ کہیں جگر کا فساد

نتیجے اپنے ہی اعمال کے ہیں نیک و بد — نہ نحس کا ہے زمین پر نہ ہے قمر کا فساد

نفاق قوم کی کچھ انتہا نہیں ہے محب
کہ بڑھتا جاتا ہے فتنے کا اور شر کا فساد

ذال

نفع سے تعلیم نسوان کے تو ہے انکار رشاد — ہے ضرر کا حبس نسوان کے مگر اقرار رشاد

اے طبیبو! جہل و غفلت کا مرض ہی لاعلاج — یہ مرض مہلک ہے اس سے بچتے ہیں بیمار رشاد

فلسفہ کے سامنے ٹھہرینگے یہ مذہب کہیں — بچتی ہے بارش میں کہنہ کھوکھلی دیوار رشاد

ہے یہ اردو شاعری کان جنون و عشق و فحش — ہے مگر ان پتھروں میں گوہر افکار رشاد

بزدلوں کی تیغ تو رہتی ہے باہر میان سے — اہل جرأت کھینچتے ہیں میان سے تلوار رشاد

غافلوں کا تو نہیں اس قوم میں حد و شمار — اور ڈھونڈھیں بھی تو ملتا ہے کوئی بیدار رشاد

لوگ کرتے ہیں پھیکے ایسے تو پرچے ہیں بہت — قوم کو ہو فائدہ جن سے وہ ہیں اخبار رشاد

بزدلی تو دیکھئے ڈر سے عوام الناس کے — سچی باتوں کا بھی یہ کرتے نہیں اقرار رشاد

یوں تو کثرت سے ہیں جھوٹے ہند میں ہمدرد قوم
ہیں محب سچے مگر اس قوم کے غمخوار رشاد

رے

نو کے بجتے ہی سو رہو پڑ کر — خواب راحت سے اٹھو وقت سحر

جو کہ سوتے ہیں نصف شب کے بعد — وہ نہیں اٹھتے پانچ کے اندر

دیر سے سونا دیر سے اوٹھنا — دونوں باتیں بری ہیں کچھ ہے خبر

عمر کرتا ہے کم مزاج خراب ۔۔۔ جاگنا شغلوں میں جو شب بھر
مول لیتے ہیں دام دیکے مرض ۔۔۔ جاتے ہیں ناٹکوں میں جو اکثر
ضعف روح و بدن میں آتا ہے ۔۔۔ زیادہ سونے کا بھی بُرا ہے اثر
جاگتے سوتے ہیں ہو عدل محب
حفظ صحت کو چاہتے ہو اگر

محل میں عورتیں محبوس پاسبان در پر ۔۔۔ بریں رہا ہے سماں قید خانے کا گھر پر
جو فتح کرتے ہیں علم و عمل کی اقلیمیں ۔۔۔ وہی تو رکھتے ہیں اب برتری سکندر پر
خدا نے دی ہے جو یہ عقل کام لے اس سے ۔۔۔ کہ بیٹھتا نہیں حیوان بھی مقدر پر
جو جانتے ہیں حیات ابد شہادت کو ۔۔۔ گلا وہ رکھتے ہیں خود آپ اپنا خنجر پر
زمین کو بھی تو ہے ان مہر و ماہ علم پہ ناز ۔۔۔ فلک کو فخر ہے گر مہر و ماہ و اختر پر
بہادری ہی تو ہے رزمگہ میں قابل داد ۔۔۔ شکست و فتح کا الزام کیا ہے افسر پر
اُٹھائیں جس نے ہوں دنیا کی کلفتیں پیہم ۔۔۔ اثر خوشی کا ہو کیا اُس دل مکدر پر
شجاعت اور عدالت میں دونو تھے کامل ۔۔۔ علی کو فخر عمر پہ عمر کو حیدر پر
وہ یوم فتح بھی نزدیک ہے کہ مسجد میں ۔۔۔ پڑھیگا خطبہ نسوان خطیب ممبر پر
جہان میں چلتا ہے جنکے خیال کا سکہ ۔۔۔ ہے فوقیت انہیں جمشید پہ سکندر پر
کیا ہے پردہ دروں نے وہ رذیل احسان ۔۔۔ رہے گا تا بہ قیامت جو قوم کے سر پر
وہاں خیال ہو کیا خاک رہبری کا محب
جہاں پہ سکتہ ہوں لعنت کے تیر رہبر پر

ہماری آہ چشمک زن ہی کیا کیا مہر تابان پر ۔۔۔ ہماری چشم گریان خندہ زن ہو ابر باران پر

اگرچہ فرض ہے صوم و صلوٰۃ و حج مسلمان پر
مگر ہمدردئ انسان ہے اول فرض انسان پر

نہین گر آدمی مین آدمیت اور ہمدردی
فضیلت حضرت انسان کو پھر کیا اور حیوان پر

درندون سے بھی بدتر آدمی رہتے ہون گر یکجا
تو پھر شہرون کو کیا ترجیح ہے کوہ و بیابان پر

حقیقت سے کسی شے کی نہین گو فلسفہ واقف
مذاہب بھی تو قایم ہین بنا ئے وہم و امکان پر

یہ تقریبون مین پردے والیون کا رات دن رہنا
مصیبت میزبان کی جان پر آفت ہے مہمان پر

مسلمانو نہ بھاگو جنگ شمشیر قلم سے تم
شجاعان عرب دیتے رہے ہین جان میدان پر

سخن فہمون کی خاموشی سخن کے حق مین قاتل ہے
سخن کی داد دینی فرض ہے ہر اک سخندان پر

یہ ظاہرداریان دیتی ہین دھوکے اہل دنیا کو
مگر اُس غیب دان کی تو نظر رہتی ہے پنہان پر

ہدایت کا ضلالت کا وہی تو ایک ہے مالک
خدا پر ہے نہین الزام گمراہی کا شیطان پر

عبادت تو بہت کی حور و جنت کے لئے زاہد
کیا ہے بے غرض احسان بھی کوئی تو انسان پر

نہین شرم و حیا کچھ جھوٹ بولین تہمتین باندھین
مگر سو جان سے قربان ہین ہر وقت ایمان پر

بڑھاپے مین یہ کم سن بیویان کیا زیب دیتی ہین
مسلط ایک بوڑھا دیو ہے گویا پرستان پر

میری فکر رسا لائی ہے بام عرش سے مضمون
کتاب آسمانی کا گمان ہے میرے دیوان پر

محب پردہ نشین محروم ہین ہر ایک نعمت سے
نہین پردہ یہ ہے قہر خدا مظلوم نسوان پر

ہٹے نہ میدان سے کبھی ہم سکشت پیہم سے تنگ ہو کر
لڑے ہین دیوون سے کیا لڑائی شکار توپ و تفنگ ہو کر

خدا نے دی ہے جو عقل و دانش تو کیون ہو تقدیر پر بھروسہ
ہزار افسوس ہے کہ انسان رہے یہ دنیا مین سنگ ہو کر

ہمارے پرزور وہ مضامین کہ جس مین بارود کی ہے قوت
پہنچتے کانون کی راہ سے ہین دلون مین خفیہ سرنگ ہوکر
یہ عمر یہ جوانی ہے جوشش سیلاب بحر ہستی
حباب موج فنا سے نکلا شباب دریا امنگ ہوکر
کوئی جو بزم سخن مین آکر جلاتا ہے شمع علم و دانش ٭
تو اُس پہ گرتے ہین ہر طرف سے یہ اہل یورپ پتنگ ہوکر
انہیں کی عصمت ہے قابل فخر جو ہین آزاد بندشون سے
وہ خاک عفت ہے جو حاصل اسیر قید فرنگ ہوکر
اٹھا نہ اب بھی یہ سخت پردہ تو دیکھ لینا کہ عورتین سب ٭
نکل پڑینگی گھرون سے اکدن یہ زندگانی سے تنگ ہوکر
یہ بحر ہستی ہے ایک طوفان کہ جس مین ہے مد و جزر ہردم
دہان موج فنا سے نکلی قضا سے سر نہنگ ہوکر
ادہر تو پردہ کا جہل حامی ادھر ہے تعلیم حریّت کی ٭
یہ قصہ ہوئیگا فیصلہ اب ضرور دونون مین جنگ ہوکر
کہا جو مین نے کہ سخت پردہ ہے قوم کے جسم پر یہ سرطان
تو رہ گئے بزم مین عدو سب برنگ تصویر دنگ ہوکر
ذلیل حالت کی زیست سے تو ہمارا مرنا ہی اب ہے بہتر
ہزار لعنت ہے زندگی پر جئین جو آبا کے ننگ ہوکر
یہ نیلم الماس اور گوہر ہین عکس مہ رخ منور ٭

دکھائے قدرت نے اپنے جلوے خود آپ کانون مین سنگ ہوکر
اسی کے یہ رنگ ہین چمن مین اسی کے جلوے ہین آسمان پہ
فلک پہ چمکا وہ مہر ہوکر گلون سے نکلا وہ رنگ ہوکر
ہمارا رونا نہین عبث ہے کہ اس سے سیراب ملک ہوگا
بھینگے آنسون یہ چشم تر کے دلون مین دریاے گنگ ہوکر
محب نہ کھولو زبان اپنی کہ ہین نصیحت سے لوگ برہم
دلون مین چبھتی ہین غافلون کے تمہاری باتین خدنگ ہوکر

ڑے

دم بھر تو بیٹھنے دے غریب الوطن کو چھوڑ
اے چرخ بد نہاد عناد کہن کو چھوڑ

صیاد تاک مین ہے گلون مین لگی ہے آگ
بگڑی ہواے باغ ہے بلبل چمن کو چھوڑ

کب تک رہے گا جال مین تقلید کے پھنسا
لے کام اپنی عقل سے دیوانہ پن کو چھوڑ

آثار خیر چھوڑ کے جا تا ملے ثواب
کوڑی بھی اپنے پاس نہ باقی کفن کو چھوڑ

لکھ وہ خیال جو کہ ہو کچھ قوم کو مفید
مضمون چشم و ابرو و لعل و دہن کو چھوڑ

دو دن کی زیست گل کی طرح ہنس کے کاٹ دے
اے عندلیب نالہ و رنج و محن کو چھوڑ

اس صیدگاہ دل مین یہ موذی ہے شیر نفس
کر اس کو تو شکار غزال ختن کو چھوڑ

دونون سے کام لے کہ نہ مرجائین قبل بہت
بے کار روح اور نہ اعضاے تن کو چھوڑ

کیا لطف زیست اہل وطن ہون اگر عدو
غربت مین آبرو سے بسر کر وطن کو چھوڑ

باقی اثر ہے روح کا فانی ہے یہ بدن
دے تقویت دماغ کو فکر بدن کو چھوڑ

مشاطگی بھی فرض ہے ماں باپ پہ کہین
مختار اپنے بیاہ کا دولہا دولہن کو چھوڑ

علم و عمل میں وقت عزیز اپنا صرف کر
دن رات کے سنگہار کو اس بانکپن کو چھوڑ

اہل کمال کی نہیں ہوتی وطن میں قدر
تو آبرو بڑھا گھر اپنی عدن کو چھوڑ

دشمن ہے عاقلوں کا تو ہے احمقوں کا دوست
گردون دون پرست تو اس سفلہ پن کو چھوڑ

سیر کتاب میں تو ہے باغ جہان کی سیر
راحت سے بیٹھ گوشے میں سیر چمن کو چھوڑ

مرنے کے بعد گاڑ ہی دیگا کوئی کہیں
کر فکر خیر خلق خیال کفن کو چھوڑ

سمجھا تھا تو تو ان کو محب جان سے عزیز
یہ غیر جب سمجھتے ہیں تو بھی دکن کو چھوڑ

ز

دیکھ صیاد نہ دیکھ اپنے گرفتار کو تیز
منتظم دیکھتا رہتا ہے دل آزار کو تیز

دوڑ میں علم و عمل کے نہیں اچھی تیزی
جلد تھک جاتا ہے کرتا ہے جو رفتار کو تیز

مرض کہنہ ہے یہ سخت جنون پر وہ
دے طبیب اتنی دوا اور ہی بیمار کو تیز

دل میں چبھ جائے نہ ہے گل کی طبیعت نازک
بلبل زار نہ کر نشتر منقار کو تیز

خرق عادات تو اس قوم میں ادنی سی ہے بات
پیر صاحب یہاں دوڑاتے ہیں دیوار کو تیز

کیوں نہ ہر آن ہو یورپ کی ترقی کو عروج
کہ وہاں رکھتے ہیں بجلی سے بھی اخبار کو تیز

منطق و علم بلاغت تو مقرر کی ہے جان
پہلے کر لیجئے اس سان پہ تلوار کو تیز

حسن و ہنر میں ملتا نہیں بے رنج کے گنج
گل بھی رکھتے ہیں نہاں نوک سر خار کو تیز

زاہد وہ سب کا خدا ہے وہ غفور اور رحیم
دیکھتے آپ ہیں کیوں رند گنہگار کو تیز

ہے یہ اخبار ترقی کا تو برقی آلہ
برق ساں کیجئے اخبار کی رفتار کو تیز

قدر آزاد خیالی تو ہے یورپ میں محب
اور رکھتے ہیں یہاں خنجر خونخوار کو تیز

سین

ہے بہار و خزان ہر ایک برس　　یہ جوانی مگر ہے چند نفس

عورتین ہر جگہ کی ہین آزاد　　قطعہ ہین مگر ہند کی اسیر قفس

خوار و مظلوم و بےکس و محبوس　　کوئی ان سا نہین کہین بےبس

سب سمجھے مفلس کو کیون امیر حقیر　　کم ہے طاؤس سے یہ حسن مگس؟

وائے غفلت ہمین رہے پیچھے　　کان مین آئی بھی نہ بانگ جرس

نفع کی بات بھی نہین سنتے　　اور پھر ہے ترقیون کی ہوس

کیا کہین منہ سے اسلئے کہ جہان　　خوف سلطان ہو اور بیم عسس

پھر وہی موت کا ہے ہر دم خوف　　آدمی گر جیئے ہزار برس

پشت ہا پشت کی ہے فکر معاش　　اور یہ زندگی ہے ایک نفس

گھٹ کے مر جائین کیون نہ یہ صیاد　　بند چارون طرف سے جب ہو قفس

گرتے ہین نوکری پہ اہل قلم　　جیسے شیرینیون پہ مور و مگس

سن چکے ہم محب تیری باتین
کچھ منہ سے نہ اور کچھ بس بس

شین

سوزش دل سے ہے دماغ مین جوش　　سر ہے یا دیگ پر ہے یہ سرپوش

اب خدا و خودی کا ہوش نہین　　کر دیا بےخودی نے کیا بیہوش

کیا رہے گی مخالفت دایم　　کوئی دن کا ہے سب یہ جوش و خروش

بت فروشون سے کیا خدا کو گلا　　یہ مسلمان تو ہین کعبہ فروش

ہمکو اپنی بھی کچھ خبر ہی نہین ‏— ایسے دنیا مین ہین کہان مدہوش
بڑھ گئے دور مین یہ گبر و ہنود ‏— خواب مین مست ہین مگر خرگوش
آتش جہل کے قریب نہ جا ‏— جاہلون مین تو ہے فساد کا جوش
نکتہ چین ہو گئے ہین دشمن جان ‏— بیٹھ پردے مین تو بھی اخفاموش
اپنے اغراض مین ہین یہ سب مست ‏— قوم کے فائدہ کا کس کو ہوش
جرم سنگین کیا ہوا ان سے ‏— عورتین کیون گھرون مین ہین روپوش
کیون کر اخلاق قوم کے ہون درست ‏— مرد و زن جب نہین ہین دوش بدوش
مرد کی زن ہی تو معلم ہے ‏— مدرسہ پہلا مان کی ہے آغوش
پھر نہ یہ مجلسین نہ تقریرین ‏— کچھ دنون کا ہے سب یہ جوش و خروش
آئے تھے جب ملی تھی مان کی گود ‏— جائینگے تو لحد کی ہے آغوش
راز دل کس سے مین کہون جا کر ‏— میری باتین سنے کہان ہے وہ گوش
بزم دل انجمن سے بہتر ہے ‏— بیٹھین خلوت مین ہم نہ کیون خاموش
حبس دایم ہے حافظ عفت؟ ‏— مانے گا بات یہ کوئی ذی ہوش

جنکو سمجھے تھے ہم محب اپنا
ہو گئے وہ بھی آہ یار فروش

صاد

زندگانی کی نہ آرام کی حرص ‏— ہے ہمین فائدہ عام کی حرص
تاکتی رہتی ہین کوٹھون کو کھڑین ‏— پردہ دارون کو ہے کیا بام کی حرص
ڈر سے مردون کے یہ سب پردہ ہے ‏— مرغ کو ہوتی ہے کب دام کی حرص

اُن سے ہوگی نہ کوئی خدمت قوم — ہے جنہیں نام کی انعام کی حرص
خدمت قوم ہے میرا مذہب — ہے مجھے کفر نہ اسلام کی حرص
اور ہونگے وہ خطابون کے حریص — ہے ہمین تو انہیں دشنام کی حرص
دل کو ہوتی ہے بہانے سے خوشی — پھر ہمین کیون نہ ہو حمام کی حرص
بیٹھ جاتی ہین یہ خود پر دے ہین — مرغ بے پر کو ہے کیا دام کی حرص
حرص محنت تو یہان ہے کسکو — ہان مگر سب کو ہے آرام کی حرص
خود بخود کام ملین گے تمکو — پہلے پیدا تو کرو کام کی حرص
چاہتے ہین کہ ڈھلے دن جلدی — ہے کتب بینون کو کیا شام کی حرص
خدمت دین ہے یہی پردہ دری — اور کیا ہوتی ہے اسلام کی حرص
ہے جنہیں خواہش صہبائے طہور — کیون نہو ان کو مئے و جام کی حرص
ایک کافی تھے پیمبر ہمکو — ہے خدا کو بھی تو پیغام کی حرص

قوم پر آپ کو قربان کرے
ہے محب تجکو اگر نام کی حرص

ضاد

گالیان کھانے کی پروا نہ زمانے سے غرض — سوتے جاگ اُٹھین یہی شور مچانے سے غرض
مجلس قوم مین آتے ہین جو ہین قوم کے دوست — خود غرض لوگون کو اس بزم مین آنے سے غرض
دین و ایمان سے ہمارے تو خدا واقف ہے — ساری دنیا کو پھر اسلام جتانے سے غرض
خدمت قوم جو منظور نہ ہوتی ہمکو — پھر ہمین آپ کی یہ گالیان کھانے سے غرض
اسکی قدرت کا جو اظہار نہ ہوتا منظور — شاہد گل کو تھی کیا رنگ دکھانے سے غرض

تھا خدا کو بھی تو منظور کچھ اظہار کمال
ورنہ اس خاک کے پتلے کو بنانے سے غرض

دوست ہی بنتے تھے ہیں اور نہ دوست کو سمجھا تھا ہیں
دشمنوں کو نہیں جی اپنا جلانے سے غرض

مرگیا دوست ولی اپنا محمد عباس
اب نہیں مقبرہ و عروس میں جانے سے غرض

نفع سے خلق کے مطلب ہے نہ کچھ لوگوں کو
پھر نہیں اپنے خیالات چھپانے سے غرض

اہل دنیا کا تو معبود حقیقی ہے یہ زر
حق سے مطلب نہیں دولت کو کمانے سے غرض

بے غرض یہ تو نہیں جاتے ہیں اللہ کے گھر
شیخ کی کچھ تو ہے تنہائی میں آنے سے غرض

قوم کے ذکر سے دلچسپ ہی حوروں کا بیان
واعظوں کو ہے فقط رنگ جمانے سے غرض

کیسے خونخوار یہ انسان تعصب سے ہیں
ان درندوں کو مجالس میں بلانے سے غرض

مصلح قوم وہی تارک دنیا ہیں محب
جز خدا جنکو نہیں کوئی زمانے سے غرض

طوطے

اہل دنیا ہی کے سر میں نہیں گھر بار کا خبط
اہل دین کو بھی تو ہی حوروں کے دیدار کا خبط

کیا دوا کیجئے مہلک ہے جنون پردہ
اور بڑھتا ہے دواؤں سے تو بیمار کا خبط

کھینچتا رہتا ہے ابرو کی طرح تیغ ہلال
کیا فلک کو بھی حسینوں کی ہے تلوار کا خبط

دیکھئے جسکو وہ شاعر ہے مگر جاہل محض
بچے بچے کو ہی کیا ہند میں اشعار کا خبط

بند ہو جاتے ہوا سامنے منظر نہ رہے
پردہ داروں کو ہے کیا رفعت دیوار کا خبط

پاس کوڑی نہیں سر میں ہی امارت کا خیال
بھیک منگواتا ہے آخر یہی نادار کا خبط

اعتقاد اور خبر پر نہ بھروسہ کیجئے
عقل گھٹ جاتی ہے بڑھتا ہی جو اخبار کا خبط

نعمتیں دی ہیں خدا نے نہ اٹھائیں کیوں لطف
ترک دنیا و لذائذ تو ہی دیندار کا خبط

[illegible]

بد تو بد نیک بھی بچتے نہیں ظلموں سے ترے
تجھکو کیا خرچ ستمگار ہے آزار کا خبط

وعدہ کر لیتے ہیں رکھتے نہیں پھر اس کا خیال
ان حسینوں میں ہوا کرتا ہے اقرار کا خبط

جوشِ دعوائے انا الحق کو چھپا بھی نہ سکا
تھا یہ منصور کو معراجِ سرِ دار کا خبط

چار تن پنجتن پاک تو سب ایک ہی ہیں
پھر نہیں پانچ کا اور ان کو ہے کیوں چار کا خبط

جلوۂ یار تو ہر رنگ میں آتا ہے نظر
زاہدوں کو ہے یہ کیوں حشر میں دیدار کا خبط

راحتِ قلب قناعت سے ہے مفلس کو نصیب
اہلِ دولت کو ہے کیوں درہم و دینار کا خبط

دشمنوں سے بھی تو کہہ دیتا ہے دل کی باتیں
ہے محب تجھکو خیالات کے اظہار کا خبط

ظوئے

خدا کے گھر میں بھی ہے پردہ و حیا کا لحاظ
نہیں ہے عورتوں مردوں کو کیا خدا کا لحاظ

بٹھاتی سر پہ ہیں اپنے حباب کو موجیں
جو بحرِ فیض ہیں رکھتے ہیں آشنا کا لحاظ

زمیں پہ آج نہ ہوتے یہ کافر و بدکار
خدا کو زاہدو! ہوتا اگر خطا کا لحاظ

حرم میں بھی تو اسی ایک بت کی حرمت ہے
کہاں ہے دیر و حرم دونوں میں خدا کا لحاظ

سمجھتی دل میں ہیں پردے کو خوب مستورات
مگر زبان سے کہیں کیا کہ ہے حیا کا لحاظ

مریضِ قوم کو قسمت پہ چھوڑ دیں کیوں کر
ذرا بھی جان ہے باقی تو ہے دوا کا لحاظ

یہ مقبرے یہ مزار اٹھا لیے سب ہیں تم نے
نہیں ہے اب تو مسلمان کو بھی خدا کا لحاظ

ہر ایک حادثۂ دہر جب ہے مرضیِ رب
تو پھر خدا کو ہو کس طرح سے دعا کا لحاظ

مٹا نہ راہ سے آثارِ رفتگانِ رہرو
کہ راہرو کو ضروری ہے نقشِ پا کا لحاظ

گھروں میں خاتونوں سے بھی ہیں آزاد پردہ نشین
جنوں پردہ عجب ہے عجب حیا کا لحاظ

شرابِ ناب ہو خلوت ہو اور حورِ بہشت
جنابِ شیخ کو اس وقت ہو خدا کا لحاظ

جو گل ہین شاد تو وہ چہیڑ چہاڑ سی خوش ہین — خموش غنچہ ہے کرتا ہے کچھہ صبا کا لحاظ

وہی سے ہین تغیر کی آندہیون سے محب
نہین ہے جنکو زمانے کی کچھہ ہوا کا لحاظ

عین

برسون ہی مین آتا ہے کسی بات کا موقع — اچھا ہی یہ اظہار خیالات کا موقع
جو علم کے عاشق ہین کتاب ان کی ہی معشوق — دیتے ہین کہین ہاتھ سے وہ راتکا موقع
پابندی اوقات سے ہوتا ہے بہت کام — پھر سیر کا ہے وقت ملاقات کا موقع
ہے قوم کی امداد و ہمدردی انسان — ہان اک نقطہ مرگ ہی خیرات کا موقع
مسجد مین بھی اب قوم کے ادبار کا ہو ذکر — واعظ! نہین دلچسپ حکایات کا موقع
پی تو بھی جوانی مین شب و روز مے علم — رندونکو غنیمت ہے یہ برسات کا موقع
اب تام سے پردہ کے تو وحشت ہو غضب کی — کچھہ اور چلو چال کہ ہے گہات کا موقع
واعظ نہین فرصت جو سنین تیری کہانی — ہر کام کا اک وقت ہے ہر باتکا موقع

خلوت مین مزا ملتا ہے باتونسے جو دلکی
کہوتے نہین جلسون مین محب راتکا موقع

غین

کسکو حاصل ہو کالجون سے فراغ — سیکہڑون علم اور ایک دماغ
علم ہے نور جہل تاریکی — اہل تحقیق ہین جہان کے چراغ

موجیں رندوں کی یاد آتی ہیں — ٹوٹتے ہیں حباب کے جو ایاغ
ڈہونڈہتا ہے خدا کو کیا زاہد — کچھہ تجھے اپنا بھی ملا ہے سراغ
بکتے ہیں مولوی بھی اب ہزیان — قوم کا کیا بگڑ گیا ہے دماغ
غم سے خالی نہیں کسی کا دل — دیکھہ لالہ کے دل میں بھی ہے داغ
عمر دنیا سے کیا بشر واقف — پیشتر کیا جانے کب سے ہے یہ باغ
پیشتر دنیا پہ حکمران ہوتا — رکھتا آدم سے گر بڑا وہ دماغ
ایک دم لی تھی سب بہار چمن — کل جہاں بلبلیں تھیں آج ہیں زاغ
راتیں جو کاٹتے ہیں پڑہتے ہیں — وہی عالم کے ہوںگے چشم و چراغ
جان دنیا کی ہے یہی انسان — اور انسان کی ہے جان دماغ
ہے یہ تعلیم و تربیت بیکار — گر دیا ہی نہیں خدا نے دماغ
موجیں بھی لہرا کر اٹھلاتی پھرتی ہیں — چل رہے ہیں حباب کے جو ایاغ
جنکی شہرت پہ ماہ کو ہے رشک — ہیں زمانہ میں آج حضرت داغ
اس اندہیرے میں تھا معلم نور — حیف کسنے بجھا دیا یہ چراغ
چھوڑ تقلید عقل سے لے کام — کہ خدا نے تجھے دیا ہے دماغ

جسکے پودوں کی تربیت ہی نہیں
کسطرح سے محب ہرا ہو وہ باغ

ف

کہاں ہے اتنا انہیں دوزخ و خدا کا خوف — کہ جتنا ایک پولس مین کی سزا کا خوف
دماغ قوم کا روشن ہو لکھہ کتاب ایسی — یہ وہ چراغ ہے جسکو نہیں ہوا کا خوف

ہیں تو زیست سے اوس قوم کی ہی مایوسی — جسے طبیب سے ڈر اور ہے دوا کا خوف

گناہ کرتے ہیں ڈرتے نہیں ہیں دوزخ سے — مٹایا دل سے ہی توبہ نے کیا خدا کا خوف

دہی ہیں چین سے اس خانۂ حوادث میں — خوشی نہ زیست کی شکوہ نہ ہے قضا کا خوف

ہوا اعتبار گیا یار و آشنائی کا — کہ آشنا کو بھی اب تو ہے آشنا کا خوف

اسیر و بیکس و مظلوم ہیں یہ مستورات — بہت بڑا ہے ہمیں ان کی بد دعا کا خوف

گھروں سے تیسرے فاقہ پہ یہ نکل پڑتیں — نہ ہوتا ان کو اگر پردہ و حیا کا خوف

بنایا شاعروں نے یار کو ہے کیا خونی — کہ دل میں عاشقوں کے ہی بہت حنا کا خوف

ہوائے تند سے گرتے ہیں اونچے اونچے درخت — گیاہ پست کو کیا شدت ہوا کا خوف

محب نہ کم ہوئی پیری میں بھی محبت زیست
گھٹی جو عمر تو بڑھتا گیا قضا کا خوف

قاف

گردۂ شمس و قمر اور یہ خوان ازرق — بانٹتے پھرتے ہیں مخلوق کو روزی کی طبق

عقل استاد ہے فطرت ہی کتاب مبسوط — پڑھتے ہیں مدرسۂ دہر میں ہم روز سبق

عمر برباد ہوئی جاہل مطلق ہی رہے — اور الٹا کئے دن رات کتابوں کی ورق

اس زمانے میں تو روٹی بھی نہیں ملتی ہے — جب تک ایڑی پہ ٹپک جائے نہ ماتھے سے عرق

دیکھتے ہیں وہی آنکھوں سے خدا کا جلوہ — رہتے ہیں علم طبیعات میں جو مستغرق

خدمت خلق عبادت مری ایمان ہے صدق — عقل معبود مری فکر پیمبر بر حق

قتل مہوش ہوئے اس پردۂ زنگاری میں — خون ہی چرخ کی گردن پہ نہیں رنگ شفق

سخت جانی کا لکھے بیوہ کی کیا حال قلم — اس مصیبت پہ تو پتھر کا کلیجہ بھی ہے شق

سنتے ہی روز جزا دعوی جنس نسوان — خوف سے حامی پردہ کا ہوا چہرہ فق
اس زمانے مین سلاست تو ہے مضمون کی جان — کہین ہو جائین بلاغت سے نہ اشعار ادق
اب تو صوفی ہے وہی صوف ہو جسکے بر مین — ناچے ڈھولک پہ زبان سے کہے ہر دم ہو حق

مرد کرتے ہین جو عورت کی حفاظت و نزات
ان سے بڑھ کر ہے محب کون جہان مین احمق

کاف

کوزہ گر ہے یہ گردش افلاک — اور یہ چرخ ہے کمہار کا چاک
منہ کو پھر بار بار دھو لینا — پہلے دل کو تو اپنے کر لے پاک
اس چمن کو ہے اختلاف سے رنگ — کوئی گل شاد کوئی سینہ چاک
قبر پر ہم سے خاکسارون کی — شامیانہ ہے گنبد افلاک
خود بخود بعد مرگ ملتے ہین — باد مین باد اور خاک مین خاک
سب مذاہب کی ہے یہی غائت — دل انسان گناہ سے ہو پاک
ایک ہی اصل کے ہین یہ سب رنگ — مے تو ہے سرخ اور سبز ہے تاک
ہم اسی بت کو جانتے ہین خدا — کیون نہ ہو عشق پھر ہمارا پاک
حق بھی لاتے نہین زبان پہ یہ — خلق سے ہی نہین خدا سے باک
بے قضا کوئی کچھ نہین کرتا — کوئی جلاد ہو کہ ہو سفاک
روز جاتے ہین خود رقیب کے گھر — آپ تو ہو گئے ہین اب بیباک
پستے ہین یہ آسیا کی طرح — گردش ارض و گردش افلاک
اے گلو! حسن چند روزہ ہے — پھر تو یہ رنگ روپ سب ہے خاک

خاک چھپانے بھی عمر بھر یہ فلک ۔۔۔ مر مٹوں کی نہ ہاتھ آئے گی خاک

ایک ہی ذات کے ہیں ست صفات ۔۔۔ نہ کوئی پاک ہے نہ ہے ناپاک

بھیڑ سے بھی وہ آج ڈرتے ہیں ۔۔۔ شیر سان جن کی کل بندھی تھی دھاک

ناقص العقل کون کہتا ہے ۔۔۔ عورتیں مرد سے تو ہیں چالاک

کیا نہیں وحشیانہ وہ زیور ۔۔۔ کان چھلنی ہوں جن سے زخمی ناک

دینداروں کی اب یہی ہے شناخت ۔۔۔ اونچا پاجامہ ہاتھ میں مسواک

دل میں بھی کوئی ہے محبت و درد
گرچہ ظاہر میں ہے محب بیباک

گاف

۱۰

ہے زمیں سے تا فلک ہر ذرہ و اختر میں آگ ۔۔۔ آدمی تو آدمی ہے عشق کی پتھر میں آگ

فکر وہ طائر ہے بام عرش ہے جس کی نشست ۔۔۔ لگتی ہے جس جا فرشتوں کے بھی بال و پر میں آگ

دیکھتا مستو نہ پیتا بادہ گر آب حیات ۔۔۔ پی سکے گر تاک سے جلتی ہوئی ساغر میں آگ

جل رہا ہے مہر بھی اس شعلہ رو کے عشق میں ۔۔۔ شمس کہتے ہیں جسے وہ بھی تو ہے چکر میں آگ

قابل افسوس ہے ان پردہ داروں کا حجاب ۔۔۔ خاک ہو جاتی ہیں جل کر لگتی ہے جب گھر میں آگ

کیوں نہ دم گھٹ جائے جیتے جی کہ اندر ہو دھواں ۔۔۔ ہے کہیں والان میں چولہا کہیں ہے در میں آگ

بچ غضب سی جس کی چنگاری لگاتی دم میں ہے ۔۔۔ سینہ میں دل میں جگر میں چشم تر میں سر میں آگ

ابر میں آتش ہے پنہاں برق ہے اس پر گواہ ۔۔۔ سوزش دل سے ہے ہوں کیوں اشک چشم تر میں آگ

کیا دبے گا خدمت قومی کا یہ جوش و خروش ۔۔۔ عشق ملت کی ہے جب تک قلب کی مجمر میں آگ

سنگ دل بھی رکھتے ہیں سینہ میں پنہاں سوز عشق ۔۔۔ کیا نہیں معلوم ہوتی ہے نہاں پتھر میں آگ

دل جو پھکتا ہے تو یہ کہتی ہے یوہ چیخ کر　　مین جلی جاتی ہون ہمدردو! لگی ہی گھر مین آگ

خاک ہونے پر بھی باقی ہے محب کچھ سوز عشق
ڈھونڈئے اکثر دبی ہوتی ہے خاکستر مین آگ

لام

کون کہتا ہے آشنا ہے دل　　یہ تو پہلو مین بے وفا ہے دل
دوست ہو جاتے ہین ترے دشمن　　اس مین کچھ تیرے ہی خطا ہے دل
راستی پر اُسی کو کم پایا　　جس کا کج فہم و کج ادا ہے دل
سالک منزل حقیقت ہون　　بدرقہ علم رہنما ہے دل
تلخیٔ وعظ و پند کا ہے اثر　　اپنے ناصح سے جو خفا ہی دل
دل کو مضبوط چاہیئے رکھنا　　ہدف ناوک بلا ہے دل
نفس سرکش کو تو نے زیر کیا　　تجکو شاباش و مرحبا ہے دل
صحبت نیک و بد کی ہے تاثیر　　خلقتاً کب بھلا برا ہے دل
ترک صوم و صلوۃ سب جائز　　دل دکھانا نہین روا ہے دل
دم مین جاتا ہے فرش سی تا عرش　　برق ہے نور کبریا ہے دل
اُن کو کیا ہے حجاب کی حاجت　　جن کا با عفت و حیا ہے دل
عورتین کیون نہ سیر باغ کرین　　کیا خدا نے نہین دیا ہے دل
دل بنینگے ہماری مٹی سے　　اہل دل کا یہ خاک پا ہے دل
دولت علم گر نہین ہے پاس　　مفلس و بینوا گدا ہے دل

ذبح ہوتے ہیں حسرت و ارمان — اے فلک کیا یہ کربلا ہے دل

گر محبت نہیں محب دل میں
وہ تو مٹی ہی سے بنا ہے دل

پوچھتا ہوں میں جب کہ کیا ہے دل — دل یہ کہتا ہے خود خدا ہے دل

وہ امیدیں کہاں کدھر ہے وہ جوش — اب تو مٹی کا ہو گیا ہے دل

دیکھ دل میں تو اپنے عیب و ہنر — کس قدر صاف آئینہ ہے دل

کیا وفا کی کوئی امید اوس سے — واقعی ان کا بے وفا ہے دل

صاف زنگ خودی سے کر کے تو دیکھ — دور بین خدا نما ہے دل

حسن صورت کا ہے نظر پہ اثر — حسن سیرت تو کھینچتا ہے دل

دو تو عالم سمائے ہیں اس میں — جلوۂ قدرت خدا ہے دل

محو نظارۂ خدا ہی ہوں — ایک جام جہان نما ہو دل

کیوں کریں غور تو ن کو تسلیم — کیا خدا نے انہیں دیا ہے دل

کعبہ و دیر سے ہے کیا مطلب — اپنا مقصود و مدعا ہے دل

کون دلبر گیا ہے اس رہ سے — ہر قدم زیر نقش پا ہے دل

قید دائم سے فائدہ کیا ہے — کیا ہر اک زن کا بے وفا ہو دل

درد ملت نہیں ہے جس دل میں — وہ تو پتھر سے بھی کڑا ہے دل

لاکھوں سر پہ بلائیں لاتا ہے — ایک آفت ہے یہ بلا ہو دل

درد انسان اگر نہیں اس میں
کس مرض کی محب دوا ہے دل

جسے دیکھا اُسی پر آ گیا دل — کسی کو دے نہ ہرجائی خدا دل
سمجھتے تھے اُسے تو باوفا ہم — مگر نکلا غضب کا بے وفا دل
حذر کیا گر نہ مانین بات اس کی — گھڑی بھر کے لئے ہوگا خفا دل
تجھے تو خاک مین ملنا ہے اکدن — کوئی دم باغ کی کھالے ہوا دل
تجھے زاہد مبارک حج کعبہ — ہمین کافی ہے اپنا حق نما دل
یہی پہلو مین ہے بس ایک دشمن — خدا محفوظ رکھے ہے بلا دل
تری مرضی پہ ہو سو جان سے راضی — خدا تو کر ہمین ایسا عطا دل
نتیجہ تربیت تعلیم کا ہے — نہ اچھا ہے نہ ہے کوئی بُرا دل
دلون کو کھینچتا ہے جذب الفت — یہ مقناطیس ہے یا کہربا دل
رہ الفت مین کیا رہبر کی حاجت — یہی رہبر یہی ہے رہنما دل
بچا کر دل یہان چلتے ہین ہشیار — کہ ہے ہر ہر قدم پر زیر پا دل
یہ کار خیر ہین سب غیر فانی — انہین مین ہے فقط تیری بقا دل
زر و جاگیر سے کیا دل کو حاصل — بغیر علم تو ہے بینوا دل
بدلتی مرگ سے ہے حالت جسم — تغیر سے نہین ہوتا فنا دل
ہماری بیکسی کی ہے یہ حالت — کہ پہلو مین بھی ہے نا آشنا دل

محب جذب محبت کی ہے تاثیر
جو آیا تھام کے وہ دلربا دل

میم

کوئی مونس ہے نہ کوئی یار و غمخوار قوم
کچھ نظر آتے نہیں اچھے ہمیں آثار قوم

مفلسوں سے خاک ہو گی قوم کی حالت درست
اہل دولت ہوں نہ جب تک یار و انصار قوم

ایک بھی نوجوان زر سے قوم پر قربان نہیں
یوں تو کہنے کو بہت ہیں حامی و غمخوار قوم

کچھ شیاطین قوم کے پیشہ ور بھی کر جاتے ہیں ستم
قوم کو بدنام کرتے ہیں یہی اشرار قوم

لیکچروں میں تو تعلی کام سب اسکے خلاف
واہ کیا ہیں قوم کے کردار کیا گفتار قوم

چھوڑ کر [illegible] ہو خوشامد سے غرض
کیوں نہ ہو جائیں ذلیل و خوار پھر اخبار قوم

قوم کی خدمت سے آگے چیز کیا ہے سلطنت
اسکا اک ادنیٰ سا خادم بھی تو ہے سردار قوم

وہ مغلظ شاعری وہ نامہذب ناولیں
اب تو یہ علم و ادب ہے اور وہ افکار قوم

جاہلوں سے کیوں مناصب اہل فن ہوں ذلیل
بدنصیبی ہے یہی اپنی یہی ادبار قوم

عیش و عشرت خود پسندی خود نمائی خود سری
قابل افسوس و نفرت ہیں یہی کردار قوم

کاہلی سے مضمحل ہوتے ہیں سب جسم و دماغ
جس سے بچتی ہی نہیں وہ ہے یہی آزار قوم

قوم کی اصلاح سمجھے کھیل بچوں کا محب
ہو ثبات کوہ جس میں وہ اٹھائے بار قوم

سید القوم خادمہم

ہسپانیہ میں ہند میں کس جا کہاں ہیں ہم
سب کی نظر میں خوار ہیں یا رب جہاں ہیں ہم

دولت گئی عروج گیا سلطنت گئی
غرہ ہے یہ کہ مالک کون و مکاں ہیں ہم

اہل نظر جہاں کی کرتے ہیں پھر کے سیر
کیڑوں کی طرح کونوں میں کیسے نہاں ہیں ہم

دنیا کے مال و جاہ کو سمجھیں نہ کیوں یہ ہیچ
دل میں ہیں خوش کہ مالک حور و جناں ہیں ہم

نازاں ہیں باپ دادا کی جرأت پہ بزدلے
سمجھے ہیں یہ کہ ماہر تیغ و سناں ہیں ہم

اہل سخن کی بزم میں کیا خاک قدر ہو
اہل قلم ہیں اور نہ اہل زباں ہیں ہم

مجلس میں اہل علم کی آئیں تو از رہ مروت
سر کش ہیں تا نہ بہ ہیں دریدہ دہان ہیں ہم

واقف نہیں علوم جدیدہ کے نام سے
عاشق مزاج شایق ہر داستان ہیں ہم

کیونکر نہ حسن و عشق کے افسانے ہم پڑھیں
روز ازل سے عاشق حسن بتان ہیں ہم

ہر مسئلہ میں بلبل شیراز کی ہے سند
قرآن سے بڑھ کے معتقد بوستان ہیں ہم

افلاس جہل اور تعصب نے جان لی
کیا فائدہ علاج سے اب نیم جان ہیں ہم

ہم سا ہے کوئی اور زمین آسمان میں
شان خدا ہیں رونق ہفت آسمان ہیں ہم

یہ سب خدا و بت تو ہمیں نے بنائے ہیں
خلاق حشر و دوزخ و حور و جنان ہیں ہم

کیا نیک و بد عمل سے بدلتی ہیں صورتیں
شیطان ہیں ہم فرشتے ہیں ہم انس و جان ہیں ہم

عورت کے حفظ کا تو ہے ہر مرد و زن کو حکم
عفت کی دوسروں کے مگر پاسبان ہیں ہم

پروا نہیں حکومت ملکی اگر گئی
اپنے گھروں میں عورتوں پہ حکمران ہیں ہم

قرآن مجید [illegible]

دنیا یہ چھیڑتی ہے عبث ہم سے تو محب
کچھ اور چند روز کے اب مہمان ہیں ہم

نون

ہے شکایت یہ زمانے کا ستم اٹھتا نہیں
جانب علم و عمل لیکن قدم اٹھتا نہیں

صبر کی تو یہ بڑا جو ہے علاج ہر بلا
مال و جاہ و زور زر سے کوہ غم اٹھتا نہیں

حریت نسوان سے روکا ہم کو کیوں اہل وطن
جوش حب قوم دل میں دمبدم اٹھتا نہیں

ہر قدم پہ ہے فنا ہر گام پہ ہستی بھی ہے
پاؤں کیوں پھر جانب راہ عدم اٹھتا نہیں

سیم و زر چند دن میں دیکر قوم کو ممنون کر
دل پہ جب بیٹھا تو پھر نقش درم اٹھتا نہیں

ہے گوارا اپنی محنت سے اٹھائیں ہم پہاڑ — پر کسی کا بارِ احسان و کرم اٹھتا نہیں
سر کے بل جاتا ہوں بت خانے کو شوقِ دید میں — پر قدم میرا سوئے بیت الحرم اٹھتا نہیں
پاؤں میں بیڑی تعصب کی ہے سر پر بارِ جہل — راستے میں اب ترقی کے قدم اٹھتا نہیں
اے فلک یہ ہوگی یہ حالت یہ فاقہ کشی — اب تو تیرا پردہ داروں سے ستم اٹھتا نہیں
عشق کے دفتر کے دفتر رات دن لکھتے ہیں آپ — بیکسوں کی پر حمایت پر قلم اٹھتا نہیں
کثرتِ ازواج نے ڈھائی تمدن کی بنا — وائے غیرت پھر بھی دستورِ حرم اٹھتا نہیں
کیا اٹھانے سے اٹھیں اب ہم کہ ہیں وہ ناتواں — بیٹھکر صورت نقشِ قدم اٹھتا نہیں
عشق میں کوہ گران کا بھی اٹھانا سہل ہے — ان حسینوں کا مگر جور و ستم اٹھتا نہیں
رحمِ مادر سے لحد تک آب و دانہ ساتھ ہو — جیتے جی تو رزق اپنا بیش و کم اٹھتا نہیں
بے فنونِ جنگ یہ سب علم و دولت ہیچ ہیں — تا قیامت رعبِ شمشیر و دم اٹھتا نہیں
اس عروجِ چند روزہ پر عبث ہے یہ غرور — جب گرا پھر صاحبِ جاہ و حشم اٹھتا نہیں
وادیِ پرخار مذہب میں تو سرگردان ہیں — راہِ علم و عقل میں لیکن قدم اٹھتا نہیں
پردۂ نسوان کے اٹھ جانے کا ہو کسکو یقین — کاغذ جاذب سے بھی یہ حرفِ نم اٹھتا نہیں

سہل سمجھے تھے بہت عشق و محبت کو محب
آپ سے معشوق کا جور و ستم اٹھتا نہیں

ہماری آرزوئیں بھی ہمارے دل کے ٹکڑے ہیں
مگر بعد فنا دیکھو تو یہ سب گل کے ٹکڑے ہیں ٭
فلک پر قوتِ تعلیم نے عالم کو پہنچایا ٭
پڑے غارِ مذلت میں سے جاہل کے ٹکڑے ہیں

مکافاتِ عمل دیکھو ہیں ٹکڑے تو کر ڈالا
پشیمانی سے لیکن خود دل قاتل کے ٹکڑے ہیں

مثالِ ماہیِ بے آب تڑپے کیوں نہ یہ بیدرد
شمار ان کا نہیں اتنے دلِ بسمل کے ٹکڑے ہیں

تجھے اے سنگ دل ان سخت جانوں پر نہ رحم آیا
ترے یہ دل جگر فولاد کے یا سِل کے ٹکڑے ہیں

چھپائے سے کہیں چھپتا ہے خونِ کشتگانِ قاتل
گلِ صدبرگ شاخوں پر کسی کے دل کے ٹکڑے ہیں

ذرا سی ٹھیس سے یہ شیشۂ دل چور ہوتا ہے
مگر جڑتے نہیں پھر جوڑنے سے دل کے ٹکڑے ہیں

ہوئی تشریح بعد از مرگ سے معلوم یہ حالت
کہ اک مجروح سینہ میں ہزاروں دل کے ٹکڑے ہیں

نہ توڑا اے سنگدل گلچیں گلِ صدبرگ سختی سے
ارے بے رحم یہ غنچے کے نازک دل کے ٹکڑے ہیں

کیا لیلیٰ نے پردہ چاک شوقِ دیدِ مجنوں میں
پڑے دشتِ جنوں میں پردۂ محمل کے ٹکڑے ہیں

کرے گا چارہ گر کیا اب علاج ہو گا ان ہنسنے
جگر کے سینہ کے جانِ حزیں کے دل کے ٹکڑے ہیں

کہیں کیا شعر درد و قوم کچھ کہنے نہیں دیتا

کلیجہ منہ کو آتا ہے ہزاروں دل کے ٹکڑے ہیں
پسینہ خون ہوتا ہے محب جب شعر ڈھلتے ہیں
نہیں اشعار یہ کاغذ پر اپنے دل کے ٹکڑے ہیں

جوانانِ دکن یوں پڑھ کے لندن سے نکلتے ہیں — کہ جیسے گوہرِ نایاب معدن سے نکلتے ہیں

مضامین نور کے کیا ذہنِ روشن سے نکلتے ہیں — پری رویان بھی دل کی چلمن سے نکلتے ہیں

نہ چھپتے ہیں نہ باہر صاف چلمن سے نکلتے ہیں — نگہ کے تیر ہر دم چشمِ پرفن سے نکلتے ہیں

کھٹکتے تھے بہت اے باغباں ہم تیری نظروں میں — برنگِ بوئے گل لے آج گلشن سے نکلتے ہیں

نکلتی ہیں خواتینِ حرم جب اوڑھ کر برقعے — یقیں ہوتا ہے مردے اپنے مدفن سے نکلتے ہیں

کلامِ نرم قلبِ سخت کو بھی موم کرتا ہے — زباں کے کام کب شمشیرِ آہن سے نکلتے ہیں

چھڑایا موت نے اس زندگی کے سب بکھیڑوں سے — خدا کا شکر ہے ہم آج الجھن سے نکلتے ہیں

کریں پردہ نہ کیوں وہ اس سے شوقِ دید بڑھتا ہے — ادا و ناز کے سب کام چلمن سے نکلتے ہیں

نکلتی ہی نہیں شام و سحر یہ عورتیں باہر — وحوش و طیر بھی اس وقت مسکن سے نکلتے ہیں

ہزاروں گلبدن اے وحشتِ غربت چاک کر کر — برنگِ لالہ و گل چیر کے دامن سے نکلتے ہیں

یہ فنِ شاعری ہے وہ قومی آلہ ترقی کا — نہ نکلیں تیغ سے وہ کام اس فن سے نکلتے ہیں

فرشتے موت کے اس طرح لیجاتے ہیں روحوں کو — لئے پھولوں کو گلچیں جیسے گلشن سے نکلتے ہیں

چمن میں بلبلیں پڑھتی ہیں جب رنگین غزل میری — گلِ تحسین زبانِ گنگ سوسن سے نکلتے ہیں

مہک اٹھیگا سارا ہند ان پھولوں کی خوشبو سے — گلِ مضمون رنگیں آج خرمن سے نکلتے ہیں

نکلتی ہے دلِ بیوہ سے آہِ آتشیں ہر دم — شرارے آگ کے جس طرح گلخن سے نکلتے ہیں

جگر پھٹتا ہے ان پردہ نشینوں کی مصیبت پر — قفس میں بند ہو کر جب یہ مسکن سے نکلتے ہیں

بچایا نفس کی گھاتوں سے تیرا شکر ہی یا رب
بہت کم بچکے ایسے سخت دشمن سے نکلتے ہیں

بغیر تربیت پتھر ہیں یہ سب جوہر ذاتی
تراشیدہ کہاں الماس معدن سے نکلتے ہیں

خزاں آئی چمن لوٹا گیا خاروں کی بن آئی
جنازے بلبلوں کے آج گلشن سے نکلتے ہیں

غلامی نفس کی چھوڑی تو آزادی ہوئی حاصل
محب کب بندۂ زر دام رہزن سے نکلتے ہیں

لہو کا جام ہے یہ ساغر شراب نہیں
جلا رہے دلکو وہ شعلہ ہے آفتاب نہیں

جلا دیا ہے کلیجے کو آتش تر نے
جگر یہ سینہ میں کیا سیخ پر کباب نہیں؟

شراب خوار میں مجنوں میں ہے کوئی فرق
جنون کے مورث اعلی میں کیا شراب نہیں

اسی سے جامہ سے باہر ہوئی ہے بنت عنب
کہ محتسب کا کوئی اسپر رعب و داب نہیں

مضرتوں کے سوا جس میں کوئی نفع نہو
تو ایسی چیز سے کیا فرض اجتناب نہیں

نہیں ہے لال پری شیشہ میں یہ ڈاین ہے
جنوں کا جوش ہے یہ نشۂ شراب نہیں

نہ پی شراب کہ جلجائیگا دماغ و جگر
یہ آگ آتش دوزخ ہے سرخ آب نہیں

جگر کو کاٹتی ہے دل کو خون کرتی ہے
شراب سا کوئی زہریلا تیزاب نہیں

پئینگے ہاتھ سے حوروں کے بھی نہ جام طہور
حرام خلد میں گرچہ محب شراب نہیں

ہمارے دین میں پردہ نہیں حجاب نہیں
ترقیوں کا یہاں کوئی سد باب نہیں

یہ خواہشیں یہ امنگیں یہ ولولے یہ جوش
سرور بادۂ احمر ہے یہ شباب نہیں

کسیکے حسرت و ارمان و ولولہ کا ہے جوش
یہ سطح آب پہ اٹھتے ہوے حباب نہیں

جو دیکھا چشم بصیرت سے یہ ہوا معلوم
[illegible] بُرے جہان میں کوئی خراب نہیں

رضا و صبر پہ ہر دم جو ہے نظر میری — کسی بلا مین مجھے کوئی اضطراب نہین
گیا ہے تا بفلک دودِ آہِ بیوہ ہند — یہ اسکے دل کے بخارات ہین سحاب نہین
اُمید و بیم کا میدان ہے عرصۂ ہستی — سراب اتنی ہین اس مین کہ کچھ حساب نہین
ہوا بھری تھی دماغون مین جنکے نخوت کی — یہ اُن کے کاسۂ سر ہین کوئی حباب نہین

نگاہِ حاسدِ بدبین مین ہی خراب محبؔ
تری غزل کا تو اس رنگ مین جواب نہین

علم کا اس سرزمین مین قدردان ملتا نہین — عالمون کا تو یہان نام و نشان ملتا نہین
دھوم تھی جسکے تمول کی جہان مین ہر طرف — وہ ہمارا کانِ زر ہندوستان ملتا نہین
مفلسی کی بھی نہین کرتے شکایت اہلِ ہند — سچ تو یہ ہے کوئی ان سا بے زبان ملتا نہین
فہم ہی جن کو وہ اہلِ کار کی کرتے ہین قدر — نا سمجھ حاکم کو کوئی کاردان ملتا نہین
ہر جگہ یورپ مین ہے ہمدردیِ انسان کی رسم — ہند مین لیکن کہین اس کا نشان ملتا نہین
جسکو دیکھو وہ مثالِ آسیا چکر مین ہے — چین دم بھر بھی بزیرِ آسمان ملتا نہین
چشمِ بینا کے لئے عالم ہی سارا درسگاہ — علم و حکمت کا سبق ہم کو کہان ملتا نہین
علم ہو تو دل ہے اپنا رشکِ صد باغِ بہشت — آسمان پر بھی یہ گلزارِ جنان ملتا نہین
کام کو اتنا تو سیکھو کام خود ڈھونڈے تمہین — کام تو ملتے بہت ہین کاردان ملتا نہین
ڈھونڈتے پھرتی ہین یہ دیر و حرم مین کیون عبث — کس جگہ اُس بت کا سنگِ آستان ملتا نہین[له]
دور سے معلوم ہوتے ہین بہم ارض و سما — یہ تو دھوکا ہے نظر کا آسمان ملتا نہین
بات جو ہوتی ہے دل مین لب پہ آتی ہے ضرور — کون کہتا ہے خدا کا رازدان ملتا نہین
آشنا مطلب کے ثروت مین تو لاکھون ہین محبؔ — ایک بھی آفت مین یارِ مہربان ملتا نہین

[له] اینما تولوا فثم وجہ اللہ۔

ہزاروں عورتیں ہیں اشکبار پردے میں ۔۔ دکھائیں اپنا کسے حال زار پردے میں
بدن ہے سوکھ کے کانٹا گل عذار ہیں زرد ۔۔ یہ گلبدن ہوئے افسوس خار پردے میں
نہ چھوٹیں بعد فنا بھی یہ دام حبس سے آہ ۔۔ بنائے جاتے ہیں ان کے مزار پردے میں
چمن میں آئیں تو کنج قفس نصیب ہوا ۔۔ نہ دیکھی باغ جہاں کی بہار پردے میں
کوئی ہے زرد کوئی مضمحل کوئی بیمار ۔۔ یہ عورتوں کا ہوا حال زار پردے میں
اٹھاتے پھرتے ہیں دن رات لطف زیست مرد ۔۔ گذرتے ہیں انہیں لیل و نہار پردے میں
بری ہے جسکی طبیعت وہ مانتی کب ہے ۔۔ نہ باز آئے گی رکھو ہزار پردے میں
بدلتی پھر سے ہے کوئی خوئے بد بھی کہیں ۔۔ ہزاروں کھیل رہی ہیں شکار پردے میں

محب خموش کہ اچھی نہیں ہے پردہ دری
چھپے ہیں عیب ہمارے ہزار پردے میں

میں محب کا فرو دیندار ہوں ۔۔ صلح کل ہوں اور سب کا یار ہوں
مرتبہ میرا ہے شاہوں سے بلند ۔۔ ملک و ملت کا میں خدمت گار ہوں
ہے زمین شعر پر قبضہ مرا ۔۔ آسمان شعر کا سردار ہوں
خامۂ مشکیں ہے میرا ذو الفقار ۔۔ میں غلام حیدر کرار ہوں
نعمت دنیا کی ہے کسکو ہوس ۔۔ میں تو اپنی قوم کا غمخوار ہوں
بعد مرنے کے ہوئی عزت تو کیا ۔۔ قوم کی نظروں میں اب تو خوار ہوں
حبس سے کسطرح چھوٹیں عورتیں ۔۔ ہے یہی غم جس سے میں بیمار ہوں
چاہتا ہوں بند رکھوں میں زبان ۔۔ دل پہ قابو ہی نہیں ناچار ہوں
لاکھ چونکایا نہ چونکی ہائے قوم ۔۔ اس کی غفلت سے بہت بیزار ہوں

ضعف پیری سے کیا ہے کیا نحیف — ناتوانون کی نظر کا تار ہون
ہے لب بام آفتاب زندگی — کوئی دم مین مین نظر کے پار ہون
ہون نگاہ مردم بینا مین گل — چشم بد بین کی نظر مین خار ہون
کافر و مومن نظر آتے ہین ایک — بادۂ وحدت سے مین سرشار ہون
کیمیا سے خلق کیا کافی نہین ✦ — کیون عبث مین طالب دینار ہون
یار کے گھر کون جاسے باربار
کیون محب احباب پر مین بار ہون

پاتے ہین اہل علم جو لذت کتاب مین — میخوار کو نصیب کہان وہ شراب مین
سمجھے نہ فائدہ کوئی شرب شراب مین ۱۰ — مار سیہ کا زہر ہے اس تیز آب مین
جلکر کباب کیون نہ ہو میخوار کا جگر — دور خ کی آگ ہے قدح آفتاب مین
پیری مین علم و فن کی ہوئی ہے ہمین ہوس — افسوس یہ خیال نہ آیا شباب مین
عورت کو ہر مرد کو امر ت ہے کیون یہ علم — فرماتین اہل ملک کچھ اس کے جواب مین
لکھے گا او رکاتب اعمال کب گناہ — تل بھر تو اب جگہ نہین فرد حساب مین
ہے زندگی خیال تو دنیا بھی ہے سراب — خوابین عجیب دیکھ رہا ہون مین خواب مین
غم کی گھٹا مین آس دکھاتی ہین یون جھلک — جیسے کہ برق کوندہ رہی ہو سحاب مین
اللہ رے اسپ عمر تری تیز گامیان — پہنچا عدم مین پاؤن جو رکھا رکاب مین
ارمان گئے امید گئی آرزو گئی — اب کیا رہا ہے اس دل خانہ خراب مین
وہ شیر ہے جو خوف مین ثابت قدم رہے — رہتے نہین حواس بجا اضطراب مین
ان عورتون کے حال پہ روتا ہون رات دن — دریا سما گیا مری چشم پر آب مین

کسکی مجال جو کوئی ثنا کی ہو اے کریم پنہاں ہزار لطف ہیں تیرے عتاب میں
ساقی پلا دے پھر قدح آب آتشین خامی ابھی ہے اور جگر کے کباب میں
جن کے دلوں میں زہر حسد سے بھرا ہوا رہتے ہیں مثل مار وہی پیچ و تاب میں
پیری میں کیا شباب محب ہمکو یاد آئے
دیکھا تھا ایک خواب پریشان سا خواب میں

وہ بے غرض ہیں کہ دنیا پہ ہم تھو نہ کریں خدا سے بھی کبھی جنت کی آرزو نہ کریں
جو آئیں عقل میں باتیں بیان کریں واعظ صفات حور و جنان میں مگر غلو نہ کریں
وہ کرم خوردہ ہیں افسوس اس چمن کے شجر جو تربیت بھی ہوا ان کی تو یہ نمو نہ کریں
ہم ایک مست خرابات رند مشرب ہیں ہمارے حال کی زہاد جستجو نہ کریں
یہ کہہ دو محفل رندان میں ہم بھی آتے ہیں خدا کے واسطے خالی ابھی سبو نکریں
جو منھ پہ کہنے سے ملتے ہیں سارے رنج و ملال تو کیوں شکایت احباب دو بدو نہ کریں
ہماری باتوں پہ کچھ عذر تو کریں ملا بھلا کے غیظ سے موٹی رگ گلو نہ کریں
بغیر علم و ہنر آدمی کی کیا وقعت غرور حسن پہ اپنے یہ خوبرو نہ کریں
برا جو کہتے ہیں مجھکو کہیں اجازت ہے مگر وہ گالیاں دینے کی اپنی خو نہ کریں
مرے کلام کی ذی فہم داد دیتے ہیں حسد سے گو مری تحسین مرے عدو نہ کریں
خدا کرے تجھے کوثر مبارک اے زاہد خدا کے مست تو اس سے کبھی وضو نہ کریں
ہماری قدر کرینگے سخنوران جہان بلا سے اہل دول عزت آبرو نہ کریں
جو آئیں مجلس رندان میں حضرت ناصح فضول بحث کوئی لغو گفتگو نہ کریں
اٹھا سکیں گے نہ ہم بار منت احباب ہمارے چاک جگر کو محب رفو نہ کریں

زمانے کے جور و ستم دیکھتے ہین
دکھایا جو تو نے وہ ہم دیکھتے ہین

بہت داغ اور ون کے ہم دیکھتے ہین
مگر اپنے عیبون کو کم دیکھتے ہین

یہ تقلید بیجا سے بھولین گے رستے
ہم اس راہ مین پیچ و خم دیکھتے ہین

عبث جا بجا ہین کیون اہل باطن فلک پر
زمین ہی سے لوح و قلم دیکھتے ہین

ہیون تشنۂ جاہ ہین مست منعم
کہان ہم کہان جام جم دیکھتے ہین

سنی تھی جو اسلام کی پست حالت
وہ اب اپنی آنکھون سے ہم دیکھتے ہین

کہین حبس نسوان کہین جوشِ مذہب
جہالت خدا کی قسم دیکھتے ہین

نہ اگلی سی دولت ہے ہندوستان مین
نہ پہلے سے جاہ و حشم دیکھتے ہین

جہان دیکھئے ہین جہالت کی باتین
مگر علم و تہذیب کم دیکھتے ہین

جو پہنچے ہین اعلےٰ مراتب پر انسان
ہم اُن کے نشانِ قدم دیکھتے ہین

جو سمجھے ہین انجام سیر و سیاحت
وہ دنیا کے سب پر و پیم دیکھتے ہین

جو تارک ہین دنیا کے جورون کی خاطر
وہ ہستی مین خواب عدم دیکھتے ہین

کسی علم و فن مین جو ہوتے ہین کامل
اُنہین کو یہان محترم دیکھتے ہین

جو کرتے ہین اپنے بازو سے محنت
وہی دستِ اہل کرم دیکھتے ہین

لُٹاتے ہین جو وقت کی مفت دولت
وہی مفلسی کے ستم دیکھتے ہین

سرک جائین اعدائے تعلیم نسوان
ہم اب سوئے سیف و قلم دیکھتے ہین

جنہین ذوق ہے اس نئی شاعری کا
ہمارا وہ طرزِ رقم دیکھتے ہین

محب دیکھین کیون آئینہ مین بصورت
اسے دل مین ہم دمبدم دیکھتے ہین

گر عورتون مین جوہر ذاتی وفا کے ہین ۔ پھر اُنپہ کیون گمان ہین مکر و دغا کے ہین

اے زاہدو یہ رند ہین ہمدرد قوم و ملک ۔ مقبول حق ہین خاص یہ بندی خدا کے ہین

پامال عورتون کو کیا ذبح اے فلک ۔ انداز یہ نئے ترے جور و جفا کے ہین

کہتے ہین اوس کو نحس تو سمجھے ہین اسکو سعد ۔ کیا مستند خواص یہ بوم و ہما کے ہین

بچون کی تربیت سے ہی سرسبز باغ قوم ۔ اس پود کے یہ دن ہی تو نشو و نما کی ہین

محبوس تا بہ زیست گھرون مین ہین عورتین ۔ اچھے اصول ہند مین شرم و حیا کے ہین

لایق ترقیون کے تو ہین مفسدانِ قوم ۔ یہ خادمانِ ملک ہی قابل سزا کے ہین

جہل و تعصب و حسد و بغض کے مریض ۔ لایق علاج کے ہین نہ قابل دوا کے ہین

آزادی نسا کا تو نکلا ہے منہ سے حرف ۔ قائل ہم آپ اپنے قصور و خطا کے ہین

پیری مین ابھی جنہین ہے جوانی کا جوش عشق ۔ بگڑے ہوئے امیر وہی ابتدا کے ہین

زاہد ترے ریاض کا اک باغ ہے صلہ ۔ ہم رند تو زمین پہ خلیفے خدا کے ہین

عالم کی سیر کرتے ہین عزلت مین بیٹھکر ۔ جلوے ہماری دل ہی ہین ارض و سما کے ہین

اوندھا رہے گا تیرا کبھی یہ کاسہ مراد ۔ اے آسمان اثر یہ مری بد دعا کے ہین

تیغ دلیل سے کہین کٹتے ہین بندِ رسم ۔ حلقے یہ اعتقاد کے پھندے بلا کے ہین

انسان علم ہی سے پہنچتا ہے تا بہ عرش ۔ اس راہ مین نشان کئی نقش پا کے ہین

کیونکر نہ آئے جوش مین رحمت تری کریم ۔ ان عورتون پہ ظلم بھی تو انتہا کے ہین

بغض و حسد مین ہمکو یہ حاصل ہوا کمال ۔ دشمن جو دوست کے تو عدو آشنا کے ہین

خود اڑ کے رزق آتا ہے ٹلتی نہین اجل ۔ حیلے ہین رزق کے تو بہانے قضا کے ہین

کیا بھید ہے جو شاد ہین اس غم کدہ مین گل ۔ دم بھر کے بعد گرچہ حوالے فنا کے ہین

مرغ ہوا نما کی طرح پھیرتے ہین رخ
اہل جہان بھی دیکھنے والے ہوا کی ہین

ہم باندھتے ہین شعر مین کچھہ درد دل محب
رنگینیان ہین اس مین نہ مضمون حنا کے ہین

رہے ہم تو نثار خاک پائے مسلمین برسون
سمجھتے ہی رہے کافر ہمین یہ اہل دین برسون

نہ دینگے ہند مین گر زور اب تعلیم نسوان پر
رہیگی مرکز نقل جہالت یہ زمین برسون

نہون کیون سوکھہ کر کانٹا یہ گل اس حبس دایم سے
نکلنے ہی نہین پاتے گھر ولسی نازنین برسون

زنان ہند کو شرم و حیا سے تو رہی رکھا
رہی گھونگٹ مین بھی نیچی نگاہ شرمگین برسون

ترقی اور سل سے کیون نہ دین پھر جان گھٹ گھٹ کر
رہین جب بند زندانون مین یہ پردہ نشین برسون

کہان کا باغ کیسی مجلسین کیسے کلب ناٹک
نکلتی ہی نہین گھر سے کہین عزلت گزین برسون

ذرا سی عمر وہ بھی صرف سنگ و خشت کرتی ہین
مکان رہتا ہے صدیون اور رہتے ہین مکین برسون

بنایا ہے مہذب وحشیون کو علم سے ہمنے
رہا ہے ملک یورپ اپنے ہی زیر نگین برسون

دکن کی بھی نہ کی کچھہ سیر ہمنے ہند سے آکر
جہان آئے مثال نقش پا بیٹھے وہین برسون

عبث اس نوجوانی پر ہے نازان گل عذارو تمکو
رہا کرتا ہے حسن چندروزہ بھی کہین برسون

ملایا خاک مین ان عورتون کو رسم پردہ نے
ہماری بات کا تمکو نہ آئیگا یقین برسون

نہون خاک سیہ کیون بیوگان ہند خود جلکر
کہ نکلی ہے دل سوزان سے آہ آتشین برسون

بلند ہون خادم اسی پیغمبر برحق کی امت کا
رہے ہین جسکی خادم حضرت روح الامین برسون

پہنچ جائینگے ہم بھی منزل مقصد پہ گر پڑ کر
رہ الفت مین کسنے ٹھوکرین کھائین نہین برسون

ہمین برباد کرتے ہین کرین لیکن یہ سن رکھین
بہت پچھتائینگے اپنے کیے سے اہل کین برسون

مثال بدر ہوتے ہین وہی کامل زمانے مین
در علم و عمل پر جو رگڑتے ہین جبین برسون

ہوا اک بال بھی بیکا نہ تجہہ سے ای فلک میرا
چڑہاتا ہی رہا گو قتل پر تو آستین برسون

جسے ہی پائداری وہ ہی حسن خلق وعلم وفضل
کہان رہتا ہے قایم مثل گل رنگ حسین برسون

رہا کیا گردش قسمت سی میرے پاؤن مین چکر
مثال نقش پا بیٹھا نہ مین دم بھر کہین برسون

ہمارا دل بھی بے تعلیم خارستان نہ ہو کیونکر
کہ خار آگئے ہین جب رہتی ہی افتادہ زمین برسون

محب اس زندگی مین کچہہ تو ایسا کام کر جسپر
زبان خلق سے نکلے صدا ے آفرین برسون

رنج وراحت مین جو ہین مردونکی یاور عورتین
کیون رہین محبوس پہر یہ گہر کے اندر عورتین

گہر کی زینت کے لیے کافی ہی دانا ایک زن
فائدہ کیا سیکڑون نادان ہون گر عورتین

آسمان تعلیم سے ہی آج یورپ کی زمین
مرد تو شمس و قمر ہین اور اختر عورتین

واہ کیا انصاف ہے اے قوم تیرا واہ واہ
مرد تو با بال و پر ہون اور بے پر عورتین

پردۂ نسوان کو کافی ہے یہی اک حکم رب
اوڑہ لین وہ چادرین نکلین جو باہر عورتین

حبس دایم سے رہائی کا جو آجاتا ہے ذکر
یاس سے تکتی ہین منہ با دیدۂ تر عورتین

بڑہتی ہی جاتی ہی پردے مین سل و دق رات دن
اس مرض مہلک سے کیا ہوتی ہین جانبر عورتین

اس تعدی کا مزا اسوقت چکہینگے رجال
آئینگی فریاد کو جب روز محشر عورتین

شرم کی قابل ہے تیری قوم ایسی زندگی
مرد باہر خوش رہین اندر مکدر عورتین

رومیون سے حضرت اسما و خولہ کی نبرد
قطعہ یہ بتاتی ہے کہ ہین مردون کی ہمسر عورتین

چاندبی نورجہان دونون کی جرات یاد ہی
آپ خود لڑتی تھین فوجون سی بہ اکثر عورتین

آجکل گو بزدلی مین عورتین ہین بے نظیر
تھین مسلمانون کی لیکن شیر صفدر عورتین

پکہہ اکیلی چاندبی ہی تھی نہ اکبر سے لڑی
کس زمانہ مین نہ تھین فوجون کی افسر عورتین

عورتون کے پیٹ سے پیدا ہوی ساری بنی — کیا ہوا گذرین نہون اب تک پیمبر عورتین
جو ہر تعلیم سے گو ہر ہین یورپ کی نسا — ہند کی لیکن جہالت سے ہین پتھر عورتین
عورتون کو بے ہنر رکھنا ہی کیا ہی شرمناک — بعد شوہر مانگتی پھرتی ہین در در عورتین
حافظ عورت کا مردون سے سرمو کم نہین — یاد کرتی ہین کلام اللہ از بر عورتین
خلد مین ہوگا نہ یہ منحوس پردہ بالیقین — دست حیدر سے پئینگی جام کوثر عورتین
خوف کیا اُنکو فشار قبر کا بعد از ممات — جیتے ہی جی دفن ہین جو گھر کے اندر عورتین
لیڈیون کے سامنے اب گرد ہین سیاح بھی — دشت و صحرا کا لگاتی ہین یہ چکر عورتین
ہے نساء مسلمین ہند کا کیا حال زار — خوف سے مرجائین گر جائین ییا باہر عورتین
عورتین یورپ کی ہین سب صاحب علم و ہنر — ہند مین ہین بے ہنر افسوس گھر گھر عورتین
اسقدر اپنی اطاعت کا ہی مردون کو خیال — چاہتے ہین دم نہ مارین زیر خنجر عورتین

جب خدا ترجیح دیتا ہے بیٹی کو بیٹے پر عجب
کیون نہ ہون مردون سے پھر بالا و برتر عورتین

یعنی اللہ کی کلام کا لاشی (قرآن شریف)

قوم مین اب عدل و رحم و دوستی یکسر نہین — یار سب اپنی غرض کے ہین کوئی یاور نہین
ہی کہین طاعون و ہیضہ ہی کہین قحط و جدال — کس جگہ ہندوستان مین اب بپا محشر نہین
تشنہ کامون کی بجھائی موت ہی نے آکے پیاس — آب شمشیر و با ہے آب باران گر نہین
ہے زمین تو تنگ اسپر آسمان بھی ہی محیط — کس طرح نکلین کہ اس زندان مین کوئی در نہین
پر اگر ہوتے تو جاتا عرش سے بھی پرے — پر غنیمت ہے بشر کے کوئی بال و پر نہین
آسمان تک آفتاب علم کی ہے روشنی — کیا زمین پر اسے فلک مہر و مہ و اختر نہین
تربیت نے کردیا یورپ کے لڑکون کو گہر — ہندیون کی طرح وہ اب جہل کے پتھر نہین

ہم گنہگارون پہ اے واعظ ہو کیون اتنا عتاب　　کیا وہ خلاق جہان خلاق خیر و شر نہین

اس اندھیرے مین چراغ علم لیکر چل محب
غول رہزن ہین بہت لیکن کوئی رہبر نہین

ہم اپنے ہاتھ سے خود آپ خوار ہوتے ہین　　گلے فلک کے مگر بار بار ہوتے ہین

یہان کی شادی و غم مین کوئی بھی نسبت ہے　　خوشی ہو ایک تو صد مے ہزار ہوتے ہین

شب فراق مین یہ ٹوٹتے نہین تارے　　ہماری آہ مین پیدا شرار ہوتے ہین

مے طہور وہ - واعظ ! وہ دست حور وہ جام　　تری بہشت مین بھی بادہ خوار ہوتے ہین

مزے اوڑاتے ہین ہر عہد مین زمانہ شناش　　جو حق کہین وہ سزاوار دار ہوتے ہین

جو سر کٹا تو کٹا کیا یہ فخر کم ہے قوم ! 　　کہ جا نثارون مین تیرے شمار ہوتے ہین

مٹائے سے نہین مٹتے ہین خیر کے آثار　　قطعہ　　یہ قصر مثل فلک پائدار ہوتے ہین

جو آب و گل سے بناتے ہین خام طبع مکانات　　وہ چند روز کے قصر و حصار ہوتے ہین

حسب نسب زر و قوت مین بڑھ گئے بھی تو کیا　　نہین جو علم تو نظرون مین خوار ہوتے ہین

شجر لدا ہوا دیتا نہین کسی کو جو پھل　　تو شاخین ٹوٹتی ہین پھل بھی بار ہوتے ہین

جو زر پہ ٹوٹ کے گرتے ہین مثل مرغ حریص　　وہ آپ دام اجل کے شکار ہوتے ہین

خوشی مین واسطے سے چھوٹے مگر مصیبت مین　　پہاڑ بھی یہی لیل و نہار ہوتے ہین

عروج بعد فنا ہے یہ خاکسارون کو　　کہ آسمان پہ بگولے مزار ہوتے ہین

خوشی کے ساتھ ہم آغوش غم نہ ہو کیون کر
محب گلون ہی کے پہلو مین خار ہوتے ہین

کثرت عصیان ہوئی جب عاد مین　　قہر حق پیدا ہوا بصر باد ہین

خلقت آدم نہ تھا بچون کا کھیل — فائدہ تھا کچھ تو اس ایجاد مین
انقلاب دہر سے ثابت ہوا — سکھ نہین اس خانۂ برباد مین
اس زمین مین بوئین کیا تخم خیال — کوئی قوت ہی نہین جب کھاد مین
ز نہین جس سے ہو نسوان کی مدد — ایک سر جاصرف ہے یہ امداد مین
خوف ذلت لونڈیون مین ہے کہان — جوش غیرت ہے مگر آزاد مین
شاخ حنظل مین کہین لگتے ہین سیب — ہے بہت مان کا اثر اولاد مین
اسطرح ہر چیز کی وہ اصل ہے — جسطرح سے ایک سب اعداد مین
دوست سمجھین کس کو دشمن کس کو ہم — ہے وہی اک نور جب اضداد مین
کیا گھٹی اس زہد سے طمع حریص — حرص جنت بڑھ گئی زہاد مین
کون رکھے اس سہی قد سے امید — پھل کہین لگتے بھی ہین شمشاد مین
جب ہوئے گمراہ تب رستہ ملا — پایا کعبہ کو جیۂ الحاد مین
کیون نہ سیکھین عورتین علم و ہنر — وہ تو ہین انسان کے افراد مین
روح و جسم مرد و زن دونون مین ایک — ہے جو ہم مین ہے وہی ہمزاد مین
سنگ کی رگ رگ سے بہتا جوئے شیر — کچھ بھی ہوتا صبر گر فرہاد مین
تے ہی ہو لے عدم کی منزلین — ضعف اتنا ہے ہماری یاد مین

درد دل سنتا نہین کوئی محب
کیا اثر ہے تری اس فریاد مین

ا تعلیم کے انسان کو حیوان سمجھتے ہین — ہین کب اہل مغرب آجکل انسان سمجھتے ہین
رچہ قوم مردہ ہو نہین سکتی ہے پھر زندہ — مگر ہم تو تری قدرت سے یہ آسان سمجھتے ہین

جو کہتے ہین نہ اُبھرینگے مسلمان ڈوبکر ہہر گز
محال اس امر ممکن کو وہی ناوان سمجھتے ہین

نتیجہ کیا جو پوجین پتھرون کو دیر وکعبہ مین
بنی آدم کی غمخواری کو ہم ایمان سمجھتے ہین

چھپانے سے زمین مین بیج خود باہر نکلتا ہے
وہ خود ہوتا ہے ظاہر جسکو ہم پنہان سمجھتے ہین

نہین سیل فنا چیونٹی ہی کو کچھہ دہار پانی کی
بہت مخلوق اک قطرے ہی کو طوفان سمجھتے ہین

جلا ہی دیگی اکدن یہ زمین و آسمان سارے
ہم آہ بیوگان کو آتش سوزان سمجھتے ہین

پہنکر جبہ و دستار جو دنیا کماتا ہے
اسی مکار زاہد کو تو ہم شیطان سمجھتے ہین

محب کے دل سے پوچھے کوئی فطری شاعری کیا ہے
وہی مشکل ہے جسکو لوگ سب آسان سمجھتے ہین

مسلمان عورتون کے حبس کو پردا سمجھتے ہین
پڑہین تفسیر سمجھہ پر تعصب کو اچھا سمجھتے ہین

چھپائین عورتین زینت یہی قرآن مین آیا ہے
یہ سیدہے مسئلہ کو بہی مگر الٹا سمجھتے ہین

یہی ہے حکم رکھین مرد و زن دونکی نظر نیچی
مگر غض نظر کے خوب یہ معنی سمجھتے ہین

کہان عورت کا چہرہ ہاتھہ دونو ستر عورت ہین
مگر ان کو بھی یہ پوشیدنی اعضا سمجھتے ہین

سمجھتے ہند کے نادان ہین فرض عین یہ پردہ
مگر اس حبس کو ممنوع سب دانا سمجھتے ہین

یہ رکن حج کعبہ ہے کہ کہولین عورتین چہرے
خدا جانے کہ حکم شرع کو یہ کیا سمجھتے ہین

اماء اللہ کو مسجد سے روکین کیا قیامت ہے
خدا کے گھر مین آئین وہ یہ نازیبا سمجھتے ہین

سمجھتے عورتون کو ہین مہذب تاج سر اپنا
مگر اقوام وحشی ان کو کفش پا سمجھتے ہین

نہ سمجھے ہین نہ سمجھین گے کوئی سمجھائے کیا انکو
مسلمان دوستون کو بھی تو اب اعدا سمجھتے ہین

یہی توحید ہے قبرون کو پوجین اور کرین سجدے
ہم اس اسلام سے واللہ کفر اچھا سمجھتے ہین

سمجھکر فرض کرتا ہے جو اپنی قوم کی خدمت
اُسی کو ہم تو اپنا مرشد و آقا سمجھتے ہین

سورہ نور
لا تمنعوا اماء اللہ من المساجد

کوئی سمجھے محب ان عورتون کو عقل مین ناقص
مگر ہم تو انھین مردون سے بھی دانا سمجھتے ہین

جب کہا اُن سے کہ ہم کچھ دلربا کہنے کو ہین
بولے وہ آنکھین دکھاکر آپ کیا کہنے کو ہین

آدمی حور و پری کس مین ہے یہ حسن و جمال
ہم تو تجکو اے بت کافر خدا کہنے کو ہین

آشنا اپنی غرض کے ہین محبت کا ہے نام
کون کس کا دوست ہے سب آشنا کہنے کو ہین

عاشق صادق پہ خود معشوق بھی دیتے ہین جان
یہ حسین سب باوفا ہین بے وفا کہنے کو ہین

مہر کو تیرا کف پا کہکے عزت ہمنے دی
اب شفق کو بھی ترا رنگ حنا کہنے کو ہین

دیکھین کیا کہتے ہین غیرون کی برائی سنکے وہ
اُن کے منہ پر آج ہم اُن کو برا کہنے کو ہین

عیب کہو سے لگا لیان بھی سامنے غیرونکو دین
آپ سب کچھ کہہ چکے اب اور کیا کہنے کو ہین

راہ الفت مین قدم رکھنا نہ بھولے سے کبھی
رفتگان عشق کے یہ نقش پا کہنے کو ہین

واے وحشت عورتین محلون مین ہین بے جرم قید
ان مکانون کو تو ہم وحشت سرا کہنے کو ہین

مرد ہی کی بدظنی ہے باعث حبس دوام
عورتون کو ہم تو بے جرم و خطا کہنے کو ہین

تیرے کوچے کی ملی ہے کب کسی رہبر کو راہ
آپ خود گمراہ ہین یہ رہنما کہنے کو ہین

دل ہی مین کیا کیا امیدین روز ہوتی ہین شہید
ہم تو اس دارالامان کو کربلا کہنے کو ہین

اس محبت کا نتیجہ کر دیا دل کو تباہ
ہم تو اس کو ایک روحانی بلا کہنے کو ہین

سامنے اُن کے تو ہم سے کچھ کہا جاتا نہین
کیا نکلتا ہے زبان سے اپنی کیا کہنے کو ہین

سن لگا کر کان کچھ تو حال زار رفتگان
مشکلات راہ الفت نقش پا کہنے کو ہین

ان حسینون سے بگڑنے مین بھی ہین لاکھون بناو
دل مین راضی ہم سے ہین ظاہر خفا کہنے کو ہین

تیرے حسن و ناز کی دلچسپ ہے اک داستان
اور تو سب قصۂ ناز و ادا کہنے کو ہین

دل میں ہے عشق بتان اور لب پہ ہے ذکر خدا
خوب دیکھا زاہدون کو پارسا کہنے کو ہین

شرم و ضبط و بیقراری مین عجب ہی کشمکش
ہم جوان سے آج دل کا مدعا کہنے کو ہین

ڈر ہے پاس اُن کے رقیب رو سیہ بیٹھا نہو
غیر کے قصے مین اپنا ماجرا کہنے کو ہین

خود بخود سب چھوڑتے جاتی ہین وہ اگلی خیال
ہم تو اسکو بھی زمانے کی ہوا کہنے کو ہین

کان تک اس گل کے پہنچائی ہی غیرونکی پیام
تھم ذرا کچھ ہم بھی اي باد صبا کہنے کو ہین

کر دیا ہے بے نیازی نے محب ہمکو غنی
بادشاہ ہفت کشور ہین گدا کہنے کو ہین

واؤ

ہمین عشق وطن مین خوف تنگ خانمان کیون ہو
جلین جب آگ مین ہم خود تو پھر آہ و فغان کیون ہو

لئے جاتے ہین تجار یورپ کھینچکر دولت
تو پھر خوشحال یہ عسرت زدہ ہندوستان کیون ہو

نہین ہرگز مناسب ہی یہ سختی امتحانون مین
کہ جن باتون مین ہم ہین پاس انمین امتحان کیون ہو

نہین گر کار سرکاری تو قومی کام ہی کیجئے
یہ وقت بے بہا بیکار اپنا رائیگان کیون ہو

رفاہ عام کا طالب ہون مین وہ حور و غلمان کا
بھلا یہ خود غرض زاہد مرا ہمداستان کیون ہو

جہان مین جب کوئی شے بے سبب پائی نہین جاتی
تو پھر موجود بے خالق زمین و آسمان کیون ہو

نہین انسان کو حاصل جب کوئی قدرت کسی شی پر
ہمین یارون سے پھر امید و بیم دشمنان کیون ہو

ہماری بے زری نے ہمکو صدمون سی بچایا ہے
درخت بے ثمر کو خوف سنگ رہروان کیون ہو

نہو جب کوئی بھی امید جز نایوسی و حسرت
دل پژمردہ اپنا اس چمن مین شادمان کیون ہو

خدا نے دی ہی گویائی تو اوس سے کام بھی لیجیے
زبان وان گر رہی ساکت تو پھر منہ مین زبان کیون ہو

کہین ہوتی ہین باہم جمع دو اضداد بھی اک جا
مرید شیخ صاحب بندۂ پیر مغان کیون ہو

چھپانے سے زمین مین تخم خود باہر نکلتا ہے — ہمارا راز دل بھی قلب مردم مین نہان کیون ہو
نجات دو جہان جو جانتے ہون ترک خواہش کو — او نہین زاہد بھلا پھر رغبت حور و جنان کیون ہو
ازل سے دشمنی قایم ہے باہم حق و باطل مین — جہان رشوت مسلط ہو عدالت پھر وہان کیون ہو
چھپانے سے کہین ہو وے سوز دل بھی چھپتا ہے — نہ ہو آتش جو سینہ مین تو آہون مین دھوان کیون ہو

محب جب دل ہی پہلو مین ہو اپنا دشمن جانی
تو پھر دنیا مین ہمکو اعتبار دوستان کیون ہو

تصدق آپ پہ جان نثار ہو کہ نہ ہو — کچھ اور موت کا اب انتظار ہو کہ نہ ہو
یہ بدگمانی اہل وطن سے ہے اب کہ نہین — خدا کے قول کا بھی اعتبار ہو کہ نہ ہو
یہ چاہتے ہین کہ بس مین ہو نفس امارہ — مگر ہے خوف کہ قابو مین مار ہو کہ نہ ہو
ہوا نہ زیست مین دم بھر کہین سکون نصیب — لحد مین بھی پس مردن قرار ہو کہ نہ ہو
تری زبان سے فقرہ تو واعظ جگر کے زخمی — پھر ہوا ترے دل مین غبار ہو کہ نہ ہو
کمال حسن بھی ہے عیب چشم بد بین مین — بزیر دامن گل کوئی خار ہو کہ نہ ہو
قدم قدم پہ بھنور اور باد طوفان خیز — خدا ہی جانے کہ کشتی یہ پار ہو کہ نہ ہو
کہینگے ہم تو بہی پردہ نشا ہے عبث — ہماری بات کا کچھ اعتبار ہو کہ نہ ہو

دلون مین قوم کے اپنا نشان رہیگا محب
ہماری قبر پہ لوح مزار ہو کہ نہ ہو

نہ کان بند کرو کچھ تو گوش جان سے سنو — مرے فسانہ غم کو مری زبان سے سنو
ضرور ہے کوئی پردہ نشین مصیبت مین — کہ آہ آتی ہے رک رک کے اس مکان سے سنو
کہو جو حق کی تو ہوتے ہین دوست بھی دشمن — ۔۔ وہ سے جو نہ سنا ہو وہ مہربان سے سنو

جو پوچھو تیر سے تم راستی کے قوت و زور — تو وصف ملنے کا جھک کر کراہی کمان سے سنو
جو درد پردہ نشینان ہند سنتا ہو — لگا کے کان کسی گوشۂ نہان سے سنو
کھنڈر بھی کرتے ہیں باتیں جو گوش ہو شنوا — مکین کا قصۂ درد و الم مکان سے سنو
اُدھر ہیں شیخ کی مجلس میں بے تکی باتیں — قطعہ — اِدھر فسانۂ عشاق ہر جوان سے سنو
جو اتفاق سے جاؤ مشاعرے میں کبھی — تو ہزل اور خرافات ہر دہان سے سنو

محب حسین کی بزم عزا میں گر ہو شریک
تو شرم ناک روایات سوز خوان سے سنو
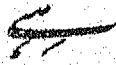
کافر بتوں کے ساتھ مسلمان خدا کے ساتھ — ہم اہل درد الفت و رنج و بلا کے ساتھ
ہوگا خدا پرستوں کا محشر خدا کے ساتھ — اور اولیا پرستوں کا ان اولیا کے ساتھ
تینتیس کروڑ سے بھی زیادہ ہیں بت یہاں — کتنے شریک ہو گئے بندے خدا کے ساتھ
مجھ سخت جان کا نہیں ممکن اگر علاج — کچھ زہر ہی پلا دے مسیحا دوا کے ساتھ
آواز حق تھی صور قیامت سے بھی سوا — اُٹھے عرب کی خاک سے مردے صدا کے ساتھ
طوفان انقلاب سے بچتے ہیں وہ درخت — رخ پھیرتے ہیں جلد جو اپنا ہوا کے ساتھ
پائینگے حشر تک نہ کوئی فتح موت پر — لڑتے ہیں یہ طبیب لڑائی قضا کے ساتھ
تقدیر پر بھروسہ ہو تدبیر پر عمل — بیمار کی دوا بھی تو کیجے دعا کے ساتھ
شاباش خوب گالیاں دیں اور دق کیا — کرتے ہیں کیا سلوک یہی رہنما کے ساتھ
ان عورتوں کے قید کی بھی ہوگی بازپرس — وہ وقت بھی تو آئیگا روز جزا کے ساتھ
تھک کر نہ بیٹھ ڈھونڈھ لے تو اپنی راہ آپ — رہبر اگر نہیں ہے تو چل نقش پا کے ساتھ

کیسے رفیق کس کے ہوا خواہ کس کی دوست　　رخ پھیرتے ہیں سب یہ مخالف ہوا کی ساتھ

آنکھیں جو دل کی کھولیں تو دیکھیں خدا کا نور　　ہر رنگ میں ظہور ہے اس کا خفا کی ساتھ

ظاہر سے بھی سوا ہے کہیں حسن باطنی　　دلمیں ہو نور علم بھی رنگ حنا کی ساتھ

مشرک عدو خدا کا موحد خدا کا دوست　　پھر اولیا پرست ہوں کیوں مصطفیٰ کی ساتھ

حبس دوام سے جو بچی ابرو تو کیا　　غارت معاشرت ہوئی بیجا حیا کے ساتھ

یہ دوست ہی تو دشمن جان ہوتے ہیں محب
رکھا اعتدال سنتے ہیں ہر آشنا کے ساتھ

ی

ہے یہ حسرت دشمن جانی مری　　گھر میں ہے آباد ویرانی مری

اپنی تصویروں سے ہے اب انکو شوق　　چھا گئی آنکھوں میں حیرانی مری

بے حجاب آیا وہ میرے سامنے　　جب طبیعت اس نے پہچانی مری

بے وفاؤں سے یہ امید وفا　　ہائے رے کمبخت نادانی مری

خاک ہونے تک مرے احباب کو　　ہے بہت دشوار یاد آنی مری

عورتوں کی سب بلائیں ٹل گئیں　　ایک کفارہ تھی قربانی مری

گالیاں کھلوائیں بلوا کر مجھے　　آپ نے کی خوب مہمانی مری

میں نہ مانوں گا کبھی اس کا کہا　　ہے طبیعت تو یہ دیوانی مری

دل میں ہے جب تک کہ یہ حرص و ہوس　　دور ہوگی کیا پریشانی مری

کیا سنیں گے آپ گھبرا جائیں گے　　داستان ہے ایک طولانی مری

عزت و دولت تو سب قربان کی　　رہ گئی ہے جان اک جانی مری

سنگ دل بھی قوم پر رونے لگے — کام آئی مرثیہ خوانی مری

دیکھ کے تصویر اپنی اُس بت نے کہا — کیا نہیں صورت یہ لاثانی مری

ان زمینوں میں لکھے مضمون بلند — کیا طبیعت کی ہے جولانی مری

اہل فن کے سامنے مشکل ہے بات — ہو گئی بیکار لسّانی مری

اب تو اردو کی دکن میں قدر ہے — کام آئے گی زبان دانی مری

عورتیں مردوں کی ہوں سچی رفیق — ہے یہی تعلیم نسوانی مری

مر گیا ہوں مہوشوں کے عشق میں — چادرِ تربت ہے نورانی مری

پردہ چھوڑا علم سیکھا کیا کیا — تم نے کوئی بات بھی مانی مری

عید و قربان میں بجائے گاؤ میش — کیجیئے گا آپ کے قربانی مری

عشق میرا لوث حیوانی سے پاک — فخر یوسف پاکدامانی مری

صورتِ تصویر وہ خاموش ہیں — رنگ لائی خوب حیرانی مری

یہ محبت ہی حماقت ہے محب
پوچھتے ہو کیا پشیمانی مری

عیب ڈھونڈے آپ خود اپنے وہ عاقل اور ہے — جو نہ چونکے حشر تک وہ قوم غافل اور ہے

قوم کے رہبر بنے ہیں انتہا کے خود غرض — جس سے ہو یہ کام وہ انسان کامل اور ہے

علم دایم زندگی ہے جہل ہے انساں کی موت — آب حیوان اور ہے زہر ہلاہل اور ہے

جیتے جی ہی دفن ہیں قبروں کے اندر عورتیں — کیا کوئی پردے سے بڑھکر رسم قاتل اور ہے

سیکھتے ہیں وہ ہنر ہم سے تو ہم بھی ان سے عیب — قوم عاقل اور ہے وحشی و جاہل اور ہے

اہل ہند ہیں پیر ان سب پیر کے مرید — کیا کوئی دنیا میں مکّاروں کا قائل اور ہے

خوف جان بہی ہو تو کہدیتے ہین منہ پر بات سچ ۔ بزدلون کا اور دل ہے اور یہ دل اور ہے

ہے سگ دنیا ہی یہ انسان کی حد سے جدا ۔ نوع عالی اور ہے حیوان سافل اور ہے

گو نظر مین سب کی سائل خوار ہے لیکن محب
بھیک مانگے قوم کی خاطر وہ سائل اور ہے

خواہش جنت نہ کچھ پروا عذاب نار کی ۔ ہم تو راضی اُس پہ ہین مرضی ہو جو غفار کی

حفظ عفت کے لئے تعلیم ہے حصن حصین ۔ یہ نہین تو کچھ نہین اونچی بہی گر دیوار کی

سیر ہو جائے گی پردے کے اٹھانے سے نظر ۔ روکنے سے اور بڑہتی ہے ہوس دیدار کی

جسکا ہر اک فرد اپنی ہی غرض پر ہو نثار ۔ پوچھیے حالت نہ کچھ اس قوم کے ادبار کی

ہے دماغ قوم کی تصویر عکسی شاعری ۔ دیکھیے اُس مین جھلک احساس کی افکار کی

ہر مکان کے واسطے اکدن خرابی ہے ضرور ۔ کیا کرے کوئی حفاظت ان قدیم آثار کی

تو بھی اکدن چھوڑ کر یہ سیم و زر مر جائے گا ۔ کیا حفاظت ہو سکی اگلون سے اس انبار کی

بیکسی و ذلت و رسوائی و دشنام خلق ۔ نعمتین کتنی ہین یہ اس قوم کے غمخوار کی

پہلے تہا کچھ ضعف اب غفلت سے ہے طاری قوم پر ۔ بڑہتی ہی جاتی ہے شدت ہر گھڑی آزار کی

اے مسیحا موت ہی اس قوم کی اب زندگی ۔ جلد مشکل ہو کہین آسان اس بیمار کی

گر رہے ہین غار نکبت مین مثال سنگ ہم ۔ دس گنی بڑہتی ہے تیزی ہر قدم رفتار کی

عورتون کو بھی تو دو آنکہین خدا نے ہین دین ۔ کیون نہ ہو ان کو ہوس گلزار کے دیدار کی

ہے کوئی اگلے زمانے واجون کی حمایت سے غرض ۔ خوب ہم سمجھے ہوئے چالین ہین یہ اغیار کی

دوست دشمن میں نہین اس قوم غافل کو تمیز ۔ تاڑ جاتی ہے منافق کو نظر ہشیار کی

ان مسلمانون کا یوم سبت تو یہ جمعہ ہے ۔ فائدہ تعطیل سے ان کو نہین اتوار کی

بعض انگریز [illegible] کسی پرانی خستہ [illegible] چیزون کی [illegible] سر [illegible] جو [illegible] [illegible]

مرد کا زیور تو ہے یہ تیغ و شمشیر و سنان — کیا زنانوں کی نظر میں آبرو تلوار کی

جو نہ ہو مظلوم کا حامی نہ ہمدرد لشا — کیا ضرورت ہند کو اُس نابکار اختیار کی

اے محب کیا پوچھتے ہو پیر زالی کا مزاج
گھٹتی ہی جاتی ہے طاقت دم بدم بیمار کی

پاس وعدہ کا نہیں تجکو کرنے والے — دل میں ارمان سے اُٹھے نہیں مرنیوالے

گر نہیں علم تو تجھ سے ہی یہ طاؤس حسین — او مرے ناز سے ہیں اُٹھ نہ سکے مرنیوالے

دل جو خالی ہو تو کیا خاک مضامین نکلیں — چاہ سے آب سے پانی کریں بھرنیوالے

دیکھ پروانوں کو کس شوق سے جل جاتے ہیں — کچھ پس و پیش نہیں سوچتے مرنے والے

بزدلی چھوڑ مصیبت میں بہادر ہو جا — موت سے بچتے ہیں کب موت سے ڈرنیوالے

کثرت کار سے ہوتی ہے قوی ہر قوت — کبھی تھکتے ہی نہیں کام کے کرنے والے

اہل سازش سے ہر اک گھر کو بچائے اللہ — سچ ہیں ڈھاتے ہیں یہ گھر فتنہ کترنیوالے

سوزش داغ سے جل جائیں مگر اُف نہ کریں — ضبط یوں کرتے ہیں دم عشق کا بھرنیوالے

عشق کا جوش ضعیفوں کو بھی کرتا ہے جوان — کام کر جاتے ہیں دنیا میں نہ کرنے والے

بے دہڑک کود پڑیں آگ میں اور جل جائیں — دیکھئے مرتے ہیں یوں قوم پہ مرنے والے

دیکھ پچتائیگی دل کو نہ لگا اے بلبل — ان گلوں سے کہ تو ہیں اوراق بکھرنے والے

چار دن کی یہ جوانی ہے یہ جوبن یہ ابھار — کہیں ہوتے بھی ہیں یہ رنگ ٹھہرنیوالے

منہ سے کہدینا تو آسان ہے مرنا مشکل — ہم بھی دیکھیں تو وہ ہیں کون سے مرنیوالے

عشق وہ بحر فنا ہے کہ جو ڈوبا وہ گیا — ہم نے دیکھے ہی نہیں اس میں ابھرنیوالے

ان بتوں کو نہیں مشتاق کے مرنے سے غرض — مفت میں جان سے جاتے ہیں یہ مرنیوالے

منزل دہر میں جتنا ہی رہیں کم اچھا   رنج سہتے ہیں بہت اسمیں ٹھہرنے والے
اک دن خاک تری گرد سر رہ ہو گی   بستر گل پہ بھی او پاؤں نہ دھرنے والے

عیش و شب ہجران میں نہ کیوں صبر ہو دل کو کہ محب
ہیں یہاں رنج و خوشی دونوں گذرنے والے

جسم گئی جب اُدھر نظر پہنچی   پھر اُدھر سے نہ وہ اِدھر پہنچی
میرے نالوں ہی سے وہ برہم تھے   اور یہ آہ پر اثر پہنچی
ہم نے تو کی نہ ایک دن بھی تلاش   روز ہی روز عمر خضر پہنچی
کل گئے تھے وہ خود رقیب کے گھر   مر گئے ہم جو یہ خبر پہنچی
دل کی آنکھوں سے دیکھتا ہوں انہیں   جس طرف وہ گئے نظر پہنچی
دیکھیں کس کس کو زہر چڑھتا ہے   ناگنی زلف تا کمر پہنچی
خوب پردہ ہے یہ کہ پردہ نشین   شہر کا گشت کر کے گھر پہنچی
بال سر کے سپید ہونے لگے   شام رخصت ہوئی سحر پہنچی
کچھ طبیعت پھری ہی دنیا سے   نہ لگا دل تو پھر اُدھر پہنچی
جہاں کی پردہ نشین جو پردی ہے   سب کی رخسار پر نظر پہنچی
اس بلندی پر آشیاں نہ بچا   گریہ خود تا سر شجر پہنچی
دل کو دل ہی سے راہ ہوتی ہے   جو ہوا واں یہاں خبر پہنچی
ہر فنا کے ہے بعد دور بقا   رات گذری تو پھر سحر پہنچی
گل جو مرجھائے اور رنگ چھٹا   خبر آمد ثمر پہنچی
اور پردے سے شوق دیدار   سات پردوں میں بھی نظر پہنچی

اے محبت بُری بلا ہے تو | کر دیا کام ہی جدھر پہنچی
تھی بلاخیز ہی شب ہجران | حشر کی اور یہ سحر پہنچی
ٹکٹکی باندھے در کو تکتا تھا | کہ کچھ آواز نامہ بر پہنچی
تھی طبیعت مین عشق کی جو کشش | خود بخود جانب سقر پہنچی
چھپ گئے دیکھتے ہی وہ مجکو | تا بہ رخسار جب نظر پہنچی

کٹ گئے سب محب کٹھن رستے
آخری منزل سفر پہنچی

دل پہ قابو ہو محبت مین بڑی مشکل ہے | تھا کبھی دل جو ہمارا وہ پرایا دل ہے
عشق مین ضبط نہین سہل بڑی مشکل ہے | ہاتھ سے جاکے نہ آئے وہ ہمارا دل ہے
دین و دنیا مین گرفتار ہے وہ غافل ہے | چھوڑ بیٹھا ہے جو ان سب کو وہی عاقل ہے
پیار سے رکھیئے گا اللہ دل نازک کو | تند خو آپ ہین نازون کا یہ پالا دل ہے
اے خدا اس بت کافر کے سوا اور ہے کیا | اور اس بت مین بھی دیکھین تو وہی اک دل ہے
اپنے مرنے کا تو کچھ غم نہین لیکن ہے یہ رنج | کہ پشیمان بہت دل مین مرا قاتل ہے
اختر سوختہ خورشید پہ آتا ہے نظر | رخ تابان پہ تمہارے جو ذرا سا تل ہے
دیکھ لو پھر نگہ ناز سے ہو جائے سرد | کشتۂ ناز تمہارا تو ابھی بسمل ہے
عشق وہ بحر پر آفات و بلا ہے جسمین | نہ تو کشتی ہے نہ پل ہے نہ کہین ساحل ہے
عشق مجنون کے تو باقی ہین جہان مین چرچے | اور مجنون ہے نہ لیلی ہے نہ وہ محمل ہے
جتنا جی چاہے ستا ہم نہین شاکی لیکن | خوف تو یہ ہے ستمگر کہ خدا عادل ہے
صحن گلشن ہی مین رکھ دے یہ قفس اے صیاد | کیا سمجھتا ہے کہ مٹی کا ہمارا دل ہے

جہل خاتون مین بھی تعلیم سے آسان مگر — پردہ دارون ہی کی تعلیم بڑی مشکل ہے

کردیا عورتون کو پردہ نے مہلک کے ہلاک — دق کیکو ہے تو افسوس کسیکو سل ہے

گھر مین چھپ جاتے ہین جسطرح سے چوہا بل مین — جب یہ سنتے ہین کسی شاپ کا آیا بل ہے

آج کل پاس زر و مال ہے جس احمق کے — قطعہ وہی عاقل وہی لایق ہے وہی قابل ہے

پاس جسکے نہین کوڑی نہ کوئی یار شفیق — کامل فن بھی اگر ہے تو وہ نا قابل ہے

چھوڑ دیتے ہین ضعیفی مین یہ اعضا بھی تو ساتھ — زندگانی مین بڑھاپا ہی کڑی منزل ہے

گھر مین بیٹھی ہے جوان بیوہ تو کہتی ہے یہ ان — ایک رکھی ہوئی چھاتی پہ پہاڑ سے سل ہے

علم بھی جہل بھی اک امر اضافی ہے محب
نہ کوئی عالم مطلق نہ کوئی جاہل ہے

آدمی ہے خانۂ دنیا بنانے کے لئے — اور یہ افلاک ہین بنیاد ڈہانے کے لیے

مانگتے ہین ور بہر مسجد بنانے کے لئے — قطعہ خوب یہ تدبیر ہے روٹی کمانے کے لئے

کر دیا افلاس نے یہ مال نا جائز حلال — ہے خدا کا مال ہی بندے کے کہانیکے لئے

اس مکان کے مذہب و حکمت ہی دو معمار ہین — وہ گرانے کے لئے ہے یہ بنانے کے لئے

ہم سے کبد و شئون کو ہے خانہ بدوشی ہی پسند — اپنی آزادی نہ دینگے قید خانے کے لئے

جہل و نکبت نے کیا ہے قوم کو کیا مردہ دل — چاہیئے عیسیٰ کوئی مردے جلانے کے لئے

اختلاف مذہب و ملت سے کیون عاقل لڑین — کیا یہ مذہب آئے ہین لڑنے لڑانیکے لئے

غیر ممکن ہے کوئی مذہب تغیر سے بچے — چاہیئے ہادی ملت ہر زمانے کے لئے

حبس دایم سے ابھی چھوٹینگی کیا یہ عورتین — اک زمانہ چاہیئے وہ وقت آنے کے لئے

لذات دنیا کیون نہ جی بھر کر اٹھائین زاہدو! — ہم سراے دہر مین آئے ہین جانیکے لئے

باغ ہستی میں بسیرا کوئی دم ہے بلبلو ۔ چاہیئے دو تین تنکے آشیانے کے لئے

جیتے جی تو بات بھی پوچھی نہ یاروں نے کبھی ۔ آ گئے ہیں اب قبر پہ آنسو بہانے کیلئے

وائے ناکامی مری کس وقت آئی ہے قضا ۔ جب ہوئے بن ٹھن کے وہ تیار آنے کیلئے

مر گیا ہوں پھر بھی ہے میرے جلانے کی ہوس ۔ لاش پہ وہ آ گئے ہیں پھر وہ جلانے کیلئے

گل رخوں یہ حسن کیوں اللہ نے تمکو دیا ۔ کیا چھپانے کو دیا ہے یا دکھانے کیلئے

بعد مردن بھی ہے یہ رنگ محبت کا اثر ۔ پھول لائے ہیں لحد پہ وہ چڑھانے کیلئے

سامنے غیروں کے آتے ہیں مگر عشاق سے ۔ خوب چھپ جاتے ہیں پردے میں ستانے کیلئے

رو رہا ہوں میں تو مثل ابر باراں اے محب
اور وہ ہنستے ہیں یہ بجلی گرانے کیلئے

وصف کیا ہوں عمرؓ کے حیدرؓ کے ۔ دونوں بازو تھے یہ پیمبر کے

آتش طور یہ نہیں موسےٰ ۔ جلوے ہیں اس رخ منور کے

قید رکھتے ہیں عورتوں کو یہ مرد ۔ کیا کلیجے ہیں انکے پتھر کے

مرد عورت میں کچھ نہیں ہے فرق ۔ دونوں بازو ہیں یہ برابر کے

مفت دیتا نہیں خدا بھی کچھ ۔ حوریں ملتی ہیں جنگ میں مر کے

عورتیں کیا قفس میں کڑھ رہیں گی ۔ پر جو نکلینگے مرغ بے پر کے

سات پردوں میں عورتیں ہیں نہاں ۔ کیڑے کیا جانیں لطف منظر کے

علم و فن کی تمام راہوں میں ۔ ہم ہیں محتاج ایک رہبر کے

غنچہ دل نہ حادثوں سے بچا ۔ جھونکے آئے جو باد صرصر کے

موم کا دل دیا خدا نے ہمیں ۔ اور یہ بت بنائے پتھر کے

خود یہ چڑیاں قفس میں جاتی ہیں — کیا اڑے مرغ کوئی بے پر کے
اس خدا سے تو بت ہی بہتر ہے — فائدہ کیا ہوا دعا کر کے
کیا زبانی پیام کا ہو یقین — ہم تو قائل نہیں پیمبر کے
رہ کعبہ سے دیر لے پہونچا — چومیے پاؤں ایسے رہبر کے
کھیل سمجھیں ہیں آپ خدمت قوم — یہ تو ہیں کام زندگی بھر کے
رات کو مر کے صبح اٹھتے ہیں — ہم بھی قائل ہیں روز محشر کے
اب تو توپ و تفنگ میں ہے کمال — تھے کبھی دن سنان و خنجر کے
کیسی دوزخ کہاں جنان واعظ — خوب طائر اڑائے بے پر کے
دم نکل جائے گا ابھی دم میں — آپ پہلو سے گر ذرا سر کے
گوری گوری یہ عورتیں جاہل — بت گھروں میں ہیں سنگ مرمر کے
کیا کٹھن راستہ ہے جس میں کہیں — نقش پا بھی نہیں ہیں رہبر کے
مصلح قوم حامی نسوان — وصف یہ ہیں محمد اختر کے
بے وفاؤں پہ کچھ اثر نہ ہوا — خوب پچھتائے ہم وفا کر کے
کون مانے گا شیخ کی باتیں — عرش پر پہنچے آپ بے پر کے

ہم محبت کے ہیں غلام محب
اور بندے نہیں ہیں کچھ زر کے

مدرسے بنوائیں ہم کن کے لئے — چاہیئے تعلیم عشق ان کے لئے
جو دئے تھے باپ دادا نے علوم — ہم نے وہ یورپ سے گن گن کیلئے
دل اٹھائے آپ کے جور و ستم — اسکو پالا تھا اسی دن کے لئے

علم و فن کے کھیل بچوں کو سکھلائیں — ہے یہی تعلیم اس سن کے لئے

ایک دن چھیڑا تھا اس پر آپ نے — اسکے بدلے بھی تو گن گن کیلئے

جیتے جی کچھ قوم کی خدمت تو کر — زندگانی ہے یہ کس دن کے لئے

نوجوانی میں ادب سے کیا غرض — شوخیاں ہیں خاص اس سن کے لئے

ہاتھ آئے جب نہ پھول اس باغ کے — گھاس ہی سے ہم نے دو تنکے لئے

وہ نہ آئے قبر پر بھی بعد مرگ — خاک چھانی عمر بھر جنکے لئے

ہوگا دعویٰ حشر میں اس خون کا — یہ اٹھا رکھا ہے اس دن کے لئے

پھر کو کم سن سے مشتاق [illegible] — سن رسیدہ ڈھونڈھ اس سن کیلئے

واسطے علمی کے [illegible] تو اسے — [illegible] ہے محتاج اک پن کے لئے

آنکھ اٹھا کر بھی نہیں وہ دیکھتے
جان دیتے ہیں محب جن کیلئے

بزم رندان سراپا [illegible] میں جانا چھوڑ دے — ساقی بنت عنب کو منہ لگانا چھوڑ دے

عاقل کو جتنا ستائیں اتنی ہی بڑھتی ہے ضد — عقل کی کر پیروی دل کا ستانا چھوڑ دے

لحم خنزیر اور دم سے بڑھ کے غیبت ہے حرام — بھائیوں کا خون پینا گوشت کھانا چھوڑ دے

عشق خود دیوانگی ہے اور عاشق نا سمجھ — اے پری عاشق کو دیوانہ بنانا چھوڑ دے

دیکھ مجھائی ہیں نادانوں کو کیا کیا نعمتیں — اپنی دانائی کا فخر و نازوا نا چھوڑ دے

عاشقوں کے خون ناحق کا نہ لی سر پر عذاب — مرغ دل کو دام الفت میں پھنسانا چھوڑ دے

ہے زمانے کی طبیعت آجکل جدت پسند — رنگ تو اپنا جما ٹھہرا پرانا چھوڑ دے

امتحان عشق میں پورا نہیں اترا کوئی — بدگمان تو عاشقوں کو آزمانا چھوڑ دے

مورث رشک و حسد ہین نخوت و کبر و غرور — بھائیون کو شان و شوکت کا جتانا چھوڑ دے

گر ہنسے اکبار تو سو مرتبہ رونا پڑا — رو دئین کب تک اسے غافل ہنسانا چھوڑ دے

تو دل آزاری نہ کر اللہ ہوتا ہے خفا — دل ہے کعبہ اسکو اسے کافر جلانا چھوڑ دے

پھر کھلاے آکے خود صیاد اپنے ہاتھ سے — ایک دن بھی گر قفس مین رنج دانا چھوڑ دے

چھوڑ بیٹھے واعظو دنیا کو جنت کے لئے — احمقون مین اب تو رنگ اپنا جمانا چھوڑ دے

مسخرون کی دل مین لوگون کی نہین عزت کوئی — مجلسون مین پھبتیان کہہ کر ہنسانا چھوڑ دے

عاشقون کے خون پر دے گا گواہی لال رنگ — مہندی ملنی چھوڑ دے لاکھا جمانا چھوڑ دے

نام الفت ہی برا ہے لیجئے گر اس کا نام
زشت صورت ہی محب صورت دکھانا چھوڑ دے

یون مسلمان ٹکڑے ٹکڑے جنگ باہم سے ہوئے — ریزہ ریزہ کوہ جیسے نقب پیہم سے ہوئے

اہل یورپ کیون ہمارا اب بجا لائین نہ شکر — ہم وحشی یہ مہذب آدمی ہم سے ہوئے

گریہ و زاری سے اپنی ہو گئی اصلاح قوم — خشک سب پودے ہرے اس چشم پرنم سے ہوئے

اب وہی سرتاج عالم ہین وہی ہین فخر قوم — قوم کی خاطر پرے سے جو ایک عالم سے ہوئے

ہم غریبون نے کئے وہ کام خلق اللہ کے — جو نہ اسکندر فریدون خسرو و جم سے ہوئے

شک نہین اس مین کہ بنیاد تمدن ہی یہ زن — سیکڑون ویرانے آباد ایک اس دم سے ہوئے

کیسے جلتی دوا اتنا ہی بڑھتا ہے مرض — زخم تیر عشق تازہ اور مرہم سے ہوئے

وقت کوشش کا ہے موقع قوم کی امداد کا — فائدے کیا مرثیہ خوانی سے ماتم سے ہوئے

تھا نفاق شیعہ و سنی کا کیا مہلک اثر — آپ خود برباد ہم اس جنگ باہم سے ہوئے

فتنہ و شر مین بھی اس انسان سے بڑھ کر ہے کون — جو نہ شیطان سے ہوئے تھے کام وہ ہم سے ہوئے

عورتیں یورپ کی کرتی ہیں سخاوت کی جو کام — کب رفاہ عام کی خاطر وہ حاتم سے ہوئے

زہر قاتل سے بھی مہلک پردۂ نسوان ہے یہ — مضمحل کیا عورتوں کے جسم اس سم سے ہوئے

حبس دایم سے چھوڑانا قیدیوں کا ہے ثواب — نام پردہ سنتے ہی کیون آپ برہم سے ہوئے

نسل پر کیا فخر ہے علم و عمل پر فخر کر — آدمی تو سب یہ پیدا ایک آدم سے ہوئے

ایک درد قوم پر قربان لاکھوں راحتیں — شاد ہیں ہم آشنا جب سے کہ اس غم سے ہوئے

کثرت دولت بھی کر دیتی ہے قوموں کو تباہ — منہدم کتنے چمن باران پیہم سے ہوئے

جو شیاطین علم کی قوت سے ہو جاتے ہیں زیر — وہ سلیمان کے بھی قابو میں نہ خاتم سے ہوئے

سب اوسی کے ہیں عنایات و کرم ورنہ محب
کسکو تھی امید ایسی کام جو ہم سے ہوئے

ساحل ہوا قریب تو کشتی اُلٹ گئی — سب کوششیں دھری رہیں قسمت پلٹ گئی

کثرت سے زر کی ہوتے ہیں تنگ اور دل کے تنگ — پھیلیں شعاعیں گریہ کی پتلی سمٹ گئی

آئی بہار جوش جنون کا ہوا ایسا زور — رنگین قبائے غنچۂ سربستہ پھٹ گئی

چھیڑی تھی درد قوم کی کچھ دل نے داستان — سوئے نہ شب کو نیند ہماری اوچٹ گئی

کم ہل بہت جو تجکو بڑھانی ہے اپنی قدر — آمد بڑھی تو جنس کی قیمت ہی گھٹ گئی

باہر کے آنے جانے سے کیون روکتی ہیں آپ — نکلیں جو گھر سے عورتیں کیا ناک کٹ گئی

پیچھا چھڑانا قحبۂ دنیا سے ہے محال — گر ایک بار بھی وہ کسی سے لپٹ گئی

دولت بڑھی تو اور کشادہ دلی گھٹی — نظروں میں اہل بخل کے دنیا سمٹ گئی

سینہ زنی کو بیوہ کی تو دیکھتا رہا — اے سنگدل فلک تری چھاتی نہ پھٹ گئی

آگے بڑھانا چاہا تھا اس سمت قوم کو — وہ چار گام اور یہ پیچھے ہی ہٹ گئی

پیدا کیا علوم جدیدہ نے انقلاب — دنیا کی دیکھ لیجیے کایا پلٹ گئی
چھوٹا ہے کوئی عشق کا پہلو جو ہم لکھین — اس شاعری کی تھی جو بضاعت وہ گھٹ گئی

قطعہ

کیا باہمی نفاق سے ٹکڑے ہوا ہے ملک — غیرون مین سب ریاست اسلام بٹ گئی
بحر فنا مین ڈوب کے ابھرا نہ ایک بھی — منجدھار مین جو ناؤ ہماری الٹ گئی

بودی عمارتون کی مرمت سے فائدہ
دیوار گر پڑی جو محب سقف پٹ گئی

ہماری قوم بیماری کو اپنی یا خدا سمجھے — جہالت کو مرض تعلیم حکمت کو دوا سمجھے
مسیحا ہے کہان جو درد قوم بینوا سمجھے — مرض سمجھے علل سمجھے اثر سمجھے دوا سمجھے
ہم اس جہل و تعصب کو کہین کیا تم ہی کیا سمجھے — اسے دام ہلاکت اس کو گرداب بلا سمجھے
غلامی کا ذریعہ علم کو سمجھے تو کیا سمجھے — ہم اس کو زور بازو سے خدا ظل ہما سمجھے
سمجھتے ہین یہ نادان عورتون کے جہل کو اچھا — سمجھ تو دیکھیے تعلیم نسوان کو برا سمجھے
رہے یہ غیر قومون سے جو پیچھے علم و حکمت مین — بتائین تو ہمین پھر اس مین یہ کس کی خطا سمجھے
کیئے در پردہ لاکھون ظلم گو ہم پر زمانے نے — مگر افسوس ہم اب تک نہ یہ جور و جفا سمجھے
بغیر اسباب کا مل کچھ نہین ہوتا ہے دنیا مین — مصیبت کو بھی ہم اعمال کی اپنے سزا سمجھے
ملایا خاک مین گو تو نے ہمکو اے فلک لیکن — اسے بھی اے ستمگر ایک ہم تیری ادا سمجھے
سمجھتے ہین شفق کو نتیجہ خورشید کی رنگت — مگر ہم تو کسی کے پاؤن کا رنگ حنا سمجھے
سمجھتے ہین بہت قسمت سے دولت ہاتھ آتی ہے — مگر ہم تو اسے تعلیم و محنت کی جزا سمجھے
جو سمجھے دولت جاوید ان علمی خزانون کو — مآل اندیش ہین وہ قوم کی سچی بقا سمجھے
جہالت عورتون کی زہر ہے اولاد کے حق مین — مگر نافہم اس کو بھی کوئی اچھی دوا سمجھے

قیدِ دایم سے مراد موجودہ پردہ ہندہ ہے

نہیں آزادیِ نسوان سے عفت کو کوئی خطرہ — غلط ہے قیدِ دایم کو اگر کوئی حیا سمجھے

بری رسموں نے کردیں بند راہیں سب ترقی کی — ہمیں غارت کیا کافر رواجوں نے خدا سمجھے

وہی ہر علم میں پہنچے ہیں معراجِ ترقی پر — جو اپنے آپکو اس راستے میں خاک پا سمجھے

نہ سمجھے اپنی ہی غفلت کے یہ سارے نتیجے ہیں — یہ کرتوتوں کو اپنے چرخ کے جور و جفا سمجھے

سمجھتے ہی نہیں ہیں نا سمجھ کچھ اقتضائے وقت — وہی ہشیار ہیں جو ہر زمانے کی ادا سمجھے

مکافاتِ عمل کو دیکھتا ہر دم رہے انسان — بھلائی کی جزا سمجھے برائی کی سزا سمجھے

بھلائی ڈھونڈتے ہیں اپنی جو قومی برائی میں — ضرر کو نفع وہ سمجھے برا سمجھے

فلک پر ہوگا ان ہند کا یہ خونِ ناحق ہے — شفق سمجھے کوئی یا جلوۂ رنگِ حنا سمجھے

کمالِ نفس ہی مقصودِ تعلیم و ریاضت ہے — دنائت ہے جو زر کو علم کی کوئی جزا سمجھے

اسی کا نام کچھ باقی محب رہتا ہے دنیا میں
جو سب ملک و ملت میں فنا کو بھی بقا سمجھے

مطلب امیر سے نہ غرض بادشاہ سے — تیرے گدا کو کام تری بارگاہ سے

مقصود ضبطِ نفس نہیں ہمکو بیاہ سے — تزویج روکتی ہے ہزاروں گناہ سے

گھر پھونک کر خوشی میں بھی دیکھتے ہیں سیر — تکلیف عمر بھر کی اٹھاتے ہیں بیاہ سے

دم توڑتی ہیں غارِ جہالت میں عورتیں — ان بیکسوں کو کون نکالے گا چاہ سے

شاداب پھل یہ لائیں گے کیا مضمحل درخت — ہوگا ہرا یہ باغ کبھی خشک کاہ سے

ڈر ہے کہیں تباہ نہ ہوجائے ملکِ ہند — یارب اسے بچائیو بیوہ کی آہ سے

کانی زبان کہ عرض یہی کچھ کریں گے ہم — کرتے تھے بھی سلوک ہیں کیا دادخواہ سے

ہے مرد و زن کو غضِ بصر کا جو حکمِ رب — منظور ضبطِ نفس ہے نیچی نگاہ سے

پردے کے لئے کر دیا ہے یہ مردون کو بدنظر
وحشت ٹپک رہی ہے ہماری نگاہ سے

آزاد عورتون کو بنایا ہے لونڈیان
بدتر یہ ایک جرم ہے لاکھون گناہ سے

مظلوم عورتون کو کیا قید بے سبب
یہ بدظنی گناہ ہے عفت پناہ سے

مجبور عورتین ہین تو آزاد ہین یہ مرد
ان کو غرض ہے بیاہ سے اُن کو نباہ سے

ان قیدیون کے حال پہ بھی التفات ہو
یہ عرض وزیراء سے ہے اور شاہ سے

شاہی کی گر ہوس ہے تو کر خدمت وطن
یہ سلطنت ملے گی نہ زر سے نہ جاہ سے

مردون سے مانگتے ہو کہ پھرتی ہین حاجتین
باقی نہین ہین کیا یہی بندے الٰہ سے

مقصود شاعری سے ہے اظہار درد دل
تعریف سے غرض ہے نہ کچھ واہ واہ سے

گمراہ ہو کے پایا عجب کعبہ مراد
اچھا ہوا عجب جو پھرے شاہ راہ سے

خاکسارون سے فلک بغض و عداوت کیسی
پڑ گئی ظلم و ستم کی تجھے عادت کیسی

ہم سے ناحق یہ زمانے کو عداوت کیسی
ظلم کی اپنے محبون پہ یہ عادت کیسی

ایک دن وہ تھا کہ ہم سا نہ مہذب تھا کوئی
آج وحشت مین ہین بے مثل جہالت کیسی

اپنے آپس ہی مین ہم آپ لڑے مرتے ہین
اہل اسلام مین آپس مین عداوت کیسی

مرد میدان ہین تو کچھ جہل و تعصب کے تئین
یہ درندون کی لڑائی یہ حماقت کیسی

ہم سناتے ہین تمہین قصہ درد نسوان
ہاتھ کانون پہ دھرتے ہین سماعت کیسی

عقل دی ہے تمہین اللہ نے سوچو سمجھو
یہ ہر اک بات مین تقدیر و قناعت کیسی

قطعہ

جسکو دیکھو وہ ہے افلاس کے ہاتھون سے تباہ
چھا گئی ہند پہ اے چرخ فلاکت کیسی

عمر سب اپنی عجب رنج و مصیبت مین کٹی
ہم نہین جانتے دنیا مین ہے راحت کیسی

عمر ساری تو غم ہجر صنم مین گذری | کس کو کہتے ہین خوشی وصل کی راحت کیسی
بے ہنر کی نہین دنیا مین ذرا بھی عزت | ذات کو پوچھتا ہے کون شرافت کیسی
بھیک مانگین گے نہ سکین گے مگر کوئی ہنر | مفت خوری کی انہین پڑ گئی عادت کیسی
نہ کوئی خوف تنزل نہ ترقی کا خیال | قبل مردن ہمین حاصل ہے فراغت کیسی
گرچہ اس عہد مین ہے ہر طرف آسایش خلق ق | پھر یہ افلاس کی ہر جگہ شکایت کیسی
اب نہ وہ ڈھاکے کی ململ ہے نہ بیدر کے ظروف | مٹ گئی ہند کی افسوس صناعت کیسی
جان دی مال دیا جو کہا تم نے وہ کیا | اور ہوتی ہے بتاؤ تو اطاعت کیسی
باندھ سکتے نہین ہتیار بھی ہم بہر شکار | ہم کہان جنگ کہان اور شجاعت کیسی
لطف شادی ہے اسے جسکی ہے بیوی لایق | گھر مین نادان جو عورت ہے تو راحت کیسی
ان جنم قیدیون سے مرد کو کیا گھر مین خوشی | عمر بھر کی یہ مصیبت ہین بشاشت کیسی
ہے یہی علم تو اک حضرت آدم کا شرف | ورنہ انسان کو حیوان پہ شرافت کیسی
عورتین کہتی ہین واعظ سے کہ "چل بیٹھو ہوئے" | زندہ در گور ہین ہم اور قیامت کیسی

ساتھ دولت کے گئین سب یہ صفات حسنہ
تنگدستی مین محب جود و سخاوت کیسی

مرثیہ پڑھتے ہین سنو ہم تمہارے سامنے | ہو رہا ہے قوم کا ماتم تمہارے سامنے
کیا کرین اظہار درد و غم تمہارے سامنے | غم تمہارے سامنے ہے ہم تمہارے سامنے
دیکھتے ہو تم کہ حال اپنا ہے فاقون سے تباہ | پھر شکایت کیا کرین ہر دم تمہارے سامنے
تم نے اتنا بھی نہ پوچھا کس کے دل مین درد ہے | نالے ہم کرتے رہے پیہم تمہارے سامنے
یاد ہونگی تم کو اہل ہند کی وہ شورشین | ہو چکی ہے بزم یہ برہم تمہارے سامنے

ہم بیاہی اور بیوہ کا کہین کیا تم سے حال
قید مین وہ ہے تو یہ بیدم تمہارے سامنے

کس لئے روکا ہے تمہین خشکی تری کی سیر سے
کیا نہین موجود ہر دم تمہارے سامنے

کیا امارت کا مزا جب ہم وطن ہون زیر خاک
وائے غیرت! قوم توڑے دم تمہارے سامنے

اس اکھاڑے مین نہین جیتے ہو کشتی محب
پہلوان ٹھونکے گا کیا اب خم تمہارے سامنے

خواب و خور عیش و طرب سے ہمین فرصت کیسی
وقت کی مفت لٹی جاتی ہے دولت کیسی

خاک مین مل گئی سب دولت و عزت افسوس
اب تو کچھ چونکئے للہ یہ غفلت کیسی

بے ریاضت نہین آتا ہے کوئی علم و ہنر
اپنی غفلت کا گلا کیجئے قسمت کیسی

ہو گئے اپنے ہی اعمال سے ہم آپ ذلیل
سب کی نظرون سے گری جاتی ہے عزت کیسی

کوئی خوش حال نظر ہی نہین آتا افسوس!
سب کے سب مفلس و قلاش ہین عسرت کیسی

ہاتھ پھیلانے سے بڑھ کر نہین ذلت کوئی
مفت خوری کی جو عادت ہو تو ذلت کیسی

فاقہ مستون کو کہان نشۂ دولت کا سرور
مردم ہند کہان اور مسرت کیسی

پانوون سے فلک کوئی بھی رکھتا ہے غبار
مل گئے خاک مین ہم ہم سے کدورت کیسی

عہد طفلی ہی مین پڑھنا ہو تو پڑھ اے نادان
ورنہ ایام جوانی مین تو فرصت کیسی

خاک مین مل گئین غفلت ہی سے قومین اگلی
بے خبر سوتی ہے اے قوم یہ غفلت کیسی

عمر ساری یونہین بے کار گئی کچھ نہ کیا
ہائے برباد ہوئی وقت کی دولت کیسی

عورتون کے لئے یہ باغ تو ہے کنج قفس
مرغ پر بستہ کو پرواز کی لذت کیسی

کیون یہ بے جرم مقید ہین گھرون مین نسوان
حبس بیجا ہے یہی عفت و عصمت کیسی

ایک دن وہ تھا مسلمان پہ مسلمان تھا نثار
آج یہ تفرقہ یہ باہمی نفرت کیسی

اوٹھ گئی قوم سے ہمدردی اسلام کی رسم — اب اخوت ہے کہاں اور محبت کیسی

فقر پہ فخر ہے شاہی سے گدائی اب تو — مانگنا بھیک کا عزت ہو تو ذلت کیسی

حسن ذاتی بھی چھپائے سے کہیں چھپتا ہے — سات پردون مین بھی ہو جاتی ہے شہرت کیسی

مرگیا آج محب قوم کا دیکھا نہ عروج
اس کے لاشہ پہ کھڑی روتی ہے حسرت کیسی

الہی جہل و تعصب سے تو نکال مجھے — بغیر علم ہے یہ زندگی وبال مجھے

اب اس کے ہجر مین یہ زیست ہی محال مجھے — جو موت آئے تو ہو یار کا وصال مجھے

مٹائیں دل سے یہ مایوسیون نے امیدیں — کہ خواب ہو گیا امید کا خیال مجھے

قرار کس کو ہے ہر لحظہ ہے گھٹاؤ بڑھاؤ — بتا رہا ہے اشارے سے یہ ہلال مجھے

ہزار حیف گئی عمر رائیگان ساری — رہے گا تا بہ قیامت یہی ملال مجھے

عروج قوم کا کچھ دیکھنا ہوا نہ نصیب — دکھایا چرخ نے افسوس یہ زوال مجھے

چھٹا بلاؤن سے پیچھا جو ترک عشق کیا — نہ خوف ہجر نہ ہے حسرت وصال مجھے

حسد کی آگ سے یارب بچائیو دل کو — یہی ہے نار جہنم نہ اس مین ڈال مجھے

جو آبرو سے ملے نان جو وہ بہتر ہے — پلاؤ چاہیئے رازق نہ شیرمال مجھے

حریص کو نہین دنیا مین راحت و آرام — الہی خواہشون مین دے تو اعتدال مجھے

ہر ایک کام مین اپنی ہوئی ہے ناکامی — کہ کامیابی کا آئے گا کیا خیال مجھے

کہا جو مانون کا اس نفس دشمن جان کا — ذلیل خوار کرے گا یہ بدخصال مجھے

ادہر ہے حرص کا طوفان ادہر ہے جہل کا غار — الہی پاؤن کو لغزش ہے تو سنبھال مجھے

شرف ہے علم سے بھیڑون کی اون سے تو نہین — بنائے گی نہ شریف آدمی یہ شال مجھے

عدم سے آئے تو دیکھا یہ دل فریب سمان
دکھائے گا کوئی منظر یہ پھر انتقال مجھے

جو پار سال سمان تھا کہاں ہے وہ امسال
نئے دکھاتے ہیں کیا رنگ ماہ و سال مجھے

کرے گی قوم کوئی قدر میری خدمت کی
یہ خواب میں بھی کبھی آئے گا خیال مجھے

ملا کے خاک میں مٹی تو میری کی برباد
کرے گا اور یہ کیا چرخ پائمال مجھے

یہ دل عمر کی جاتی ہے سوئے ملک عدم
نشان میل ہے ہر ایک ماہ و سال مجھے

خوشی میں غم کا ہے ڈر غم میں ہے خوشی کی امید
عروج میں بھی ہے اندیشۂ زوال مجھے

تباہ ہوں نہ کہیں اور اہل ہند ابھی
یہی ہے انکے تغافل سے احتمال مجھے

زمانہ خود یہ بقا و فنا کے پھیر میں ہے
بتا رہے ہیں یہی روز و ماہ و سال مجھے

مری لحد کا مٹا نا نشان نہ گردش چرخ
کریں گے بعد فنا بھی وہ پائمال مجھے

ضرور گھٹکے بڑھے گی مثالِ بدر یہ قوم
ہلال دیکھا تو آیا یہی خیال مجھے

مثال سرو جو بے فیض و بے ثمر ہیں محب
کرینگے خاک وہ اس باغ میں نہال مجھے

کبھی جو آتا ہے اعمال کا خیال مجھے
کمال ہوتا ہے اس وقت انفعال مجھے

وصالِ یار کا آئے گا کیا خیال مجھے
یہ آرزو یہ تمنا تو ہے محال مجھے

ہلال دیکھ کے کہتی ہے چرخ سے بیوہ
یہ تیغ تیز ہے کر ڈال تو حلال مجھے

میں اپنے آپ کو اس وقت سمجھا ناقص تر
کہ جب علوم میں حاصل ہوا کمال مجھے

یہ حبس دائمی پردہ نہیں ہے حکم خدا
نہ بحث آپکو اس میں نہ قیل و قال مجھے

کھلی جو علم کے سر سے چشم دل تو کھلا
ہر ایک شے میں دکھاتا ہے وہ جمال مجھے

کہاں یہ علم کی نعمت کہاں یہ عبد ذلیل
کیا ہے رحمت باری نے کیا نہال مجھے

تمہارے وعدہ فردا کو مین سمجھتا ہون — بروز حشر دکھاؤ گے تم جمال مجھے
متاع علم کا کافی یہی خزانہ ہے — نہین جو دولت دنیا تو کیا ملال مجھے
مین اپنی قوم سے چاہون گا خدمتون کا صلا
محب یہ آئے گا ہوسے سے بھی خیال مجھے

نہین کی علم مین محنت جفا کی — یہ ہستی ہم نے خود اپنی فنا کی
ہمارا دل لیا تم نے جفا کی — جفا پر بھی تو پھر ہنسے وفا کی
نہ حاصل کی زبان حاکم وقت — مسلمانو! بڑی تم نے خطا کی
ہر اک شے مین نظر آتا ہے جلوہ — ذرا دیکھو تو یہ صنعت خدا کی
خدا خود آپ ہے دانا و بینا — ہمین پھر اوس سے کیا حاجت بتا کی
بہت پائین گے یہ دنیا مین راحت — جو علم و فضل مین محنت ذرا کی
ہوئے ہم مضمحل آکر دکن مین — عجب تاثیر ہے آب و ہوا کی
ہوئین یہ عورتین کیون زندہ در گور — کوئی حد بھی تو ہے شرم و حیا کی
سراپا ناز و حسن و دلربائی — عجب تصویر ہے اس دلربا کی
کھلائے گل وہان یان شمع کی گل — عجب رفتار ہے باد صبا کی
تپ غم سے جلی جاتی ہے بیوہ
محب کیا قوم نے اس کی دوا کی

مرد میدان ہین نہین راہ سے پھر جانیکے — مشکلین لاکھ ہون لیکن نہین گھبرانیکے
باغبان سست ہوا گر میسر نہین آب — سب یہ آثار ہین اس باغ کے مرجھانیکے
سیر کرنے دے ہمین کچھ تو چمن کی صیاد — اس گلستان مین نہین پھر کبھی ہم آنیکے

نوجوانو! تمہین سمجھائے کوئی کیا انجام — خود سمجھدار ہو یہ دن نہین سمجھانے کے
کشت عالم مین ہے نیکی کا ثمر ملتا ہے — ڈھیر خرمن کے ہوئے بونے سے اک دانیکے
پھر بنتے ہین کوئی صوفی صافی کوئی — خوب یہ ڈھنگ نکالے ہین کماکھانیکے
گالیان دیتے ہین دین ہم تو ہین پر دیکو خلاف — ان کے دشنام سے ہم تو نہین شرمانیکے
غفلت و پستی و خود بینی و خود رائی و جہل — یہی اسباب تو ہین خاک مین ملجانے کے
حافظ و شبلی و منصور و جنید و خیام — رند یہ سب ہین اسی نیچری میخانے کے
رہین سے جبہ و دستار مگر دل مین فریب — دانت کھانے کے ہین یہ اور وہ دکھلانیکے
عاقلو! کچھ تو مری باتون کو سمجھو للہ — یہ خیالات نہین ہین کسی دیوانے کے
نکتہ چینیون کے فقط ہم ہی نہین منت کش — سر خوبان پہ بھی احسان ہین بہت شانیکے
عشق صادق کا یہ معشوق پہ ہوتا ہے اثر — شمع رو دیتی ہے خود حال پہ پروانیکے
مے کے دہوکے مین دیا زہر جو ساقی نے ہمین — منہ سے پھوٹی کبھی کوئی بات نہ پیمانے کے
حیف ہے ہمکو زمانہ سے کہے جاہل وحشی — یہی القاب تو ہین ڈوب کے مرجانیکے
سیر و تفریح نہین ہے فقط آبادی مین — عبرت انگیز ہین احوال بھی ویرانے کے
ایک در بند جو ہو سیکڑون کھل جاتے ہین — لاکھون حیلے ہین یہان رزق کے پہونچانیکو

کیون اٹھے بیٹھے ہوا اب جاؤ محب گھر اپنے
بزم ساقی مین نہین ساغر مے پانے کے

ارمان سے خالی ہے وہ دل یہی ہے — نہین جس مین لیلیٰ وہ محمل یہی ہے
چھپین لاکھ پردون مین پر خون ناحق — کہیگا خدا سے کہ قاتل یہی ہے
شرابین پئین کوٹ پتلون پہنین — ہماری ترقی کا حاصل یہی ہے

قطعہ

سنا ہے پیچر بے پردے کا حامی — اصول تمدن سے جاہل یہی ہے

سمجھتا ہے پردے کو یہ عین فطرت — بڑا فلسفی اور عاقل یہی ہے

ترقی کریں مرد بے عورتوں کے — غلط فیصلہ زعم باطل یہی ہے

پڑی ہیں عورتیں سخت پردے میں کیونکر — ہماری ترقی میں مشکل یہی ہے

فلک نے جو بیوہ کا دیکھا تڑپنا — کہا سخت جان نیم بسمل یہی ہے

کریں اپنی غفلت کی کیا ہم شکایت — ہمیں جس نے مارا وہ قاتل یہی ہے

حرم میں بھی ہے خال اسود کی پوجا — ترے صورت رخ کا کیا تل یہی ہے

نہیں کچھ زمیں پہ ہی شادی بیوہ — فلک پر بھی انجم کی محفل یہی ہے

نہیں ماتم قوم کچھ انجمن میں — چمن میں بھی شور عنادل یہی ہے

ہمیں قبر میں رکھ کے احباب بولے
عدم کی محب پہلی منزل یہی ہے

درد دل اپنا کوئی کیا جانے — اس کو ہم جانیں یا خدا جانے

آدمی کیا کہے کوئی اس کو — جو نہ اپنا بھلا برا جانے

ایک دم کی حیات پر یہ خوشی — غنچہ انجام زیست کیا جانے

بھوکوں مر جائیں گو تمام غریب — ان امیروں کی پر بلا جانے

اٹھی ہو جائے دور ور نفاق — علم کو قوم گر دوا جانے

کیا ہے یہی بشر کے لئے — آپ کو سب کا خاک پا جانے

ہر مصیبت کو چاہیے انسان — اپنے اعمال کی سزا جانے

اتنا کس کو کیا خدا نے ذلیل — کیا ہوا ہم سے کوئی کیا جانے

جاتی ان تک تو کچھ اثر ہوتا ‏ ‏ ‏ ‏ ہے دعا کس جگہ خدا جانے
جانتا ہے وہ بھید سب دل کا ‏ ‏ ‏ ‏ دل مین کیا ان کے ہے خدا جانے
خاک پہنچائیگا وہ منزل پر ‏ ‏ ‏ ‏ راستہ جو نہ رہنما جانے
طالب معرفت سے یہ کہدو ‏ ‏ ‏ ‏ ایک دو نو بقا فنا جانے
اس کی نظرون مین کیا سمائے طور ‏ ‏ ‏ ‏ دل کو جو جلوۂ خدا جانے
راحت قلب ہے اسی کو نصیب ‏ ‏ ‏ ‏ جو عدو کو بھی آشنا جانے
کیون ہے یہ دور مرگ و پیدائش ‏ ‏ ‏ ‏ کون خالق کا مدعا جانے
ہر بشر کو ہے موت کا تو یقین ‏ ‏ ‏ ‏ پر کہان اور کب خدا جانے
کیون زمانہ کرے مدد اس کی ‏ ‏ ‏ ‏ وقت کا جو نہ مقتضا جانے

ناک ہے اوسکی سامنے اکسیر
جو محب علم کیمیا جانے

قید محلون مین ہین نازلیت یہ عزت اچھی ‏ ‏ ‏ ‏ زندہ در گور ہین ہے جرم شرافت اچھی
ذلت قوم سے ہر طرح کی ذلت اچھی ‏ ‏ ‏ ‏ قید تہذیب سے آزادئ وحشت اچھی
پڑھ کرین کہاتے ہوئے پھرتے ہین عالم فاضل ‏ ‏ ‏ ‏ ایسی تعلیم سے واللہ جہالت اچھی
گنج قارون بھی اگر کام نہ آئے تو ہے خاک ‏ ‏ ‏ ‏ زحمت بارکشی سے تو قناعت اچھی
روئے اپنے گناہون پہ کہ دھو جائین گناہ ‏ ‏ ‏ ‏ اپنے اعمال سے جتنی ہو ندامت اچھی
روز کے بیم و رجا سے تو ملے گی فرصت ‏ ‏ ‏ ‏ دیکھیون سے تری واعظ یہ قیامت اچھی
فائدہ کیا جو کیا جمع زر سرخ و سفید ‏ ‏ ‏ ‏ فائدہ قوم کو ہو جس سے وہ دولت اچھی
گالیان دیتے ہین دینے دو مگر رنج یہ ہے ‏ ‏ ‏ ‏ گالیان دینے کی ہوتی نہین عادت اچھی

دشمنِ نفس کی باتون مین نہ آنا اے دل | دوستی اوس کی بُری اُس سے عداوت اچھی
سچ کہے جاؤن گا گو لاکھ بُرا مجھکو کہین | صاف کہتے مین جو ذِلت ہو وہ ذلت اچھی
صحبت بد کے اثر سے نہین بچتا کوئی | رند و اوباش کے سایہ سے بھی نفرت اچھی
یون تو بدنام بھی ہوتے ہین جہان مین مشہور | نیک نامی سے جو شہرت ہو وہ شہرت اچھی
کیون مجھے چشمِ حقارت سے عدو دیکھتے ہین | میری صورت سہی بُری انکی تو سیرت اچھی
روح و قالب کے تناسب مین بھی نسبت ہے بہم | خوبصورت کی ہوا کرتی ہے سیرت اچھی
بدنصیبون کو کہان دولتِ تعلیم نصیب | علم رکھتے ہین وہی جنکی ہو قسمت اچھی
خیر و شر مین نہین کچھ فرق مگر نیت کا | قتل اچھا ہے جو قاتل کی ہے نیت اچھی
خدمتِ ملتِ احمد مین کمر بستہ ہون | سب عبادت سے ہے یہ ایک اطاعت اچھی
خیر کر پھینک یہ تسبیح و مصلے زاہد | نفع ہو خلق کا جس مین وہ عبادت اچھی
ترک دنیا ہے ادہر خواہشِ جنت ہے اُدہر | زاہد و خوب یہ نفرت ہے یہ رغبت اچھی

دولتِ علم ملی اور ہوس کیا ہے محب
اس سے بڑھکر بھی کوئی اور ہے دولت اچھی

ملتا نہین ہے درسِ حقیقت کہان مجھے | فطرت کا مدرسہ ہے یہ سارا جہان مجھے
طے کسطرح سے ہون رہِ الفت کی منزلین | ہر خارِ دشتِ شوق ہے نوکِ سنان مجھے
کیونکر ابھی ملے سندِ اوستادِ عشق | دینے ہین قتل گہ مین کئی امتحان مجھے
لینے دے دم کہین تو نہ اب دربدر پھرا | چکر مین ڈال رکھتا ہے کیون آسمان مجھے
گھر مین خدا کے جانے کو اوٹھتے نہین قدم | رکھتا ہے بتکدہ ہی مین عشقِ بتان مجھے
زاہد ثواب خدمتِ اہلِ وطن سے ہے نقد | کھاتے مین مل رہین گے یہ حور و جنان مجھے

مسجد سے کچھ غرض ہے نہ کچھ دیر سے ہی کام　　کافی ہے تیرے در کا فقط آستان مجھے

ملتا ہے ان بتوں ہی کے ملنے سے ہی خدا　　معلوم اب ہوا ہے یہ سر نہان مجھے

اب تک تو درد دل ہی سے واقف نہ تھا کوئی　　بدنام اب کریگی یہ آہ و فغان مجھے

ہوتا نہیں ہے خواب میں بھی روح کو سکون　　پہونچا خیال لیکے کہان سے کہان مجھے

لینے دیا نہ گردش قسمت نے وان بھی دم　　ثاقب کی طرح پھینکا فلک نے جہان مجھے

کہتی ہے بیوہ دل میں یہ رو رو کے عمر بھر　　وہ تو سدہارے چھوڑ گئے نیم جان مجھے

عزلت میں بھی رہا ہدف ناوک ستم　　کچھہ گور میں ملے تو ملے اب امان مجھے

لایا ہے آب و دانا عدم سے جو کھینچکر　　کرنے دے کچھہ تو سیر چمن باغبان مجھے

مین خدمت وطن کو سمجھتا ہون اپنا فرض　　زاہد نہیں ہے خواہش حور جنان مجھے

پیری مین خم کمر ہے تو ہے ہاتھہ مین عصا　　ہاتھہ آئے موت کے لئے تیر و کمان مجھے

روزہ رکھا نماز پڑھی کعبہ کو گئے　　کافر ہی اب بھی جانتا ہے بدگمان مجھے

دیتے ہین منہ پہ گالیان سنتا ہون مین خموش　　گویا نہین دیا ہے خدا نے دہان مجھے

حق گو کی بات زہر سے ہوتی ہے تلخ تر　　رسوا کریگی خلق مین میری زبان مجھے

اترا خمار ہو گئے پھر نشے سب ہرن　　بیٹھی قضا دبوچ کے جب ناگہان مجھے

چلتا ہے زور گردش تقدیر سے کہین　　پٹکا فلک نما سے فلک نے کہان مجھے

کہتا نہ دوستون سے جو مین راز دل محب
رسوائے خلق کرتے نہ یہ راز دان مجھے

غریب کا ہے معاون جگر یہ کسکا ہے　　نشانئے ہند پہ سینہ سپر یہ کسکا ہے

زمین سے اوگتے ہی ہوتا ہے خشک ہر پودہ　　زمین کا آب و ہوا کا اثر یہ کس کا ہے

یہ پوچھا مین نے شب ماہ دیکھکر رخ یار — زمین کا چاند تو وہ ہے قمر یہ کس کا ہے

درخت علم کے پھل کھا کے شاد ہی یورپ — جو محنتون کا نہین ہے ثمر یہ کس کا ہے

خوشی سے پھولے ہین گل بلبلین غزل خوان ہین — چمن مین آج ہمارے گذر یہ کس کا ہے

فلک سے کرتی ہین باتین بلند دیوارین — مکان یار کا ہے منظر یہ کس کا ہے

ہمارے باغ کے پھل کھا کے پوچھتے ہین لوگ — یہ بیج بویا ہے کس نے شجر یہ کس کا ہے

شہید دست حنائی نہین اگر شب و روز — تو خون چرخ پہ شام و سحر یہ کس کا ہے

ستی کی ہمت مردانہ کا جواب نہین — جلے جو جیتے ہی جی خود جگر یہ کس کا ہے

خزان رسیدہ ہے فصل بہار مین یہ چمن — ہوائے ہند مین سمی اثر یہ کس کا ہے

بجز خدا کے محب جب نہین کسی کا ڈر

تو کیون سکوت ہے خوف و خطر یہ کسکا ہے

منہ کو کھولے ہے زمین ہمکو نگلنے کیلئے — آسمان جھکتا ہے ہر بار مسلنے کے لئے

عورتین کہتی ہین گھٹتا ہے مکانون مین جو دم — دل جو گھبرائے کہان جائین ٹہلنے کیلئے

وہ طبائع ہین جدا جو ہین زمانہ کے مرید — یہ طبیعت نہین ہر سانچے مین ڈھلنے کیلئے

پند آمیز پڑھے شعر جو مین نے تو کہا — آپ ہی رہ گئے ہین زہر اگلنے کے لئے

کیا ہی ادبار نے غفلت مین دبوچا آکر — کچھ بھی مہلت نہ ملی ہمکو سنبھلنے کے لئے

کام نسوان کو نہین کوئی تو کچھ پڑھنے ہی دو — چاہیئے شغل کوئی جی کے بہلنے کیلئے

باغ عالم مین یہ نیکی و بدی کا ہے ثمر — پھول پہننے کیلئے خار ہین جلنے کیلئے

دل ہے پہلو مین کہ ہے گود مین ننھا بچا — کیا ڈٹا رہتا ہے ہر شے پہ مچلنے کیلئے

وعدۂ وصل ادھر اور ادھر ہے انکار — ایک دم چاہیئے سو رنگ بدلنے کیلئے

اپنی جاگیر سمجھکر ہوئے دل پر قابض — میرے ارمان نہیں آئے نکلنے کیلئے
وصل میں ہجر کے دھڑکے سے ملے کیا آرام — ایک کھٹکا ہی یہی دل کے دہلنے کے لئے
اے فلک رنگ خیالات بہت پختہ ہے — بدتین چاہیئے یہ رنگ بدلنے کے لئے
غمزہ و ناز کے تیروں کی وہ بوچھار ہے اب — دم کی مہلت ہی نہیں دل کو سنبھلنے کیلئے
ہر خزان دیدہ چمن میں تو بہار آئی ہے — یہ مگر باغ نہیں پھولنے پھلنے کے لئے

مات بھی ہو جو محب تو بھی نہ ہارو ہمت
سیکڑوں اور ہیں چالیں ابھی چلنے کیلئے

بزم میں جب کوئی نسوان کا عدو آتا ہے — کیا کہوں آنکھوں میں میرے تو لہو آتا ہے
شاعروں کو نہیں کچھ بھی حق و باطل سے غرض — مدح و ذم میں تو فقط انکو غلو آتا ہے
اوج سے ہم سوئے پستی ہیں لب اپنا تو مائل — جسطرح کو دے پانی لب جو آتا ہے
ایک ہمدردئ انسان سے عبادت کافی — سینکڑوں آتی ہیں ہمکو نہ وضو آتا ہے
چشم مخمور کا رہتا ہے جو ہر وقت خیال — رات کو خواب میں بھی جام و سبو آتا ہے
بے قضا خنجر بران میں نہیں کاٹ کوئی — کند ہو جاتا ہے جب تا بہ گلو آتا ہے
کسکو کہتے ہیں برا لوگ مجھے حیرت ہے — جب نظر صاف ہر اک چیز میں تو آتا ہو

اُٹھ گیا قوم سے اب تو حق و باطل کا تمیز
لوگ کہتے ہیں محب کو کہ عدو آتا ہے

دیکھو جسے وہ اپنے ہی رنج و محن میں ہے — افسردگی کا دور اب اس انجمن میں ہے
کیوں کر ابھی گھٹیگی جہالت کی تیرگی — جب آفتاب علم ہمارا گہن میں ہے
مرنے کے بعد بھی نہ گئی حسرت وصال — اک ڈھیر حسرتوں کا ہمارے کفن میں ہو

ہندوستان سے اُٹھ گیا افسوس ذوقِ شعر — کچھ قدرِ شاعری ابھی باقی دکن میں ہے

بے تربیت نہیں کوئی تعلیم کا ثمر — سب اعتبار اور بزرگی چلن میں ہے

انسان کی صنعتوں کی ہے آبادیوں میں سیر — خالق کی قدرتوں کا تماشا تو بن میں ہے

سن گوشِ ہوش سے کبھی مجنون کی بھی بڑ — حکمت بھری ہوئی مرے دیوانہ پن میں ہے

پردے کے حامیوں سے یہ پوچھے کوئی ذرا — محبوس عیش میں ہے کہ رنج و محن میں ہے

کیا لاغری ہے لاش پہ کہتے ہیں آ کے وہ — باریک تار سا کوئی لپٹا کفن میں ہے

غربت میں عمر بھر رہے مر کھپ گئے عزیز — اب روشناس بھی نہیں کوئی وطن میں ہے

اُٹھتے ہی کچھ زمین سے ٹھٹھرتا ہے ہر درخت — فصلِ خزاں شروع ہی سے اپنے چمن میں ہے

رسموں سے چھوٹنے کا تو ہمکو نہیں یقین — جکڑا یہ بند بند ہمارا رسن میں ہے

کیا ہو سکے گی ہم سے محب خدمتِ وطن

ہمت نہ دل میں اور نہ طاقت بدن میں ہے

رواں جو آنکھوں سے اک سیلِ آب رہتا ہے — تو دل ہمارا میانِ دو آب رہتا ہے

دبے گی جہل و تعصب سے کیا شعاعِ علوم — دبا گہن میں کہاں آفتاب رہتا ہے

شمارِ جرم سے ہے کیوں منحصر یہ روزِ شمار — خدا کے پاس تو لکھا حساب رہتا ہے

جو چونکتا ہے وہی ہے یہاں پریشاں حال — وہ ہوشیار ہے جو مستِ خواب رہتا ہے

یہ کارخانۂ عالم تو ہے فریبِ نظر — ہمارے سامنے دائم سراب رہتا ہے

بھرا ہے جنکے رگ و پے میں زہرِ بغض و حسد — مثالِ مار انہیں پیچ و تاب رہتا ہے

عدو پہ آپکی ہر دم تو ہے کرم کی نگاہ — یہ دوستوں پہ مگر کیوں عتاب رہتا ہے

عجیب سفلہ و احباب کش ہیں اہلِ جہاں — کہ اُن کا دوست ہمیشہ خراب رہتا ہے

یہ کوئی دم کا تعصب ہے پھر ہے مطلع صاف
کہاں فلک پہ ہمیشہ سحاب رہتا ہے

ہر ایک ہند کے عاقل کا ڈہونڈہین گر مسکن
تو پائین گے وہ میان دو آب رہتا ہے

سبنے جوان جو پیری مین منہ ہوا کالا
خضاب سے کہین قایم شباب رہتا ہے

اسی کو ملتی ہے کچھ علم و فضل کی دولت
جو ایک کونے مین محو کتاب رہتا ہے

ذرا سی پی کے جو مستون مین ملگیا بہی تو کیا
وہی ہے رند جو غرق شراب رہتا ہے

وہ خام طبع بھی ہوتا ہے پختہ جل جل کر
جو دیر تک سر آتش کباب رہتا ہے

خوشی حیات کو لازم ہے گرچہ ہو موہوم
کہ ایک سانس پہ پہولا حباب رہتا ہے

قرار مہر ہے نصف النہار پر جتنا
بس اتنی دیر یہ عہد شباب رہتا ہے

کمال حسن کو لازم ہے جلوہ افروزی
کہاں محب رخ مہ پر نقاب رہتا ہے

دل سے تذلیل صناعت جو نکل جائے ابھی
مفلسی ہند کی دولت سے بدل جائے ابھی

نفس گرم جلے دل سے جو بیوہ کھینچے
تو فلک بھی شرر آہ سے جل جائے ابھی

اے مسیحا ترا بیمار ہوا ہے لب گور
دارو علم جو دے تو تو سنبھل جائے ابھی

کج روش برسون کی تعلیم مین ہونگے سیدھے
شاخ پیچیدہ کا کس طرح سے بل جائے ابھی

عورتو صبر کرو قید سے بھی چھوٹو گی
یہ بلا بھی جو خدا چاہے تو ٹل جائے ابھی

نوجوان بیوہ کے رونیکا اگر حال لکھون
ایک چشمہ مری آنکھون سے ابل جائے ابھی

بیوہ نالہ جو کرے عرش ہلانے والا
تو دل رعد بھی سینہ مین دہل جائے ابھی

سختی پردہ نسوان کا اگر ذکر کرون
سنگ دل تیرا کلیجہ بھی پگھل جائے ابھی

ترک خواہش سے کہان دل پہ نہین جب قابو
اچھی صورت پہ یہ نادان مچل جائے ابھی

سنگ ہوتا ہے گہر روتن کی کاوش سے
یہ کوئی موم ہے سانچہ مین جو ڈھلجائے ابھی

زاہد خشک تو رندون سے بھی بڑھکر ہو حریص
یہ بلا نوش خم مے بھی نگل جائے ابھی

گر زبان سے ہو بیان سوزش دردنہان
دل جو فولاد کا ہو وہ بھی پگھل جائے ابھی

ایک مدت مین ریاضت کا ثمر ملتا ہے
کیا لگاتے ہی شجر علم کا پھل جائے ابھی

موذیون کی تو ہے کیا اصل اگر وہ چاہے
مار گردون کا سر نحس کچل جائے ابھی

درد دل تیرا محب کان لگا کر جو سنین
تو فسون سحر بیانی کا یہ چل جائے ابھی

سب ہی یہان نثار ہین حسن و جمال کے
عنقا مگر ہین پوچھنے والے کمال کے

یورپ مین سے ہے ہر ایک تو قربان قوم و ملک
کتنے یہان بتاؤ تو ہین اس خیال کے

سب جو تھے ہوئے مانگتے ہین خوشہ مراد
طالب یہ نا سمجھ ہین خدا سے محال کے

قید نشا رہین پیر کے تقلید کیون نہ ہو
ہین ہیچ پیری گرہ کے یہان سب یہ بال کے

کھائی ہے جنہون نے ہین رہ الفت مین ٹھوکرین
رکھتے یہان قدم ہین وہی دیکھ بھال کے

گذرا جو ایک گور غریبان سے مین محب
ق
دیکھا سجے ہوئے کئی مرقد ہین حال کے

چادر کسی پہ اور کسی پہ ہین چند پھول
آثار اور بھی ہین کچھ افلاس و مال کے

پوچھا یہ مین نے دل سے کہ کیا فائدہ انہین
اطلس کے قبر پوش ہون آنچہ کے شال کے

مرقد سے اک امیر کے پھر آئی یہ صدا
وارث یہان تو زندہ ہین مردونکو مال کر

افسوس ایک چیز بھی آتی نہین ہے کام
رکھتے تھے احتیاط سے جسکو سنبھال کر

تکلیف سے کیے جمع کیا مال عمر بھر
ہاتھ آیا ہمکو مال سے کیا جز ملال کے

یہ سب نیاز و نذر بھی اسباب زینت و تنگ ہین
پھینکے گا پھر یہان نہ کوئی پھول ڈال کے

لیگا نہ کوئی نام بھی میرا زبان سے　　کرتے ہیں کسکو یاد یہ دنیا کے بالکے
کہتا ہوں تجھ سے میں یہ ذرا کان دھر کے سن　　سب دوست ہیں جہان میں مال و منال کے
دنیا میں رہ کے مال کی کرنا نہ تو ہوس　　پھنستے ہیں اس سے آدمی پھندوں میں جال کے
اولاد کام آئی جسے اب تو نہ مال و جاہ
جز خاک کیا نصیب ہوا ان کو پال کے

عہد تجکو یاد وفا سمجھے　　بے وفاؤں کو آہ کیا سمجھے
عکس تیرا جو دل میں تھا تو اسے　　سینہ میں جہان نما سمجھے
لاکھ تحلیل کیمیاوی کی　　آب سمجھے نہ ہم ہوا سمجھے
یہ طلسم جہان ہے یہ اسرار　　جز خدا اسکو کوئی کیا سمجھے
صاف چھپنا نہ سامنے آنا　　یہ ادا تیری کوئی کیا سمجھے
اہل دنیا تو ہیں غرض کے مرید　　اور ہم انکو آشنا سمجھے
حبس نسوان کی ہم نے کی تائید　　ستم قاتل کو ہم روا سمجھے
جہل ہے موت اور علم حیات　　قطعہ　　ہم انہیں کو فنا بقا سمجھے
مفلسی مال عزت و ذلت　　سب کو اعمال کی جزا سمجھے
آئی جو کچھ بلا تو اس کو بھی　　اپنے کرتوت کی سزا سمجھے
اپنے ہاتھوں سے آپ کو میٹا　　اور پھر چرخ کی جفا سمجھے
شیخ کو اپنے کشف پر ہے جو ناز　　قطعہ　　تو بتائیں وہ خود کو کیا سمجھے
ہم سے پوچھیں تو صاف کہدیں　　سب کو ہم ہیچ ماسوا سمجھے
نہ کیا شکوہ قضا و قدر　　غم کو راحت کا پیشوا سمجھے

کیا خودی نے ہمیں کیا بیخود — کہ ہمیں آپ کو خدا سمجھے

اعتبار وفا اٹھا ہے محب
وہ محبت کو بھی دغا سمجھے

جوش پہ عہدِ شباب دیکھیے کب تک رہے — آب پہ قائم حباب دیکھیے کب تک رہے
پیٹ کو روٹی نہیں سر پہ بھی ٹوپی نہیں — ہند کی حالت خراب دیکھیے کب تک رہے
سب بے ہنری سے ہیں [illegible] دشوار زیست — بند صناعت کا باب دیکھیے کب تک رہے
تھک گئے سب چیخ کر جوں نہ چلی کان پر — قوم پہ سرمست خواب دیکھیے کب تک رہے
قحط و وبا سے پلیگ دونوں بلائیں ہیں ایک — ہم پہ خدا کا عتاب دیکھیے کب تک رہے
سختی قید دوام جھیلتی ہیں تا بہ زیست — عورتوں پر یہ عذاب دیکھیے کب تک رہے
سچ ہے بہت پائدار جھوٹ ہے ناپائدار — جھوٹ سے وہ کامیاب دیکھیے کب تک رہے
چھپ گیا خورشید علم ظلمت دیجور سے — جہل کا چھایا سحاب دیکھیے کب تک رہے
کل جو تھے مختار کل شہر بدر آج ہیں — پولٹیکل انقلاب دیکھیے کب تک رہے
دید کے ہیں منتظر سب کہ ترستی چشم ہیں — رخ پہ تمہارے نقاب دیکھیے کب تک رہے
عیش میں سرمست ہیں پاکے یہ دولت امیر — نشۂ جام شراب دیکھیے کب تک رہے
سب ہے یہ نظر کا فریب اصل یہاں کچھ نہیں — سامنے اپنے سراب دیکھیے کب تک رہے
علم سے سیراب ہے صوبۂ پنجاب بھی — جہل میاں دو آب دیکھیے کب تک رہے
صحت و تعلیم سے عورتیں محروم ہیں — حبس دوامی حجاب دیکھیے کب تک رہے
پختگی عقل و رائے آتی ہے کچھ دیر میں — خام بر آتش کباب دیکھیے کب تک رہے
عیش کو کرتا ہے تلخ روزِ جزا کا خیال — خوف حساب و کتاب دیکھیے کب تک رہے

کان جرس پر ہیں اب منتظر کوچ ہیں — حالت پا در رکاب دیکھئے کب تک رہے

پند محب سنتے ہی کھاتی ہے بل مثل مار
قوم کو یہ پیچ و تاب دیکھئے کب تک رہے

ہماری قوم بھی ضدی بڑی ہے — پرانی ریت رسموں پر اڑی ہے
نہیں آسان کچھ ہمدردیٔ قوم — پر رستہ سخت ہے منزل کڑی ہے
بڑھی جاتی ہیں آگے اور قومیں — مگر یہ قوم ہی پیچھے پڑی ہے
غضب ہے سادگی ان لیڈیوں میں — نہ سرمہ ہے نہ مسی کی دھڑی ہے
ترقی کر رہی ہیں اور قومیں — ہماری قوم منہ تکتی کھڑی ہے
یہ نظم بے بہا نایاب و نادر — قطعہ — مسلسل ایک موتی کی لڑی ہے
نہیں الفاظ یہ کاغذ پہ ہیں پھول — نہیں یہ بیت پھولوں کی چھڑی ہے
ہمارے حال پر روتا ہے جب ابر — نہیں برسات اشکوں کی جھڑی ہے
حیا تہذیب عفت علم و دانش — کوئی ان سے بھی بہتر پچلڑی ہے
نہیں ممکن رہیں اک حال پر ہم — زمانہ کو تغیر ہر گھڑی ہے
نہیں پابندیٔ اوقات سے کام — تو پھر پاکٹ میں کیوں جیبی گھڑی ہے
مرے سر کی قسم کچھ تو بتاؤ — یہ چوٹی کس لئے پیچھے پڑی ہے

محب یہ قوم کیا آگے بڑھے گی
تعصب میں جہالت میں گڑی ہے

قفس ہی میں رہے گئے ہم چھوٹ کر بھی — نہ کام آئے ہمارے بال و پر بھی
مسلمانوں کو ایسے غم پڑے ہیں — نہیں ہے دین و دنیا کی خبر بھی

بلا سے جہل سے چھوٹے گا کب ہند — کبھی اس رات کی ہوگی سحر بھی
بشر کیا جز خدا ہیں سب ہی فانی — زمیں بھی چرخ بھی شمس و قمر بھی
یہ ہے تاثیر آہ اہل زنداں — کہ چیخ اُٹھے ہیں اب دیوار و در بھی
فرشتہ سے بھی انساں ہے برتر — جو دل ہے پاک نیت بھی نظر بھی
ثبات و صبر سے کرتے ہیں جو کام — وہ پاتے ہیں ریاضت کا ثمر بھی
پری بھی ہیچ ہے بے حسن سیرت — جو ہو صورت تو ہو علم و ہنر بھی
بھٹکتا کیوں ہے واعظ آپ کو دیکھ — اسی دل میں ہے جنت بھی سقر بھی
نہیں ہے جز خدا ہمکو کسی سے — امید نفع بھی خوف ضرر بھی
اسی کو شعر ہم کہتے ہیں جس میں — زباں بھی ہو معانی بھی اثر بھی

محب وہ قوم کا ہے جو سپئے قوم
لٹاتا گھر بھی ہے دیتا ہے سر بھی

صفائی ہاتھ کی دل بھی جگر بھی دیکھتے جاتے — جو وہ دم بھر ٹھہرتے رقص سر بھی دیکھتے جاتے
زہر عشق
یہ زہر عشق لکھکر آپ تو دنیا سے جاتے ہیں — ذرا اس سم قاتل کا اثر بھی دیکھتے جاتے
لگایا باغ نسواں ہے کس محنت ریاضت سے — یہی حسرت رہی دل میں ثمر بھی دیکھتے جاتی
نہ کرتے راہ گم یہ رہروان منزل ہستی — اگر زیر قدم بالائے سر بھی دیکھتے جاتی
یہی تعلیم ہوتی رفتہ رفتہ زیور نسواں — حسینوں میں اگر علم و ہنر بھی دیکھتے جاتی
ہماری نظم کی بھی داد دیتی اہل جوہر کو — جو آتے تھے یہ سلک گہر بھی دیکھتے جاتی

فلک تک اڑ کے ہم جاتے نہ گرتے یوں محب ہرگز
اگر طاقت بھی اپنی بال و پر بھی دیکھتے جاتے

گو حسن مین یہ عورتین بہتر ہین پری سے — حیوان سے بھی بدتر ہین مگر بے ہنری سے

کیا غض بصر عورتون ہی کے لئے آیا — مردون کی نہین روک کوئی بدنظری سے

٩٧ قل للمؤمنین سورۂ نور

منطق سے وہی کرتے ہین پردے کی حمایت — مس جن کو نہین علم بدیہی نظری سے

پردے سے عدم کے یہ گل آتی نہین باہر — گر فائدہ ہوتا نہ کوئی جلوہ گری سے

روکے بہت آتے ہین چرخ فلک سوز یہ نالے — اب ضبط کی طاقت نہین درد جگری سے

ہر قوم کو لازم ہے ترقی و تنزل — ثابت ہوا ہر ماہ یہ دور قمری سے

اس نہر نے رکھا ہمین ہر سنگ سے محفوظ — اتنا تو ملا پھل یہ ہمین بے ثمری سے

اک ہم ہین کہ خود اپنے ہی گھر سے نہین واقف — اک وہ ہین کہ آگاہ ہین خشکی و تری سے

ہمدرد یتیمون کے ہین وہ حامی ملت — جو ان کو چھڑاتے ہین غم بے پدری سے

چل دل کو بچا کر کہ ہزارون ہین سر راہ — غنچہ یہی کہتا ہے نسیم سحری سے

پتھر کے کلیجے ہون تو تاثیر ہو کیون کر — نالون کا بھی دل ٹوٹ گیا بے اثری سے

میدان ترقی مین بڑھی جاتی ہین قومین — ہم منزلون پیچھے ہین ابھی بیخبری سے

تھا پردۂ نسوان رہ تعلیم مین حائل
یہ بھید کھلا ہم کو محب پردہ دری سے

جاہلون کی صحبت سے انہین رغبت رہی — اہل علم و فضل و دانش سے مگر نفرت رہی

خود تڑپ کر آپ سینہ سے نکل جائیگا دل — گر ہماری بیقراری کی یہی حالت رہی

کر دیا ادبار نے افسوس کیا ذلت پسند — نام کو بھی اب نہین باقی کوئی غیرت رہی

ناخلف اولاد سے مٹتا ہے نام اجداد کا — ہم مین باقی کہا سلف کی اب کوئی جرأت رہی

جھیلنے مین سختیون کے کچھ تو ملتی ہے مدد — عیش و عشرت مین بھی محنت کی اگر عادت رہی

یاد رہتا کون ہے جز خادمانِ ملک و قوم — گر رہی بھی تو انہیں لوگون کی کچھہ شہرت رہی

خدمتِ قومی سے بڑھکر مستقل خدمت ہو کون — لاکھہ تحقیقون مین قایم ایک یہ خدمت رہی

دفترون مین اک مسلمان بھی نہ آئیگا نظر — اور انگریزی سے کچھہ روز ون اگر نفرت رہی

خوش نصیبون کے گھرون مین آ کے بستی تہین یہان — بھاگتی ہم سے تو کوسون دور یہ دولت رہی

علم و فضل و خلق و تہذیب و تمدن کہو چکین — عورتو! اب کیا تمہاری قوم مین عزت رہی

آپ کی الفت مین مین تو جان و دل بھی دے چکا — اور میرے نام سے بھی آپکو نفرت رہی

ہر فضیلت کے لئے آزادی و نیت ہی شرط — کیا فضیلت ہی جو قیدِ سخت سے عفت رہی

جب سے سیکھا ہے محب یہ ترک خواہش کا عمل
کیا کہون تم سے کہ کیسی روح کو راحت رہی

اب تو نقاب روئے منور اٹھائیے — پھر ایک بار فتنۂ محشر اوٹھائیے

جور و جفا و غمزۂ دلبر اوٹھائیے — مر جائیے قدم سے نہ اب سر اٹھائیے

کانٹے سے سر غرور کے کھاتے ہین ٹھوکرین — سر کو جھکائیے نہ یہان سر اٹھائیے

یارب! یہ ضعف اور یہ پھر اس پہ بار غم — جو اٹھہ سکے نہ بوجھہ وہ کیونکر اوٹھائیے

تنکا بھی بار ہوتا ہے احسان کے نام سے — مر جائیے پہاڑ نہ سر پر اوٹھائیے

کھانے کو گھر مین سو تو کمانے کو ایک ہو — بار عیال و بار برادر اوٹھائیے

ملتا ہے انقلاب مین جب سازشون سے زر — بیٹھے بٹھائے اور کوئی شر اوٹھائیے

مشتاق دید کو نہین اب تابِ ضبط و صبر — زانو سے شرم سے تو ذرا سر اوٹھائیے

ڈھونڈے سے حق بھی ملتا ہی ہان جستجو ہی شرط — کیون مفت بارِ منتِ رہبر اوٹھائیے

شادی مین خرچ کرتے ہو لاکھون عبث محب — بچون کی تربیت مین یہی زر اٹھائیے

کچھ نہ سوچے عشقِ زلف و لعلِ لب میں پڑ گئے
ہم نہ چھوٹے اس بلا سے کس غضب میں پڑ گئے

ان سے ہو گی خاک کوئی خدمت اہلِ وطن
جو کہ مال و جاہ و عزت کی طلب میں پڑ گئے

بڑھ گئے آگے علومِ مغربی میں گبر تک
حیف ہے لیکن مسلماں ہی عقب میں پڑ گئے

کوہِ مروہ سے اٹھی جب گونجتی آوازِ حق
غلغلے اکبارگی شام و حلب میں پڑ گئے

لے چکے تھے یہ مسلماں ساری دنیا کو مگر
باہمی کیا تفرقے ملکِ عرب میں پڑ گئے

فلسفی کیا ڈھونڈھتے ہیں علتِ ایجادِ خلق
وہ نہ ابھرے پھر جو گردابِ سبب میں پڑ گئے

ایک ہم ہیں اور ہے چاروں طرف دشنامِ خلق
بحثِ پردہ چھیڑ کر ہم کس غضب میں پڑ گئے

فلسفہ کو ان ہیوں سے کب ہو امیدِ کمال
مدرسے سے جب اٹھے علم ادب میں پڑ گئے

فائدہ کیا قوم کو اِن اہلِ دولت سے محب
ہاتھ آیا مال تو عیش و طرب میں پڑ گئے

رہِ طلب میں تری وہ قدم بڑھا کے چلے
جو اپنی جان سے پہلے ہی ہاتھ اٹھا کے چلے

ہمارا بزم میں آنا ہے درد کا آنا
اٹھے جو بیٹھ کے مجلس کو ہم رلا کے چلے

عدم کو جاتے ہیں اے قوم اب خدا حافظ
نہ چونکتا تھا نہ چونکی بہت جگا کے چلے

ہیں نجات کا کیونکر یقین نہ ہو زاہد
کہ عورتوں کو ہم اس قید سے چھڑا کے چلے

ترے کرم سے یہ پر خوف گھاٹیاں طے کیں
خطر کی راہ میں بھی ہم قدم جما کے چلے

ہزار حیف رہے پردۂ عدم میں نہاں
یہ گل چمن میں جو آئے تو منہ چھپا کے چلے

بچے وہی ہیں تغیر سے اہلِ کارِ جہاں
جو سازشوں سے بہت آپکو بچا کے چلے

انہیں کو رکھتی ہے کچھ یاد خود غرض دنیا
جو یادگار کوئی خیر کی بنا کے چلے

اب اختیار ہے انکو کہ وہ سنیں نہ سنیں
فقیر قوم کے اپنی صدا سنا کے چلے

لگائین مرد بھی مہندی زنانہ پن ہے یہی　　یہ خوان کس لیے نوشاہ کو حنا کے چلے

دراز علم کی منزل تو عمر ہے کوتاہ　　رہ کمال مین رہرو قدم بڑھا کے چلے

بجھے گا اب نہ یہ پردہ کوئی بچائے ہزار　　کہ آگ پہ ہوس کی ٹٹی مین ہم لگا کے چلے

کسی کے روکے سے رکتے ہین کب جل کی تمنا　　جو آئی موت تو خود سامنے قضا کے چلے

لیا نہ ہمنے کبھی جنگ مین بھی مکر سے کام　　چلے جو چال تو دشمن کو بھی بتا کے چلے

وہی ہے رہبر کامل روش ہے جو اپنی　　رہ نجات کا ہر پیچ و خم دکھا کے چلے

رہے نہ بعد فنا بھی کوئی نشان باقی　　ہم اپنے نقش قدم آپ خود مٹا کے چلے

خیال خام ہے اہل جہان کی الفت کا　　چلی جدھر کی ہوا ساتھ یہ ہوا کے چلے

گئے بلائے جو محشر مین حامیان حجاب　　تو منہ چھپائے ہوئے سامنے خدا کے چلے

خدا بچائے شرارت سے اہل شہر کے محب
کسی کے گھر مین جو آئے تو گھر جلا کے چلے

رنج و تکلیف ہی مین یاد خدا آتی ہے　　عالم یاس مین ہر لب پہ دعا آتی ہے

ضبط پردہ کا ہے زورون پہ بتا لے بقراط　　اس مرض کی بھی سمجھ کوئی دوا آتی ہے

ان حسینون کو تو آتا نہین کچھ علم ہنر　　اک لگانی انہین ہاتھون مین حنا آتی ہے

آہ بیوہ سے لرزتا ہے جو عرش اعظم　　ہمشیرہ پہ روز نئی ایک بلا آتی ہے

خاک مین مل کے بھی ہم قید سے چھوٹے نہ فلک　　لحد پردہ نشین سے یہ صدا آتی ہے

چمن دہر سے کیا کام ہے ہمکو صیاد　　اس قفس تک نہین گلشن کی ہوا آتی ہے

حبس نسوان پہ کوئی لائے معقول دلیل　　یون تو ہم کو بھی کوئی بات بنا آتی ہے

ان حسینون کی بھی کچھ چاہیئے تعلیم ضرور　　نہ حیا آتی ہے ان کو نہ وفا آتی ہے

غفلت و کاہلی و تخسر رسوم آبا — کیا کہین عیب ہم اپنے کہ حیا آتی ہے
قوت و بال و حکومت نہین کچھ کام آتے — شیر کی طرح چپیٹکر جو قضا آتی ہے

رنگ ناسخ کا اوڑانا تو محب ہے آسان
حضرت داغ کی کب طرز ادا آتی ہے

غیر تو محنت سے خود علم و ہنر مین پڑ گئے — پر تعصب سے مسلمان ہی ضرر مین پڑ گئے
عورتون کو دیکھ کر آیا بغضوا کا خیال — حلقۂ زنجیر غض پائے نظر مین پڑ گئے
مصلحان قوم کو لازم ہے عالی ہمتی — مرد میدان ہین وہی جو خود خطر مین پڑ گئے
کس قدر مہلک اثر تیزاب ہے اوقات شراب — تو لگی منہ سے اودہر چھوڑے جگر مین پڑ گئے
یہ نزاکت عورتون کی قابل افسوس ہے — جب چلین اک گام تو سو بل کمر مین پڑ گئے
کرم خوردہ پودہین سے مضمحل ہان کا اثر — پیڑ پژمردہ ہوئے کیڑے ثمر مین پڑ گئے
دیکھکر ان مہوشون کو قید مین دم توڑتے — داغ حسرت سینۂ شمس و قمر مین پڑ گئے
کچھ نہین ہوتا دوا سے اور دعا سے فائدہ — حلقۂ تقدیر جب پائے اثر مین پڑ گئے

خاک درد قوم کو مرہم سے تسکین ہو محب
سینکڑون ناسور جب گہرے جگر مین پڑ گئے

ہے بند زبان صدمۂ غم کہہ نہین سکتے — کیا دل پہ گذرتا ہے الم کہہ نہین سکتے
کہہ سکتے ہین غیرون سے کہان درد دل اپنا — تم سے بھی تو ہم قصۂ غم کہہ نہین سکتے
لب سل گئے منہ بند ہوا وائے مصیبت — اب منہ سے بھی ہم حرف ستم کہہ نہین سکتے
جنت بھی جہنم ہے جو حورین ہوئین جاہل — دوزخ کو تو ہم باغ ارم کہہ نہین سکتے
نسوان کی جہالت ہی سے ہی قوم یہ مردہ — کیا جہل کا مہلک ہے یہ سم کہہ نہین سکتے

حادث ہیں ہمیں اور ہمیں آپ ہیں دائم
پر شیخ سے یہ سرِ قدم کہہ نہیں سکتے

بیٹھے تو سرِ راہ ہیں منزل کو بتاتے
کچھ حال عدم نقشِ قدم کہہ نہیں سکتے

جب دیر و حرم دونوں میں ہے ایک وہی بت
کیوں بت کو خدا اہلِ حرم کہہ نہیں سکتے

کیوں پوچھتا ہے دردِ دلِ اہلِ قفس تو
صیاد اسے ہم بقسم کہہ نہیں سکتے

غنچوں کے تبسم کا کھلا اب تو یہ عقدہ
ہے بند زبانِ حالِ عدم کہہ نہیں سکتے

گھٹ گھٹ کے مکانوں میں یہی کہتی ہیں نسوان
کیا قہر ہے پردہ کا ستم کہہ نہیں سکتے

پردہ ہے بڑا کاٹ لیں موجود زبان ہو
اس سے تو ہم اک حرف بھی کم کہہ نہیں سکتے

یہ ظلم تو دیکھو کہ کہیں آپ ہزاروں بد
اور آپ کو ایک بات بھی ہم کہہ نہیں سکتے

ادبار میں شیخی جو سمجھتا ہے زمانہ
اجداد کا ہم جاہ و حشم کہہ نہیں سکتے

اللہ کے گھر بھی وہی مبتلا پچھتا ہے اے شیخ
یہ رازِ نہاں اور سے ہم کہہ نہیں سکتے

اندھیر ہے آزادیِ تحریر بھی چھینیں
حق بات بھی کیا اہلِ قلم کہہ نہیں سکتے

پڑ جائے محب قفل دہن پر نہ ہمارے
اس خوف سے ہم درد و الم کہہ نہیں سکتے

غم ہم قوم میں طوفان اٹھاتے اپنی آنکھوں کو
زمین و آسمان کو ہم بہاتے اپنی آنکھوں سے

خدا قدرت جو دیتا غیر کے دل میں اثر کی
انہیں ہم قوم کی حالت دکھاتے اپنی آنکھوں سے

نہ رہتا حبس دائم پردۂ نسوان کبھی باقی
اگر غفلت کا پردہ یہ اٹھاتے اپنی آنکھوں سے

حرم کیا دیر میں بھی ہم تو پاتے اہلِ دل کوئی
قدم ایسے بزرگوں کے لگاتے اپنی آنکھوں سے

نہ ہوتے علم و آزادیِ نسوان کے کبھی دشمن
جو یہ یورپ کو جا کر دیکھ آتے اپنی آنکھوں سے

[illegible] اپنی آنکھوں سے

کیا پہنچ کے ہے دل مین کدورت بھری ہوئی ۔۔۔ ہے خاک مثل شیشۂ ساعت بھری ہوئی

تیرے خیال ہی مین ہین دن رات ہم پوست ۔۔۔ دل مین ہے کیا شراب محبت بھری ہوئی

لیتے ہو بات بات مین کیا دل مین چٹکیان ۔۔۔ رگ رگ مین آپ کے ہے شرارت بھری ہوئی

بعد فنا ہو خاک مری گرد کوے یار ۔۔۔ دل مین ہے اے فلک یہی حسرت بھری ہوئی

کرتی ہے دم بدم خم مے کی طرح سے جوش ۔۔۔ دل مین ہمارے آپ کی الفت بھری ہوئی

واعظ کبھی نہ آئے گی حور و بہشت پر ۔۔۔ دنیا کی نعمتون سے طبیعت بھری ہوئی

کیا بد ظنی ہے رکھتے ہین زن کو قفس مین بند ۔۔۔ ہے آپ کے دماغ مین وحشت بھری ہوئی

افلاس مین بھی ٹھاٹھ امارت کے ہین وہی ۔۔۔ اب تک ہے کیا سرون مین امارت بھری ہوئی

لازم ہے یہ صفائی کا ہو خوب انتظام ۔۔۔ ہے آجکل تو شہر مین غلاظت بھری ہوئی

قید دوام پر ہے بہت جنکو فخر و ناز ۔۔۔ ہے کھوپری مین ان کی حماقت بھری ہوئی

شیشے مین جسطرح سے بھری ہو محب شراب
دل مین ہے اسطرح سے محبت بھری ہوئی

دل کے ٹکڑے سینۂ صد چاک مین مل جائینگے ۔۔۔ اور یہ ارمان بھی سب خاک مین ملجائینگے

آپ کو ملنا ہو گر ملجائیے وعدے ہین کیا ۔۔۔ کیا ملین گے آپ جب ہم خاک مین ملجائینگے

خاک ہونے پر بھی مٹتا ہے کہین حسن و جمال ۔۔۔ ڈہونڈہ مہ پارونکو سب افلاک مین ملجائینگے

خار حسرت وہ گلون مین کیا ملین گے بلبلو! ۔۔۔ جو ہمارے سینۂ صد چاک مین ملجائینگے

ہم گنہگارون کی بھی دہو جائینگی آلایشین ۔۔۔ قطرۂ ناپاک بحر پاک مین مل جائینگے

ایک مجنون ہی نہ تھا کچھ خار زار عشق مین ۔۔۔ ڈہونڈ لا کہون دشت وحشتناک مین ملجائینگے

دامن کوشش نہ چھوٹے لاکھ پردون مین چھپین ۔۔۔ ایکدن وہ ہم ہین جن کی تاک مین ملجائینگے

کیون مٹانے کی ہمارے سعی کرتے ہین عدو
آپ ہم غفلت سے اپنی خاک مین مل جائینگے

کیا ملینگی میٹرک والون کو اسے علّے خدمتین
عہدہائے خط رسانی ڈاک مین مل جائینگے

ڈھونڈھیئے تو دونون عالم کی صفات نیک سب
ایک بحر عشق کے تیراک مین مل جائینگے

کب وہ جوہر چرخ کی تیغ ہلالی مین ملین
جو تمہارے ابروے سفاک مین مل جائینگے

وصل کی درخواست پر وہ ہنسکے کہتے ہین محب
حشر کے میدان دہشت ناک مین مل جائینگے

کیون بنائے دل نہ تون کر اے خدا فولاد کو
کیا اثر ہون ان پر اپنے نالہ و فریاد کے

انتظار و بیچ ہے اب موت سے بھی سخت تر
دیکھیے کب چھوٹتے ہین ہاتھ سے صیّاد کے

بھول جاتے ہو ذرا سی دیر مین وعدہ ہی تم
کس ہی شکرے کیجیے جاکر تمہاری یاد کے

ایک شے کی بھی حقیقت سے نہین واقف ہین ہم
جانتے ہین خاصے کچھ آب و خاک و باد کے

کم نہین نشتر سے مجھکو غیر سے ان کے کلام
کون لے احسان سر پر نشتر فصاد کے

کیا بچے گی وہ عمارت کیسی ہی مضبوط ہو
کہہ دینے والے ہون لاکھون جب کسی بنیاد کے

اس چمن مین اُس کے قامت کی نہین کوئی نظیر
ہین کہان بوٹے سے وہ قد سرو کی شمشاد کو

اور حیوانونکے ہین افعال و فطرت مستقل
ہین مگر کتنے مخالف فعل آدم زاد کے

مجھکو بلوا کر کہا کس نے بلایا ہے تمہین "
وائے قسمت مین کہان لائق تھا انکی یاد کو

دل مین رہتا ہے تصور یار کا آٹھون پہر
جاگ اُٹھے ہین نصیب اس خانۂ برباد کے

وائے حسرت نزع مین بھی دیکھنے آئی نہ وہ
خاک مین سب مل گئے ارمان دلِ ناشاد کے

بھول جاتے ہین زمانے کے غم و رنج و الم
یاد آتے ہین مزے جب آپکی بیداد کے

کیا بُرا ہے آہ مین نالہ مین ہے باقی اثر
کیجیے انداز پیدا اور کچھ فریاد کے

روز گھٹتے ہین غلامی سے غلامون کی دماغ — اور آزادی سے بڑہتے ہین قوا آزاد کے

ایک دن وہ تھا کہ ہم کرتے تھے غیرون کی مدد — ایک دن یہ ہے کہ ہم محتاج ہین امداد کے

خاک وہ تعلیم ہے جس سے نہ ہون عالی دماغ — پیٹھ پر لاتے ہین یورپ سے کتابین لاد کے

ایک بھی دیکھا نہین ایسا مصور ملک مین — نام کانون سے سنے ہین مَعنی و بہزاد کے

اُٹھ گئے موجد رہے باقی لکیر و نکے فقیر — حوصلے ہی اب نہین اُنکو نئے ایجاد کے

ہم پھرین آزاد باہر دوست اندر قید ہون — دیکھ لے جسنے نہ دیکھے ہون جگر فولاد کے

شاد تھے سب بے فکر تھے آزاد رہتے تھے محب
آب دانے نے پھنسایا دام مین صیّاد کے

رہا حجاب تو اُس شوخِ فتنہ گر سے بچے — ہزار فتنہ سے طوفان سے اور شر سے بچے

تمہارے ہجر مین کسطرح رات دن مہجور — بلائے شب سے بچے آفتِ سحر سے بچے

غضب کا سحر ہے نظرون مین ان حسینونکی — خدا بچائے جو دلکو تو وہ نظر سے بچے

لقائے روح کے قائل نہین ہین جو واعظ — چھٹے عذاب سے وہ دہشت سقر سے بچے

بھلا ہے خیر کا انجام اور شر کا بُرا — بشر کو چاہیئے فتنے سے اور شر سے بچے

بتائین ماؤن کو لایق کہ توم ہو لایق — محال ہے کہ کوئی مادری اثر سے بچے

تمام عمر تو بچتے رہے محبت سے — مگر نہ منزل آخر مین اس خطر سے بچے

نگاہ ناز کے چلتے ہین تیر ہر جانب — جگر کہان سے بچے اور دل کدہر سے بچے

وہی ہین قابل الفت جو بے غرض ہین محب
بشر کو چاہیئے ہر خود غرض بشر سے بچے

اُس مہ کامل کی کچھ تصویر پہلے اور تھی — اب کمال حسن سے تنویر پہلے اور تھی

کر دیا ہر بار کے آنے نے خود مجکو حقیر
تیری مجلس مین مری توقیر پہلے اور تھی

مبتلائے عشق ہوکر ہم نے سجھا راز عشق
اب بیان کچھ اور ہے تقریر پہلے اور تھی

پہلے ہوتے تھے خفا اب بات بھی کرتے نہین
اب سزائے موت ہی تعذیر پہلے اور تھی

دیکھکر تصویر مجھہ مہجور کی اس نے کہا
اس کی یہ صورت ہے اب تصویر پہلے اور تھی

بیٹھتا تھا پاس میرے آکے خود وہ سنگدل
آہ مین نالہ مین کچھہ تاثیر پہلے اور تھی

اب کہان پہلے سے وہ اُن کے عنایات و کرم
کیجیئے تدبیر کیا تقدیر پہلے اور تھی

مجھہ سے رہتے تھے مخاطب غیر سے ملتے نہ تھے
اُن کی نظرون مین مری توقیر پہلے اور تھی

ڈھونڈھنے دانہ گئے تھے دام مین خود پھنس گئے
اب تمنا اور ہے تدبیر پہلے اور تھی

وہ شجاعت ہی کہان کس کو امید ملک ہے
ہاتھ مین لوہا ہے اب شمشیر پہلے اور تھی

اب تو قوم و ملک کی طرز تمدن ہے جدید
اس عمارت کی مگر تعمیر پہلے اور تھی

پہلے لکھتے تھے محب تم تو محبت کے خلاف
اب مضامین اور ہین تحریر پہلے اور تھی

رباعیات

قصائد

قصیدۂ قومیہ

آج کیا بدلی ہوئی ہے باغ عالم کی ہوا　آندھیاں بادِ خزاں کی چل رہی ہیں جابجا
سرد آہیں دمبدم بھرتی ہے گلشن میں نسیم　خاک اُڑاتی پھرتی ہے صحنِ گلستاں میں صبا
غنچہ ہائے نو شگفتہ کے گریباں چاک ہیں　ٹکڑے ٹکڑے ہیں گلوں کے دامن و جیبِ قبا
سرو صف بستہ کھڑے ہیں قمریاں ہیں نوحہ خواں　صحنِ گلشن ہو گیا ہے سر بسر ماتم سرا
سوکھ کر کانٹا ہیں غم سے نونہالانِ چمن　ایک خارستان ہے جو باغ تھا پھولا پھلا
خون روتی نرگسِ بیمار ہے چپکی کھڑی　اور ملتا ہے کفِ افسوس ہر برگِ حنا
غنچۂ لب بستہ کے منہ پر ہے کیا مہرِ سکوت　دردِ دل اپنا نہیں کہتا صبا سے بھی ذرا
نام کو باقی نہیں پتہ درختوں میں کہیں　خشک شاخوں کو کہیں گر شاخِ آہو ہی بچا
گر رہے ہیں پھول یوں بادِ خزاں سے دمبدم　جیسے گرتے ہیں زمیں پر دھڑ سے سر وقتِ وغا
خشک پتے اڑ کے گرتے ہیں تو ہوتا ہے گماں　پھینکے ہیں صیاد نے پر بلبلوں کے جابجا
عشق پیچاں رنج سے کیا کھا رہا ہے پیچ و تاب　خونِ دل داغِ جگر غم سے ہوا لالہ کی غذا
زرد پتے جھڑ رہے ہیں نخل سے گلبرگ وار　یا پتنگے آگ کے لائی اُڑا کر ہے ہوا
ٹٹیاں مہندی کی لوٹی ہیں خزاں نے اسقدر　نام کو باقی نہیں ان میں سے پتے کا پتا

دوش پر سنبل کو بھی موئی پریشان ہین بال
سر بسر ہین گیسوے پیچان برنگ اژدہا

نرگس بیمار کی آنکھین تپ غم سے ہین زرد
کیا بچے گی اب تپ محرق مین جب یرقان ہوا

سرو کو سکتہ ہے قمری کی زبان پر ہے فغان
ہونٹ نیلے پڑ گئے سوسن کی کیا کیجے دوا

ضعف دل سے دست و پائے ہر شجر ہی رعشہ
احتراق خون سے لالہ کا جگر ہے پھک رہا

دامن گلہائے رنگین ہین سرشک خون سی تر
چشم بلبل سے ہے جاری خون کا اک نربدا

دمبدم آتا ہے سوسن کی زبان پر یہ سخن
"کون اس گلشن مین ہے جسکو نہین آخر فنا"

کہتی ہے باد خزان گوش گل پژمردہ مین
"اُس بہار چندروزہ پر عبث تو شاد تھا"

آمد فصل خزان سے رخصت فصل بہار
انقلاب باغ عالم دیکھو عبرت سے ذرا

کوس رحلت بج رہا ہے وقت رخصت ہے قریب
بلبلین ہین ہم بغل گل سے بصد آہ و بکا

نالہائے عندلیبان چمن سے باغ مین
بزم ماتم کا سمان ہے جا بجا واحسرتا

چیخ سے طاؤس کی ہلتا ہے ہر غنچہ کا دل
کوئلون کی کوک مین پیدا ہے رونیکی صدا

یاس سے تکتی ہے نرگس بلبلون کی صورتین
سرو پر چھایا ہوا ہے ایک عالم یاس کا

کیا قیامت کی سحر ہے آج باغ دہر مین
عندلیبان چمن مین شور محشر ہے بپا

آفتاب صبح کا منہ فق ہے رنگت زرد ہے
باغ عالم مین گل خورشید بھی مرجھا گیا

ہے فلک پر لالۂ پژمردہ مریخ فلک
ماہ ہے ایک چاندنی کا پھول مرجھایا ہوا

کیا غم و اندوہ سے تارون کی رنگت ہی سیاہ
ہے زمین پر چاندنی کا فرش سارا اُلگجا

مشتری چرخ کبودی پر نظر آتی ہے یون
جیسے پانی مین گل مہتاب ہو ٹوٹا پڑا

سرخ ہے رنگ شفق سے چہرۂ مہر منیر
چشمۂ خون مین کنول کا پھول ہے یا تیرتا

نسر طائر بھی فلک پر نوچتا ہے بال و پر
آسمان پر بال کھولے نوحہ خوان ہی سنبلا

سوزِ دل سے سینۂ خورشید ہی مثل تنور — تیرگی بخت سے مہتاب ہے اُلٹا توا

برقِ غم سے دانۂ انجم ہین کہیلون کی مثال — کشتِ چرخِ پیر پر اولے گرے پالہ پڑا

گردشِ افلاک سے برج اسد ہے برج ثور — قوس گردون سہکر برج حمل مین ہے چہپا

جہلملاتے ہین چراغانِ فلک وقت سحر — ٹمٹماتا ہے افق مین ماہ کا دُہندلا دیا

خوشۂ پروین ہے مثل خوشۂ انگورِ خشک — آسمان پر کہکشان جنگل ہے سوکہی گہاس کا

اس قدر غمگین ہے رقاصۂ چرخ کبود — شادیانے گائے تو پیدا ہو نوحے کی صدا

ہے زحل کی صورت منحوس بہی اُتری ہوئی — رنج و غم کیا چہرۂ زہرہ پہ ہے چہایا ہوا

کلب اکبر فرط غم سے ہے سگِ دیوانہ وار — کلب اصغر آپ اپنی بوٹیان ہے نوچتا

دُبِّ اکبر ہے فلک پر ایک خرس خوفناک — ذوالذنب غیظ و غضب سے ہوگیا ہے بہیڑیا

آسمان کے ہاتہ مین قوسِ قزح کی ہی کمان — کون ہے دنیا مین جو تیر حوادث سے بچا

تیر ثاقب چل رہے ہین ڈر سے سہما ہی فلک — سنگِ آتشبار سے بچ بچکے چلتی ہی ہوا

رعد کے نالون سے ہلجاتی ہی سقفِ بام چرخ — بیٹھ جائین گنبد افلاک وہ ہی زلزلہ

برق کی صورت سی ہے ہر آن ظاہر اضطراب — اور سوزِ دل سے ہی بے تاب ہر دم صاعقہ

اسقدر ابر فلاکت آسمان پر ہے محیط — روزِ روشن پر گمان ہے کیا شب دیجور کا

دور سے اشجار آتے ہین نظر چوبِ سیاہ — کوئلا پتہر کا کہیے کوہ کو تو ہے بجا

کالے کالے ابر کے لکّے افق مین یہ نہین — کالے دیوون کا کوئی لشکر فلک پر ہے چڑہا

غم سے چرخِ پیر کے دل مین ہین ناسور کہن — سینہ پر رستا ہے کہ ہی یہ بارش تیر قضا

مطلع

چل رہی ہے ہند مین ہر سمت عسرت کی ہوا — چہائی ہے کیا گلشنِ اسلام پر غم کی گہٹا

ہر طرف ہے کیا غم افلاس کا ابر سیاہ — آندہیان ادبار کی چلتی ہین ہر سو جابجا

موجزن ہے قلزم رشک و حسد غیض و غضب
سامنے جہل و تعصب کے ہیں گرداب بلا

اُٹھ رہا ہے ہر طرف پر خوف طوفانِ نفاق
جوش پر ہے خود نمائی خود سری کبر و ریا

قہر باری کے فرشتے سر پہ منڈلاتے ہیں اب
قوم کو گھیرے ہوئے چاروں طرف سے ہے فنا

نکبت و افلاس کی موجیں فلک تک ہیں بلند
ہو گیا وہ قوم کا بیڑا ڈباؤ دیکھنا

کوہ کو جنبش ہے یا اُٹھتے ہیں موجوں کے پہاڑ
بحر میں ہے یہ تلاطم یا زمین کو زلزلہ

چل رہی ہے ہر طرف بادِ مخالف سائیں سائیں
موت کا پیغام لاتی ہے تعصب کی ہوا

گر پڑے سب بادبان ڈھیلے ہوئے سب جوڑ بند
کیل کانٹے سے ہلگئے مستول نیچا ہو گیا

ٹکڑے ٹکڑے رسیاں پتوار بھی ٹوٹی ہوئی
کثرتِ سوراخ سے چھلنی ہیں تختے جابجا

ہر تھپیڑا موت کا لاتا ہے پیغامِ اجل
اب سنبھلنے کی نہ دم لینے کی مہلت ہے ذرا

دور سے آتا نظر کچھ کچھ ہے موجوں میں جہاز
کوئی دم میں اب ہوا ہو جائیگا یہ بلبلا

اہل کشتی کا مگر ہے قابلِ افسوس حال
سب کے سب سوتے ہیں کوئی بھی نہیں ہے جاگتا

سو رہے ہیں مُردوں سے شرطیں باندھ کر سوتے
ہے بہت مشکل قیامت میں بھی انکا چونکنا

برق کے کڑکے ہوا کا شور بادل کی گرج
ہیں بہت پُر خوف لیکن انکو چونکائینگے کیا

کچھ کنارے پر کھڑے ہیں غیر قوموں کے جو لوگ
اُنکو آتا ہے نظر موجوں میں بیڑا ڈوبتا

دیکھ کر یہ حالتِ پُر خوف سب ہیں مضطرب
چیختے ہیں اور کہتے ہیں بصد آہ و بکا

سو چکے بس نیند بھر کر اب نہیں سونیکا وقت
اٹھو دیکھو جا رہے ہو تم سوئے تحت الثرا

نیند سے چونکے نہ اب تک سر پر آیا آفتاب
رہ گئے افسوس پیچھے بڑھ گیا سب قافلہ

نیند کے ماتو ذرا اوٹھکر تو دیکھو حالِ زار
اب حکومت ہے نہ دولت ہے نہ عزت کا پتا

اب کہاں وہ عزتِ قومی بقول میر درد
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

اب کہاں ہے وہ شجاعت اور عالی ہمتی　　بزدلی دون ہمتی اب ہے ہمارا خاصا
اب کہاں جوش اخوت اور قومی اتفاق　　اب نفاق و کینہ و بغض و حسد ہے برملا
اب کہاں وہ صدق وہ حقانیت و عدل و داد　　عام ہے بغض و تعصب کذب و غیبت افترا
اب کہاں ہمدردئ انسان کہاں حب وطن　　اب نہ بھائی بھائی کا یاور نہ بیٹا باپ کا
اب کہاں ہیں وہ امنگیں اب کہاں وہ ولولے　　اب نہ باقی ہے اولو العزمی نہ کوئی حوصلا
اب کہاں ہے وہ ثبات و جذبۂ محنت کی خو　　اب تن آسانی تعیش سے نہیں فرصت ذرا
اب کہاں وہ خدمت ملت کہاں وہ حب قوم　　اب تو ہے ہر شخص اپنی ہی غرض کا آشنا
اب کہاں وہ اہل باطن اور وہ ہمدرد خلق　　اب ریاکاری کا جبہ ہے تعصب کی قبا
اب کہاں وہ خلق احمد اور وہ خوئے حسن　　اب ہے کج خلقی انانیت و دغا مکر و ریا
اب کہاں ہیں وہ علوم فلسفہ وہ علم دین　　اب کدھر ہیں مجتہد عالم - امام و پیشوا
اب کہاں وہ شوق تحصیل کمال علم و فن　　اب تو دخت زر پہ مرتے ہیں مدک پر ہیں فدا
ایک دن وہ تھا سپہر گردون پہ رکھتے تھے قدم　　ایکدن یہ ہے کہ ہم ہیں سر کے بل تحت الثریٰ
ایک دن وہ تھا کہ تھے تہذیب میں فخر بشر　　ایکدن یہ ہے کہ وحشت میں ہیں حیوان سے سوا
ایک دن وہ تھا کہ جھکتے تھے ہمارے در پہ سر　　ایکدن یہ ہے کہ ہم ہیں دربدر مثل گدا
جہل خود بینی - تعصب - کاہلی بغض و حسد　　اب ہماری قوم ان امراض میں ہے مبتلا
آگئی ہے قوم میں خود مطلبی کی سمیت　　اور ہے پھیلی ہوئی نا اتفاقی کی وبا
کاہلی نے کر دیئے کمزور سب اعضائے جسم　　کھا گئے جہل و تعصب - دل کلیجا پھیپڑا
بادۂ عشرت سے کوئی رات دن مدہوش ہو　　کوئی شب کو جاگتا اور دن کو سوتا ہے پڑا
ہے کوئی بنت عنب کے عشق میں سرشار مست　　دختر رز کی محبت کا کسی کو ہے نشا
خنجر ابروئے جاناں کا کوئی مقتول ہو　　کوئی کشتہ ہے نگاہ ناز چشم یار کا

گیسوے پرخم کسی کے حق مین ہی مار سیاہ / ہے کسیکو یار کی زلف دوتا کالی بلا

کاکل شب رنگ کا سودا کسی کے سر مین ہے / دل کسی کا جال مین ہے جعد مشکین کی پھنسا

ہے کوئی غنچہ دہن کی یاد مین دل سے تنگ / ہے کوئی بیمار چشم نرگس بیمار کا

ہے کوئی چین جبین کی موج سے طوفان زدہ / ہے کوئی چاہ ذقن کی چاہ مین ڈوبا ہوا

ہے کہین افیون چانڈو اور مدک کا مشغلہ / ہے کہین آٹھون پہر شطرنج چوسر گنجفا

ہین کہین سیندی کے جلسے اور کہین رقص و سرود / ہین کہین دور شراب و کسبیان مہ لقا

جان دیتا مرغبازی پر کوئی نادان ہے / ہے بٹیرون کی لڑائی پر کوئی دل سے فدا

کوئی کرتا ہے پتنگون مین بہت برباد وقت / کوئی کنکوون مین اپنی عمر ہے سب کاٹتا

چھوڑ کر کعبہ بتون کا کوئی کرتا ہے طواف / کوئی چکر کاٹتا پھرتا ہے کوے یار کا

عشق و الفت مین کوئی فرہاد کا استاد ہی / اور ہے جوش جنون مین کوئی مجنون سے سوا

روزن دیوار جانان سے کہین ہی تاک جھانک / دیکھتا ہے کوئی در کو ٹکٹکی باندھے کھڑا

گھر لٹا دیتا ہے الفت مین کوئی خانہ خراب / پھونک کر گھر دیکھتا ہے سیر کوئی دلجلا

عشق بازی کی بدولت فقر و فاقہ ہی نصیب / اور عیاشی کے باعث مضمحل ہین سب قوا

تنگ دستی نے کیا ہے اس قدر جینے سے تنگ / مانگتا ہی ہاتھ اوٹھا کر موت کی کوئی دعا

سال بھر بارہ مہینے ہے کہین ماہ صیام / ہے کہین فاقہ پہ فاقہ اور روزہ روز کا

سر پہ ٹوپی ہے نہ پاؤن مین ہین ثابت جوتیان / پیٹ کو روٹی نہ تن پہ ہے کسی کے چیتھڑا

قرض لیکر کوئی فاقہ مست پیتا ہی شراب / بیچکر گھر دیکھتا ہے کوئی ناٹک جابجا

یوسف خدمت ہی ہو محبوب کی نظرون مین عزیز / نفرت آزادی سے ہے اس عاشق غلامی پر فدا

جان دیتے ہین غلامی پر ہمارے ہموطن / ڈھونڈتے پھرتے ہین خدمت در بدر مثل گدا

غایتِ تحصیلِ علم و فضل ہے اب نوکری
ہند مین شوقِ غلامی ہے کہان تک بڑہ گیا

مطلع

علم سے انسان خلیفہ ہے خدا کا برملا
اشرف المخلوق ہے قبضے مین ہے ارض و سما

علّم الانسان مالم یعلم اسکی شان ہے
خود کلام اللہ ہے اسکی فضیلت سے بھرا

علم سے انسان انسان ہے وگرنہ جانور
علم کو گر فضل ٹھہراتا ارسطو تھا بجا

بے حصولِ علم نطق و عقل سب بیکار ہین
بے مدد علم و ہنر کے عقل سے ہوتا ہی کیا

ایک سنگِ ناتراشیدہ تہا انسان فطرتاً
محض بے قیمت تھا پتھر ایک معدن مین پڑا

تھی مگر تعلیم ہی وہ بت تراشِ باہنر
جسنے پتھر سے بنائے ہین بتانِ دلربا

آدمی مین ہے نہان اسطرح سے فضل و کمال
گہر ہے پتھر مین جیسے لعل ہو کوئی چھپا

تربیت تعلیم سے انسان ہوتا ہی ملک
اور علم و فضل و دانش ہی سے ملتا ہی خدا

علم ہی سے خاتمِ دستِ سلیمان جامِ جم
علم ہی سے سب کرامات و فسون و معجزا

علم موسیٰ نے کیا فرعون کو دریا مین غرق
علم ہی تھا نوح کی کشتی کا کھیوا ناخدا

ساحرانِ مصر پہ ہوتے نہ غالب وہ کبھی
پاس موسیٰ کے نہ ہوتا علم و فن کا گر عصا

علم ہی نے دامنِ عصمت بچایا لوث سے
ورنہ یوسف ہی تو تھے دل سے زلیخا پر فدا

علم ہی تھا جس نے یوسف کو بٹھایا تخت پہ
ورنہ ہوتا شاہ کب حسنِ صورت سے گدا

علم ہی نے حضرت ایوب کو بخشا تھا صبر
علم ہی نے آتشِ نمرود کو ٹھنڈا کیا

علم ہی سے اہلِ یونان تھے جہان کو فخر و ناز
علم ہی سے تھا دلون مین رومؔ کا سکہ جما

علم ہی سے مثلِ یوسف مصر تہا سبکو عزیز
علم ہی سے اہلِ ایران کا بڑہا تھا مرتبہ

علم ہی سے ہو گیا ملکِ عرب خلدِ برین
ریت کے ٹیلے ہوئے ہم پایۂ اوجِ سما

مطلع

آسمان پر تھا عرب کی سرزمین کا مرتبا — جب ہوئے کعبہ مین پیدا حضرت خیر الوریٰ
آفتابِ علم سے روشن ہوئے ارض و سما — اور ذرّون سے دکھائی مہرِ تابان کی ضیا
چشمۂ خورشید تھا وہ خشک میدانِ عرب — اور تھا ہر کوہِ مکہ ایک سینا نور کا
نیّرِ اسلام کی پہنچین شعاعین چار سو — دور تاریکی ہوئی ہر جا اُجالا ہو گیا
شامیون کے دل چراغون کی طرح روشن ہوگئے — جب جلایا شام مین اسلام نے اپنا دیا
گلشنِ اسلام مین آئی تھی کیا فصلِ بہار — رشکِ گلزارِ ارم تھی سرزمینِ ایشیا
ہوئے مصری لذتِ شیرینیِ قند و نبات — مصر نے جب شربتِ اسلام کا چکھا مزا
دم مین غائب ہوگئی تاریکیِ عصیان و کفر — جب حبش مین آفتابِ علم چمکا جابجا
چین مین جب مذہبِ اسلام نے رکھا قدم — مشکِ حکمت سے دماغِ اہلِ چین نافہ ہوا
جب ہلالِ پرچمِ اسلام چمکا ہند مین — خطۂ کشمیر سے سیلون تک پہنچی ضیا
ملکِ بنگالہ سے تا گجرات پھیلا نورِ علم — ہند مین چارون طرف ہر جا اُجالا ہو گیا
مدتون سے اہلِ یورپ پر جہالت تھی سوار — کھانے پینے کے سوا ان کا نہ تھا کچھ مشغلا
وحشیون سے بھی کہین بدتر تھین انکی حالتین — آدمی تھے آدمیت پر نہ تھی ان مین ذرا
رات دن اشغالِ حیوانی مین کرتے تھے بسر — نام کو بھی ان مین باقی تھی نہ کچھ شرم و حیا
علم سے مطلق نہ تھا انکو نہ حکمت سے غرض — غرقِ بحرِ جہل تھے وہ عقل سے ناآشنا
قلزمِ اسلام مین اکبار کی آیا وہ جوش — ہو گیا سیراب جس سے تشنہ لب ہسپانیہ
ہر طرف سے اہلِ یورپ دوڑے لے لیکر سبو — لگ گئے بھر بھر کے پھر اس بحر سے آبِ بقا
بادۂ اسلام سے تازہ ہوئی روحِ فرنگ — اہلِ یورپ کو چڑھا پھر علم و حکمت کا نشا

ہو گئے ہشیار پیتے ہی شراب معرفت ایک مدت سے خمار جہل و پستی جنکو تھا

سارے یورپ مین چلا وہ دور صہبائے علوم ہو گئے پیتے ہی جسکے زندہ سب مردہ قوا

ساقی اسلام تیرے ہی شراب علم سے آج یورپ ہے مہذب اور ملک ایشیا

تو نے دنیا سے مٹائے بت پرستی کے نشان بت پرستون کو سکھائی تو نے توحید خدا

تو نے دنیا سے اوٹھائے سب بری رسم و رواج تو نے دنیا مین بٹھایا سکۂ خلق و صفا

تو نے یونان کے چراغ علم کو روشن کیا مدتون سے جو پڑا تھا ایک کونے مین بجھا

ملگیا تھا خاک مین سقراط کا وہ فلسفہ جسکو رازی اور غزالی نے زندہ کردیا

مٹ گئے تھے صفحۂ ہستی سے تاریخ و سیر کردیا اسلام نے یہ وقت کہنہ نیا

علم ہیئت ہو گیا تھا ایک تقویم کہن نور سے اسلام کے پھر وہ ہوا شمس الضحےٰ

فیثاغورث کا نظام شمس تھا زیر حضیض پایا قدمون سے اسی کے اوسنے بھی اوج ہما

علم جغرافیہ کی کس درجہ مٹی تھی خراب کردیا اسلام نے اس خاک کو بھی کیمیا

طب بقراط اور جالینوس کا پوچھو نہ حال یہ بیاض کرم خوردہ کس مرض کی تھی دوا

اسکو بخشی تھی مسلمانون ہی نے تازہ حیات مردۂ صد سالہ کو اعجاز سے زندہ کیا

وہ سدیدی وہ نفیسی اور وہ قانون شیخ شرح اسباب و علامات اور وہ قانونچا

وہ اشارات و شفا وہ ابن سینا کے کتب مدتون تک اہل یورپ کے یہی تھے رہنما

علم منطق کا تصور بھی نہ تھا کچھ ذہن مین جانتا ہی تھا نہ کوئی یہ ہے خادم علم کا

بعد غور و فکر لیکن مذہب اسلام نے دے دیا منطق کو سب علمون سے اعلیٰ مرتبا

ہو گیا تھا گلشن علم ریاضی پائمال اہل قبلہ کی ریاضت سے ہوا وہ بھی ہرا

رہ گیا تھا سب کی نظرون سے بہت جر ثقیل دستگیری سے مسلمانون کی پہنچا تا سما

ان سے کے گھر کا علم تہا۔ علم مدن اخلاق و دین
ان کے در کی خاک تہی اکسیر اعظم کیمیا

فن تعمیرات مین ان کا ہوا پایہ بلند
گنبد و محراب کے موجد بہی ہین بر ملا

خیر ہم ہر علم مین کامل تہے پر اب تو نہین
گذری باتون کے جتانے سے نہین کچہ فائدہ

جب سے چہوڑا ہم نے دامان علوم فلسفہ
دولت دنیا نے بہی ہم سے کنارہ ہی کیا

جب سے چہوڑی ہم نے وہ محنت و صبر و ثبات
فقر نکبت ذلت و خواری مین ہین ہم مبتلا

مطلع

اب تو ہر دم یہ دعا ہے حق سے با آہ و بکا
رحم کر اس قوم کی حالت پر اے رب العلی

دور کر دے قوم سے جہل و تعصب کی بلا
چشم بینا دے کہ دیکہے اپنی حالت کو ذرا

دے اسے شوق حصول علم اور کسب کمال
ہو مثال ماہ نو بڑہ کر یہی بدر الدجے

اس کے دل مین ڈالدے تو حب قوم و اتفاق
جان بلب بیمار ہے اب موت سے اسکو بچا

دے اسے جام مے عشق علوم و فلسفہ
تا کہ حکمت کا چڑہے اکبارگی اسکو نشا

دے اسے قومی محبت اور قومی اتفاق
تا قوی ہون عضو سب مضبوط ہون سارے قوا

جا ہین یورپ کو ہمارے ملک کے سب نوجوان
اور سیکہہ آئین وہان سے سب علوم بے بہا

وہ بہی آنکہون سے دکہادے دن ہمین یزدان توانا
ہون ہماری قوم کے افراد رکن پر بہا

شکر ہے تیرا کہ دی تو نے ہمین نعمت بڑی
ایسی نعمت کا کرین ہم شکریہ کیون کر ادا

ہے یہ موجودہ حکومت نعمت عظمی ہمین
جسکے انصاف و عدالت کا ہے شہرہ جابجا

اسکے سایہ مین اگر سیکہین نہ ہم علم و ہنر
تیرگی بخت سے دیکہین گے پہر ہم دن برا

دور کردے قوم سے یہ پردہ جہل دوام
اور رسمون کی غلامی سے چہوڑا ہمکو خدا

دور کردے کاہلی سستی تعیش مکر و زور
تا کہ پیدا ہو ہماری قوم مین صدق و صفا

گنبد گردون ہے جب تک ای خدا سقفِ زمین — اور ہی فرش زمین زیر سمان جب تک بچھا
آسمان پر مہر کی جب تک کہ یہ قندیل ہے — اور جب تک ہے فلک پر جلوہ گر مہ کی ضیا
انجم افلاک جب تک ہین چراغان فلک — اور جب تک ہین منور مشتری۔ زہرہ۔ سُہا
چرخ اخضر کی ہے جب تک کشت سبز و اثیر — اور جب تک ہی زمین مین قوتِ نشو و نما
باغ عالم مین ہے جب تک بلبلون کو عشقِ گل — اور جب تک ہی گلون مین رنگ و بو جانفزا
گلشن اسلام مین دائم رہے فصلِ بہار — اور پودا اس باغ کی پھولے پھلے بی انتہا

ہو محبِّ قوم مثل سرو سب سے سر بلند
اور عدوِّ قوم مثل سبزہ ہو پامالِ پا

قصیدۂ وقاریہ

در مدح ہز ایکسیلنسی عالیجناب نواب فضل الدین خان ابو الفضل عرف خواجہ بادشاہ سکندر جنگ اقتدار الملک اقبال الدولہ وقار الامرا بہادر معین المہام مال سرکار عالی دام اقبالہم

گلشنِ عالم میں ہے چاروں طرف فصلِ بہار　آسمان سرسبز ہے ساری زمین ہے لالہ زار
بلبلوں کے بینڈ بجتے ہیں چمن میں جابجا　سرو کی فوجیں کھڑی ہیں ہر طرف باندھے قطار
کثرتِ برگ و ثمر سے خم تہیں شاخِ درخت　سجدۂ شکرانہ میں ہے عابدِ شب زندہ دار
ہیں گلوں کے چہرۂ رنگیں پہ سو رنگِ سرور　چہچہوں سے بلبلوں کے ہیں عیاں نغمے ہزار
چھیڑتی چلتی ہی کیا بادِ سحر مستانہ وار　ہم بغلِ گل سے تو غنچوں سے کبھی بوس و کنار
اس قدر پھیلی ہوئی ہی تازہ پھولوں کی مہک　آسمان سے تا زمین ساری ہوا ہے عطر بار
کیاریاں پھولوں کی ہیں مخمل پہ یا گلکاریاں　سبز مخمل کا بچھا ہے فرش یا ہی سبزہ زار
لہلہاتی گھاس کے تختے زمرد کے ہیں تخت　قطرۂ شبنم ہیں یا موتی جڑے ہیں آبدار
موگرا جو ہی چنبیلی موتیا چمپا گلاب　ہر روش کی دونوں جانب دے رہے ہیں کیا بہار
چومتی ہی منہ گلوں کا دم بدم بادِ سحر　کر رہی ہیں بلبلیں کس شوق سے پھولونکو پیار

لڑکھڑاتی پھرتی ہے صحنِ گلستان مین نسیم
جھومتی ہین ڈالیان جیسے نشے مین بادہ خوار

ہین کہین طاؤس اپنے رقص مین خود آپ مست
ہین کہین مرغانِ خوش الحان چہکتے بار بار

چھوٹتے فوارے ہین کیا چشمہ پر آب ہین
یا کسی عاشق کی آنکھین بھر رہین ہین اشکبار

حوض ہین آب مصفا کے چمکتے آئینے
چشمۂ خورشید جن کے روبرو ہے شرمسار

سر سے پاؤن تک ہرے ہین نونہالانِ چمن
یا کھڑی ہین سبز پریان باغ مین کرکے سنگھار

مدح خوان کس کی ہین یہ سب عندلیبانِ چمن
گلشنِ عالم مین ہے گل کون ایسا با وقار

سرو قد تعظیم کو کس کی کھڑے ہین سرو باغ
ڈالیان تسلیم کو جھکتی ہین کس کی بار بار

کس کی خدمت مین ہین یہ سب قمریان حلقہ بگوش
کس کے خدمتگار ہین شمشاد و سرو جویبار

راہ تکتی ہو کھڑی ہر آن شوقِ دید مین
نرگسِ بیمار کو کس کا ہے اتنا انتظار

ہے وہ نواب اقتدار الملک خواجہ بادشاہ
یعنی فضل الدین خان اقبال و والا وقار

نیرِ برجِ شرافت آسمانِ عز و جاہ
فخرِ اعیانِ دکن عالی نسب والا تبار

مدح حاضر مین لکھو وہ مطلعِ رنگین محب
رنگ سے جسکے ہو مہکا گلستان و لالہ زار

مطلع

تو ہے اے نواب وہ ذی منزلت عالی وقار
ہے یہ دنیا تیرے زیرِ حکم ہون چین و تتار

گنبدِ گردون ہے تیرے قصر کا اک سائبان
نہ فلک ہین تیرے بالاخانے کے بالا حصار

شیرِ گردون بھی تیرے ڈر سے پھرے چھپتا ہوا
گر نیستان مین کرے تو شیر کا قصدِ شکار

موج زن ہے دل مین تیرے قاریم حبِ وطن
مال و دولت چیز کیا تو قوم پر ہے جان نثار

خرچ کر دے بے دھڑک قومی ترقی کے لیے
گنج قارون بھی اگر ہون پاس تیرے سو ہزار

ہے چراغِ علم روشن تجھ سے اے مہرِ سخا
نام سے تیرے ہی قومی مجلسون کا افتخار

رشک لندن ہوہی اُجڑا ہوا ہندوستان
اور بہی پیدا ہون تجہہ سے ہند مین گر تین چار

قوم پر ادبار کی چہائی ہے کیا کالی گھٹا
موج زن ہے جہل کا دریاے ناپیدا کنار

آندہیان حرص و ہوا کی چل رہین ہین چار سو
اور طوفان فتنہ و شر کے اوٹھے ہین بیشمار

ہے جہاز قوم گرداب بلا مین مبتلا
ڈوبنے مین اسکے اب باقی نہین کچہہ دیرا

ہے غضب یہ اور سوتے اہل کشتی ہین پڑے
جسطرح قبرون مین مُردے میکدون مین بادہ خوار

اور ہین ملاح بہی مست مے عیش و طرب
نشہ کی حالت مین ہین سب اسپ بحری پر سوار

ہر قدم پر ہے وہ گرداب تعصب ہولناک
کہینچلے دم بہر مین جو دنیا کا سب آب بحار

اس تلاطم مین گرا ہے حامی علم و ہنر
ناخدائی سے تری اس قوم کا بیڑا ہے پار

ہے یہی وہ قوم آگے تہی جو سر تاج اُمم
جسکا لوہا مانتے تہے فاتحان نامدار

قلب پر تہا جسکے رعب و داب کا سکہ جما
اور قومون کو بہی تہا طاعت کا جسکی افتخار

وحشیان اہل یورپ کو سکہائے جسنے علم
اور پہیلائے علوم از مصر تا چین و تتار

اندلس مین جس نے تہا قایم کیا دار العلوم
اور یورپ مین کیئے جاری مدارس بیشمار

سب سے پہلے کیمیا کے تجربے جسنے کیئے
جسنے ڈہونڈے ہین اصول ساعت لیل و نہار

علم تاریخ و ریاضی جبر انتقال و نجوم
تہی ہماری قوم سب علمون مین فرد روزگار

سلطنت جمہوریہ کی ہم نے والی ہے بنا
ہم ہین آزادی کے حامی حریت کے جان نثار

ہمنے ڈہونڈے ہین اصول انتظام سلطنت
ہم نے دنیا پر کیا فن فلاحت آشکار

جنگ کے ہم نے دکہائے اہل یورپ کو کمال
جو ہین اپنی مانتے تہے تاجداران کبار

تہا تجارت کا ہمارے ہی ہر طرف بازار گرم
منڈیان اپنی تہین یورپ مصر چین و مالابار

ہمنے بنوائے مدارس پل سرائین خانقاہ
ہر جگہ باقی ہے دنیا مین ہماری یادگار

رات دن سیر و سیاحت مین ہمین سرگرم تہے ۔۔۔ تہین گذرگاہین ہماری دشت و صحرا کوہسار

قیصر و فغفور و زارِ روس و شاہان عظام ۔۔۔ تہے ہمارے ہی مطیع امر اور طاعت گذار

ہم نے روما کی حکومت کو کیا زیر و زبر ۔۔۔ سرکشون کو ہم نے دکہایا ہے نیچا بار بار

ہم نے ڈہائی ہے بنائے ظلم و جور و خود سری ۔۔۔ ہم نے لوٹے ہین تعصب کے ہزارون ہی دیار

ہم نے توڑے بت مٹائے بت پرستی کے نشان ۔۔۔ ہم ہین اعدائے رقیبانِ خدائے کردگار

ہم نے ڈہونڈے ہین اصول مذہب و اخلاق دین ۔۔۔ ہم نے پہیلائی ہے توحیدِ خدائے کردگار

ہم تہے عادل ہم تہے منصف اور ہمدرد بشر ۔۔۔ تہے ضعیفون کے معاون بیکسون کے یارِ غار

تہا ہمین ہمدردئی انسان مین کیا حاصل کمال ۔۔۔ دردِ اعدا سے ہمین ہوتے تہے فوراً بیقرار

ہم مین تہے علم و ہنر جود و سخا خلق و کرم ۔۔۔ ہم سے تہے اشرافِ اُمم باقی تہے سب وحشی و خوار

وہ ہمین ہین اہل یورپ جنکے تہے سب خوشہ چین ۔۔۔ مانتا تہا جنکو اُستادِ مسلم ہر دیار

اپنی عظمت کی کہان تک ہم سنائین داستان ۔۔۔ خیر جو کچہ تہے سو تہے اب تو نگاہون مین ہین خوار

اب ہماری قوم مین عنقا ہی علم و خلق و داد ۔۔۔ مٹ چکی ہمدردئی قوم و وطن سب ایکبار

اب کہان وہ عظمت و شان و شکوہ و کر و فر ۔۔۔ سب کی نظرون مین کہٹکتے ہم ہین جیسے گل مین خار

اب نہ وہ محنت نہ وہ جرات نہ وہ شوق علوم ۔۔۔ کاہلی سستی مین کرتے ہین بسر لیل و نہار

دوسرون کے علم پر اب ہی ہماری زندگی ۔۔۔ ہمکو صنعت اور حرفت سے ہی اتنا ننگ و عار

غیر قومون کی ہمین ہر کام مین ہے احتیاج ۔۔۔ انتظام ملک ہویا اور کوئی کار و بار

خود غرض لوگون سے ہمدردی کی ہی کسکو امید ۔۔۔ درد کہہ مین غیر ہین اب تو ہمارے غمگسار

غیر قومون کی ہمارے ساتہ ہین ہمدردیان ۔۔۔ اور اپنون کو نہین کچہہ دردِ اپنا زینہار

تیرے ابرِ فیض سے لیکن ہی یہ ہمکو امید ۔۔۔ آئے گی پہر اس چمن مین علم کی فصلِ بہار

پھر ہرے ہو جائیں گے یہ خشک پودے علم کے
اور بہو لینگے پھلینگے باغ کے سب ہونہار

تیرے فیض ہمت عالی سے اے ابر سخا
پھر ہری ہو جائیگی یہ خشک کھیتی ایکبار

ہے دعا میری کہ جب تک ہیں زمین و آسمان
اور جب تک ہو فلک پر آفتاب زرنگار

صفحۂ ہستی پہ جب تک ہیں دیار و مصر و شہر
اور جب تک ہیں سمندر اور جب تک کوہسار

باغ عالم میں ہیں جب تک پھول اور پھولیں جو
گل ہیں جب تک اور گلوں پہ بلبلیں جبتک نثار

تو پھلے پھولے تری اولاد بھی ہو بارور
باغ سے تیرے نہ جائے تا ابد فصل بہار

ہو محب تیرا ہمیشہ کامیاب و بامراد
اور دشمن ہو ترا تیر ملامت کا شکار

قصیدۂ اقبالیہ

در تہنیت جشن تقریب خلعت وزارت بادشاہ دکن
بہ عالیجناب گردون رکاب ہز ایکسلنسی نواب
فضل الدین خان ابو الفضل سکندر جنگ اقتدار الملک
اقبال الدولہ وقار الامرا بہادر مدار المہام ریاست
سرکار نظام حیدر آباد دکن

شہ خاور کا ہوا جیسے رخ چہارم پہ عمل — پڑ گئی فوج کواکب میں غضب کی ہل چل
علم پنجۂ خورشید افق میں چمکا — پرچم سرخ کھلا ہو گیا رنگین بادل
جانب شرق سے بڑھنے لگیں افواج شعاع — کثرت نور سے معمور ہوئے دشت و جبل
نیزۂ خط شعاعی ہوئے گردون پہ بلند — ڈر سے مریخ چھپا زرد ہوا رنگ زحل
کرنیں سورج کی چمکنے لگیں مانند سیوف — پہ تو نور کی گرنے لگی بجلی ہر پل
حور خورشید نے پہنا ہے لباس گلرنگ — گل ناری ہے افق میں کہ کھلا لال کنول
پھول لالہ کے کھلے ہیں نہیں پھولی ہے شفق — کشت لالہ ہے نہیں بادلوں کے دل کے دل
ٹکڑے بدلی کے افق میں نہیں زردی مائل — ہے فلک پر گل خورشید کا کوسوں جنگل
اطلس سرخ کا نگیرہ فلک پر ہے تنا — لال مخمل کا افق میں ہے کھنچا دل بادل
شفق صبح کا پڑتا ہے زمیں پر جب عکس — لال مخمل کے نظر آتے ہیں سارے جل تھل
سبز اشجار کے بر میں ہے لباس گلرنگ — لال گوں ہے شجر و شاخ و ثمر گل کونپل
ہیں گل سرخ کہ جلتے ہیں درختوں پہ چراغ — ثمر سرخ ہیں پتوں میں کہ روشن مشعل
تاج زریں سے مزین ہے ہر اک قلعۂ کوہ — جامۂ سرخ سے دولہا نظر آتے ہیں جبل
سر اشجار پہ پڑتی ہے جو سورج کی کرن — برق ساں کوندتے ہیں دھوپ میں تیغ ہر پل
دھوپ چھن چھن کے جو آتی ہے تو ہوتا ہے گماں — دھوپ چھاں کی ہے زمیں یا کہ سنہری مخمل
عکس اشجار جو سبزے پہ بہم پڑتے ہیں — سبز کاغذ پہ نظر آتا ہے عکسی جنگل
نور و سایہ کی زمیں پر ہے عجب گلکاری — ہیں شجر کے بچھونے پہ چھپے لال کنول

مطلع

اس قدر بڑھ کے گھٹا ٹوپ ہیں اشجار جمیل — غیر ممکن ہے کہ پتوں سے صبا جائے نکل

رشکِ گلزار ہے ہر سمت پہاڑوں کا سمان   سبز اشجار سے دھانی نظر آتے ہیں جبل
اس قدر ہر شجرِ کوہ ہے پھولوں سے لدا   کہ دکھائی نہیں دیتا کوئی پتا کو بل
جنگلی پھولوں سے آتی ہے وہ بھینی خوشبو   کہ مہک اوٹھتا ہے اک مرتبہ سارا جنگل
کہیں چشمے کہیں تالاب کہیں ہیں جھیلیں   آبشاروں کی ہے کثرت کہیں جاری ہیں نل
لب جو ہے کہیں گنجان درختوں کا ہجوم   سبز پتوں میں چھپے ہیں کہیں طوطی ہریل
ڈھاک کے بن نے دکھائی ہے گلستان کی بہار   دامن کوہ ہے یا لال پری کا آنچل
زرد پھولوں سے ہولون کا بسنتی ہے لباس   وادیٔ دشت میں بچھی ہے سنہری مخمل
صحنِ گلشن کا وہ نقشہ ہے کہ سبحان اللہ   چوم لے دستِ چمن بند کو نقاشِ ازل
صحنِ گلشن ہے مربع روشیں شکلِ عمود   باغبانوں نے کیا شکلِ عروسی کو حل
کوئی کیاری ہے مثلث تو مربع ہے کوئی   متوازی کہیں نہریں ہیں عمودی کہیں نل
بیضوی ہے کوئی تختہ تو مدور کوئی   صورتِ قوس ہے کیاری کوئی شکلِ ہیکل
تختۂ گل کے زوایا پہ ہیں قائم شمشاد   گوشۂ حادہ ہے سروِ گلستان کا محل
منفرج زاویوں پہ ہیں کہیں سوسن نرگس   مرکزِ دائرہ عوض پہ ہے لال کنول
اسقدر مختلف الشکل ہیں تختے ہر جا   کہ ریاضی کی ہوئیں باغ میں سب شکلیں حل
بارِ اثمار سے سجدے میں جھکی ہیں شاخیں   کثرتِ گل سے درختوں کے ہیں پتے اوجھل
ثمرِ نخلِ گلستان ہیں وہ شیریں خوشرنگ   میوۂ باغِ جنان سامنے جنکے حنظل
گل کھلے جاتے ہیں غنچے بھی کھلے پڑتے ہیں   بلبلیں جوشِ مسرت سے بجاتی ہیں بغل
مچھلیاں حوض میں ہیں جوشِ طرب سے بیچین   چشمِ تر کی طرح چشمے کہیں آئے ہیں ابل
جوشِ مستی سے ہیں طاؤس چمن میں رقصان   بلبلیں ملکے بہم گل کو سناتی ہیں غزل

صوفیانہ کہین بلبل بھی غزل گاتی ہے — وجد مین جھومتی ہے شاخ شجر ہر گل کو پل

دم بدم کوکتی ہے فاختہ ارگن باجا — نے بجاتے ہین درختون پہ پپیہے ہر پل

کوئلین کوکتی ہین یا کہ بجاتی ہین بگل — اور جنگل مین بھی گاتے ہین پرندے منگل

بانگ دیتا ہے موذن کی طرح مرغ سحر — مورنا قوس بجاتا ہے چمن مین ہر پل

بج رہے ہین کہین تنبور کہین بین و سرود — شور سے طائرون کے گونج رہا ہے جنگل

بوق و قرنا کہین بجتے ہین کہین شہنائی — بولتے ہین عجب آواز سے مرغان جبل

بج رہے ہین کہین مرچنگ کہین چنگ رباب — بولتے ہین کہین طوطے کہین مینا کوئل

جہانجھ رہ رہکے بجاتے ہین درختان چمن — کھڑکھڑانے سے یہ پتو تلکے ہوا عقدہ حل

چمن دہر مین وہ جوشش نمو ہے ہر جا — شجر سنگ مین پہوٹ آتی ہے پل مین کوپل

سب نے ثمر آج جہان مین نہین نخل امید — سرو و شمشاد مین پہل آج لگے پہلے پہل

کیا ہی شاداب ہے ہر ایک درخت مومی — کوپلین کاغذی اشجار مین آئی ہین نکل

کیا تعجب ہے کہ ہو سرو چراغان شاداب — کیا تعجب ہے کہ گلزار بنے ہر مشعل

کشت دہقان فلک مین ہو عجب کیا جو نمو — دانۂ انجم افلاک ہون اشجار جبل

کیا تعجب گل خورشید مین پیدا ہو مہک — کیا تعجب گل مہتاب ہو ماہ اکمل

کیا عجب خوشۂ پروین سے ٹپکنے لگے مے — کیا عجب کاہکشان تاک کا گر ہو جنگل

شاخ آہو بھی عجب کیا جو ہری ہو جائے — شاخ ثور فلک پیر مین پہوٹے کوپل

کیا تعجب کہ کرنپہول گل تر ہو جائین — کان کے پتون مین آئین نہ کہین پہول نکل

کیا تعجب کہ لگین سبزۂ خط مین کلیان — کیا تعجب گل رخسار کہلین جیسے کنول

کیا تعجب ہے کہ کانون سے زرگل نکلے — کیا تعجب شجر طور مین آجائین پہل

مطلع

کثرتِ بارشِ باران سے بھرے ہین جل تھل — آبِ شارون سے ہی فوارہ ہر اک دشت و جبل
کیا عجب چادرِ مہتاب ہو اک چادرِ آب — کیا عجب چشمۂ خورشید ابھی جا سے اُبل
کیا تعجب ہے کہ ہر سنگ سے پانی سے نکلے — کیا تعجب ہے کہ ہر ایک جبل ہو بادل
برگ اشجار ہین اوراق کتابِ قدرت — دفترِ معرفتِ حق ہی ہر اک گل کوپل
گلِ خودرو سے نمایان ہے خدا کی قدرت — پتے پتے سے عیان صنعتِ صناعِ ازل
ہے بصیرت جنہین پڑھتے ہین کتابِ قدرت — کور ہین چشم مین جنکے ہے جہالت کا سبل
محوِ نظارۂ قدرت مین ہوا میں ایسا — کہ گئی دل سے میرے فکرِ دو عالم کی نکل
اسی حیرت مین کہا مین نے یہ دل سے اسوقت — آج کیون نقشۂ عالم سے گیا سارا بدل
ارض سے تا بہ سما ماہ سے لے ماہی تک — سارا عالم ہے غرضِ شادی و عشرت کا محل
سن کے یہ ہاتفِ غیبی نے یہ دی مجھکو نوید — بہتر اطالع ہوا مسعود گیا دورِ زحل
بخت جاگا ترا امید بر آئی تیری — آسمان پہ ہوا خورشیدِ سخاوت کا عمل
مسند آرائے وزارت ہے وقار الامرا — حامیِ دینِ متین فخرِ وزیران دول
فخرِ ارکانِ دکن فخرِ زمین فخرِ زمن — فخرِ اعیانِ دول فخرِ معینانِ ملل
صاحبِ علم و ہنر لایق و دانا عاقل — دور اندیش نکوکار مدبّر اکمل
ماہرِ علمِ مدن واقفِ علمِ منزل — جامعِ فضل و کمالات مہذب اعمل
تو ہے وہ فلسفیِ دہر حبیبِ حکمت — طفلِ مکتب ہی ترے سامنے عقلِ اوّل
حسن مین ثانیِ یوسف تو سخا مین حاتم — علم مین شہرۂ آفاق کرم مین افضل
لکھون وہ مطلعِ روشن کہ منور ہو جہان — شرم سے ابر مین ہو مہرِ درخشان اوجل

مطلع

ہے عدالت کا تری ملک دکن میں وہ عمل
شیر چیتے سے نہیں بھاگتی ہرگز چیتل

عدل نوشیرواں مشہور کسی وقت میں تھا
اس زمانہ میں نہیں کوئی بھی تجھسا عدل

وہ تیرا رعب ہے پڑتے ہیں ضعیفوں سے قوی
اسد چرخ دبک جائے وہ ہے خوف حمل

تیری ہیبت سے ہیں کمزور بھی سب زور آور
فیل چنگھاڑ کے بھاگے جو مقابل ہو جمل

رحم میں ثانی عیسیٰ ہے سخا میں حاتم
حوصلہ میں ہے سکندر سے کہیں تو افضل

زور میں رستم ثانی میں کہوں کیا تجھکو
تو ہے اولاد سلاطین دکن وہ تھا بل

کیا ضرورت تجھے ہانکنے کی ہے بروقت شکار
گھیر کر لاتی ہے خود شیر نیستاں کو اجل

شان و شوکت ترے خدام کی ہو کس سے بیاں
کوئی اسکندر رومی ہے تو کوئی ہرقل

صف شکن ہے کوئی خوش خلق کوئی خوش سیر
کوئی ہے حاتم ثروت میں غرض ضرب مثل

تری تقریر سے کیا کیجئے اوصاف بیاں
طفل مکتب ہے ترے سامنے سحبان احطل

جیب عمال بدولت ہے تری مالا مال
ہے ترقی زراعت تری تدبیر کا پھل

عہد میں ترے رعیت ہوئی اسدرجہ امیر
بر میں دہقانوں کے ہیں شال بجائے کمل

یہ ترقی زراعت ہے دکن میں ہر جا
مزرعہ سبز نظر آتا ہے ہر دشت و جبل

آبپاشی کے وسائل جو کئے تو نے بہم
حوض تالاب سے ہیں رشک گلستاں جنگل

عہد میں تیرے یہ چوری کا ہوا استیصال
کہ زر گل بھی نہیں چھوتی ہے زنبور عسل

عدل سے تیرے یہ آباد ہیں دیہات دکن
کیا تعجب ہے کہ ہو ثانی لندن نرل

کسکو جرأت ہے جو دیکھے نظر بد سے تجھے
چشم نرگس بھی جو گھورے تو ابھی ہو احول

وہ فلک سیر ہے تیز فرس برق مثال — دوڑ مین اسپ فلک سے ہی کہے پیچھے چل

بادپا ایسا کہ پائے نہ صبا گرد اوسکی — وہ طرارون مین وہ افلاک سے جاتا ہے نکل

برق رفتار کہون گر تو غلط ہے تشبیہ — برق مین کب ہے یہ تیزی یہ کہان ہے چہل

دم رفتار جو ہوتا ہے کبھی گرم عنان — چشم خورشید سے ہو جاتا ہے دم مین اوجہل

خوبصورت ہے وہ ایسا کہ پری ہو عاشق — چال ایسی ہے کہ ہر گام پہ دل جاے نین مسل

نظم شمسی رہے جب تک کہ فضا مین قایم — چلتی جب تک کہ رہے انجم افلاک کی کل

شمس جب تک کہ رہے مرکز اجرام فلک — چرخ دوّار پہ جب تک کہ رہے برج حمل

رونق بزم کواکب رہے زہرا جب تک — ماہ جب تک کہ دکھاتا رہے اپنی مشعل

چرخ پر مہر کی جب تک رہے روشن قندیل — سقف افلاک مین جبتک رہین اقمار زحل

منشی چرخ کے جب تک رہین وفاتر افلاک — مشتری کا رہے جب تک کہ فلک شیش محل

کرۂ ارض فضا مین رہے جب تک سیار — کرۂ ارض پہ ثابت رہین جب تک کہ جبل

تو سلامت رہے دنیا مین ترا جاہ وحشم — رہے سرسبز ترا تا با ابد باغ امل

سر پہ ہو تیرے محب کے ترا دست شفقت
تیرے دشمن پہ رہے سایۂ منحوس زحل

نظم ایڈریس

جو جناب مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر کی خدمت مین بروقت روانگی

سفر لندن جلسۂ دعوت احباب مین پیش کیگئی تھی -

حیدرآباد ہے وہ مشتریٔ علم و ہنر — جسکے دامن مین ہین ہر رنگ کے یکتا گوہر

مرکز فضل و کمالات ہے وہ ملک دکن — ہے زمین جسکی فلک ذرہ ہے مہر انور

ہے یہان مجمع اصحاب کرم اہل کمال — ہین بروج فلک علم مین اک جا اختر

کوئی فردوسی ثانی ہے کوئی کالیداس — ہے دکن کا کوئی ملٹن تو کوئی شکسپیر

ہے کوئی نظم مین یان انوری و خاقانی — نثر مین سعدی شیراز کا کوئی ہمسر

وقت کا اپنے کوئی ذوق ہی کوئی غالب — بزم مین رزم مین ہے کوئی انیس و ہومر

کوئی حکمت مین فلاطون کوئی فیثاغورث — فلسفہ مین کوئی نیوٹن تو کوئی ہے فیلر

کیمیا مین کوئی کامل ہے ریاضی مین کوئی — بے بہا علم معادن کا ہے کوئی گوہر

کوئی قانون مین ہے ملک دکن کا سولن — کوئی تدبیر مین بسمارک سے ہے بالاتر

کوئی تقریر مین ہے برک تو کوئی سیسرو — کوئی اسپیچ مین ہے ثانی کیتب چندر

کوئی ہمدردیٔ اسلام مین سید احمد — فکر تہذیب نسائین ہے کوئی خستہ جگر

اسی مجمع مین ہے اک مولوی بحر علوم — جنکی طینت مین ہے حلم اور تخلص ہے شرر

دل سے ہمدردیٔ نسوان کا یہ دم بھرتے ہین — ہند مین ایسے بہت تھوڑے ہین ہمدرد بشر

انکے اخلاق کی تعریف کرون کیا مین بیان — ایک ہمدردیٔ نسوان ہی ہی سب سے بڑھ کر

انکو گر ہند کا اسکاٹ کہون ہے یہ بجا — انکی تحریر مین خالق نے دیا ہے وہ اثر

انکو مضمون نگاری مین وہ حاصل ہی کمال — ایک ساعت کی جو فرصت ہو تو لکھین دفتر

دیکھتا انکے مضامین کو اگر ایڈیسن — پھر نہ لکھتا وہ کبھی بھول کے اسپکٹیٹر

لارڈ میکالے کی کیا اصل ہے انکے آگے
دیکھتا ان کے مضامین تو ہوتا ششدر

ان کی تحریر جو اسٹیل کہین پاجاتا
پہلے سب علم کی کرتا وہ اسی کو ازبر

ناولین ان کی ہین وہ گلشن نثر رنگین
ہند شین جنکی چمن لفظ ہین جن کے گل تر

گل الفاظ سے گلزار کا کہنیچین جو سمان
بلبلون کو نظر آجائے چمن کاغذ پر

موج دریا کی روانی جو دکھائین یہ کبھی
جوہر صفحۂ قرطاس مین پیدا ہو بہ‌ہور

انکا دل کش ہے وہ ناول کہ ہو دل جسپہ فدا
دل گداز ان کا ہے وہ جان ہو قربان جسپر

پائی ریتالڈ نے انگلینڈ مین کب یہ شہرت
دس برس اور لکہے جب ہو شررکا ہمسر

ہند مین ان کی تصانیف کی وہ شہرت ہے
کہ ہر اک شخص کو ہین ناولین ان کی ازبر

سچ تو یہ ہے وہ مصنف ہی بڑا قابل قدر
جسکی تصنیف کا ہوتا ہے دلون پر یہ اثر

کہ بدل جاتے ہین اک قوم کے وہ رسم و رواج
خون پی پی کے جو انسان کا کھاتے ہین جگر

ان خبیثون کے لئے تیغ دو پیکر ہے قلم
جو دم سحر کہ چلتی ہے اوڑاتی ہوئی سر

اہل تصنیف ہین وہ قوم کے جانباز دلیر
جنکو فوجون کا نہ کچھ خوف نہ شاہون کا خطر

ان کی محنت ہی سے سرسبز ہے یہ باغ جہان
ورنہ جز خاک نہ تھا اور کچھ اسکے اندر

یہ نہوتے تو تمدن کا کبھی ہوتا نہ نشان
دیکھہ بندر نظر آتے یہ ہمین آج بشر

ان کی کوشش ہی سے پیدا ہوئے یہ علم و کمال
انکے پہلے تو جہان مین تھی جہالت کبیر

کسکی محنت پہ ہے یورپ کو یہ سب ناز و غرور
کسکے ہین سب یہ سلاطین و گدا دست نگر

کسکے دم سے ہوئے آباد یہ پیرس لندن
کسنے بخشے ہین انہین علم کے پاکیزہ گہر

برکتین سب یہ تصانیف کی ہین یورپ مین
ہے جہالت کا مگر ہند مین چرچا گھر گھر

یان نہین اہل تصانیف کی کچھہ عزت و قدر
ہند مین ان سا نہین کوئی ذلیل و ابتر

جسکی قسمت مین ازل سے ہے فلاکت لکہی | وہی لکہتا ہی یہان شعر و سخن کے دفتر
ایک کوڑی کو بھی لیتا نہین یان کوئی کتاب | گو بھرے لاکھ کوئی کوٹ کے اس مین گوہر
مفت گر دیجیئے تو پہاڑ کے پھیکین یہ ورق | بار یہ بھی ہے کہ رکھین اُسے گھر کے اندر
پیش کرتا ہے مصنف جو کوئی اپنی کتاب | ہنسکے تحقیر سے کچہہ ڈالتے ہین اس پہ نظر
اور فرماتے ہین کیا فایدہ ہمکو اس سے | کار و فتر سے نہین ہوتی ہے فرصت دم بھر
مفت آتی نہین دولت جو کرین صرف آپ | ناچ گانے کے مجالس ہون تو حاضر ہی بہ زر
کون مُلا ہے پڑہ پڑہ کے کتابین ناحق | کیون دُکھائے کوئی آنکھون کو بکا کیون سر
ہمکو شطرنج سے کب ملتی ہے فرصت جو پڑہین | رکھے ہین میز پہ اخبار بندے کٹھا بھر
جیتے مرنے سے ہین قوم کے کیا مطلب ہے | کیون ہین دیتے ہین لالا کے معلم گھر پر
جب یہ ہے قدر مصنف تو شکایت پھر کیا | کیون نہ ہو ہند کی افلاس سے حالت ابتر
کیون بہکتا ہے محب پڑہ کوئی مطلع روشن | دیکھکر جسکو چھپے ابر مین مہر انور

مطلع

آج کس حسن و تکلف کا ہے سامان ڈنر | کہ ڈنر روم دکھاتا ہے ارم کا منظر
خوش نما پھولون کے دستون کی وہ میز پہ بہار | پر تکلف وہ قرینہ سے صراحی ساغر
نقری تشتریان اور طلائی وہ پلیٹ | وہ چھری کانٹے وہ چمچے وہ بلورین کنٹر
نور افشان ہین قمر پاکہ ہین لیمپین روشن | چاندنی میز پہ ہے یا کہ ہے اجلی چادر
سیلے گلدانون مین اس حسن سے ہین پھول چنے | جمع جسطرح سے ہون برج فلک مین اختر
قاب مین خوشہ انگور ہین یون جلوہ فگن | جسطرح خوشہ پروین کا فلک پر منظر
گو یہ سامان نہین مہمان کے لایق لیکن | دوستون کی ہے مگر مان جو ہین بھی خوشتر

ہے تواضع سے تو اظہار محبت مقصود — ورنہ اس لذت ادنیٰ سے ہے کیا لطف بشر

فخر یہ ہے کہ یہ مہمان ہے وہ صاحب علم — جسکو سرکار نے دی خدمت تعلیم پسر

تھا اسی کام کے لایق یہ خجستہ اطوار — مولوی شاعر و نشار و حلیم و بے شر

ہے محب کی یہ دعا پہنچیں سلامت لندن
ہو مبارک انہیں یارب یہ ولایت کا سفر

قصیدۂ تعلیمیہ

جو بروقت بنائے مدرسۂ آصفیہ واقع ملک پٹنہ لکھا گیا تھا

اے خوشا عہد کہ جس میں ہو عروج تعلیم — دولت علم جو ہاتھ آئے تو کیا ہفت اقلیم

چمن علم میں کیا فصل بہار آئی ہے — لڑکھڑاتی ہوئی سنتا نہ جو چلتی ہے نسیم

طور پر جلوۂ حق پھر تو نظر صاف آیا — نور تعلیم سے روشن جو ہوئی چشم کلیم

فرض تعلیم کی ہے علّم آدم جو دلیل — تو ملایک پہ بھی ہے علم کی واجب تعظیم

گرچہ حادث ہے دو عالم کی ہر اک شئی لاشئے — ذات باری میں ہے لیکن صفت علم قدیم

اہل حکمت کی بزرگی میں نہیں کوئی کلام — خود خدا آپکو فرماتا ہے قرآن میں حکیم

قوت علم سے انساں نے کیا ہی کیا زیر — گرچہ ہے دیو سے بھی فیل زبردست و جسیم

نور تعلیم سے ہے گلشن جنت یہ جہان — ظلمت جہل سے لیکن ہی یہی نار جحیم

علم قسمت میں ہے غیروں کی ہمیں جہل نصیب — واہ کیا خوب ہے قسّام ازل کی تقسیم

آج اوس مدرسہ کی ہوتی ہے قایم بنیاد — جس سے نکلیں گے بہت اہل قلم و سہرا پئے تسلیم

سرپرست اوس کے ہین خود آپ شہ ملک دکن ۔۔۔ جنکی امداد سے تعلیم کو ہے فیض عمیم
اسکے حامی ہین جو نواب وقار الامرا ۔۔۔ کیون نہ توقیر ہین ہو ہفت فلک سے بھی عظیم
افسر فوج دکن کی ہے یہ سب حسن سعی ۔۔۔ کہ بنا ہوتا ہے اس ملک مین قصر تعلیم
ہو وہ حکمت کی دکن مین بھی ترقی یا رب ۔۔۔ کہ ہر اک طفل یہان کا ہو ارسطو سا حکیم
ہر جوان مرد جو خالد ہو بوقت پیکار ۔۔۔ تو شجاعت مین بھی سب عورتین ہون ام تمیم

نا سمجھ ہے تو محب کیا ہو امید تحسین
داد دیتا ہے تری نظم کی ہر مرد فہیم

اخبار

ہے مشیران دغا باز سے بہتر اخبار ۔۔۔ جھوٹ کہتا ہی نہین بال برابر اخبار
ہے معلم سا کوئی ہند مین برتر اخبار ۔۔۔ فوج اخبار کا ہے ایک یہ افسر اخبار
کیون نہ خوشبو سے معطر ہو دماغ ناظر ۔۔۔ نافہ مشک ہے یا زلف معنبر اخبار
چھوٹی تختی ہو تو ہو پر ہون مضامین بلند ۔۔۔ فائدہ کیا ہے کہ کاغذ کی ہو چادر اخبار
شورش انگیز مضامین سے قیامت ہی بپا ۔۔۔ ساز شون سے ہے بھرا فتنۂ محشر اخبار
فائدہ کچھ بھی ریاست کو نہین پہونچاتے ۔۔۔ کھینچتے ہین یہ رئیسون سے مگر زر اخبار
دشمن حق ہے جو لوگون کی خوشامد کے لئے ۔۔۔ وہی احمق وہی الّو ہے وہی خر اخبار
سر بکف حق کی حمایت مین جو ہے بر سر جنگ ۔۔۔ ہے بہادر وہی غازی وہی صفدر اخبار
نا سمجھ کی تو نظر مین ہین یہ ردی پرچے ۔۔۔ جوہری کو ہے مگر معدن گوہر اخبار
ہے جو اخبار پہ ہر کار حکومت کا مدار ۔۔۔ دست حکام سے چھٹتا نہین دم بھر اخبار
اسکے پڑھنے سے ہے آئینہ ہر اک ملک کا حال ۔۔۔ سرمۂ چشم سلاطین نہو کیون کر اخبار

سنگ ریزون مین جواہر بھی چمک جاتے ہین
قابل قدر نہین گرچہ یہان ہر اخبار

شاد کیا پڑھتے ہی ہوتا ہے دل پژمردہ
گل مضمون سے جو ہوتا ہے معطر اخبار

کیون نہ یورپ سے وزیرون کی ہون رائین جدا
ہے زبان علم تو ار تیغ تو ازبر اخبار

ہند مین اہل ریاست بھی خریدار نہین
اور یورپ مین لیا جاتا ہے گھر گھر اخبار

ہے یہ زیبا جو معلم کو کہون وحی سما
ہے یہی ہند کے پرچون کا پیمبر اخبار

حامی بیکس و مظلوم و طرفدار غریب
ظالمون کو ہے یہی تیغ دو پیکر اخبار

زر کے لالچ سے جو کرتا ہے کسی پر حملے
ڈاکوؤن سے بھی وہ بدتر ہے ستمگر اخبار

علم قانون و سیر گر ہین سیاست کی بنا
تو ہے تدبیر منازل کا یہی در اخبار

ہوگی دوزخ سے بھی بدتر ہمین واللہ بہشت
نہ ملا ایک بھی پڑھنے کو وہان گر اخبار

صید ہوتا ہے اسی سے تو ہمائے دولت
مرغ شہباز حکومت کا ہے شہپر اخبار

بند اخبار کے ہونے سے کھلے باب ستم
دست خلقت مین یہی ایک تھا خنجر اخبار

روشنی چشم مین اس سے ہے تو اس سے دل مین
رخ خورشید سے بڑھ کر ہے منور اخبار

جسکی ترتیب و مضامین و عبارت ہو خراب
وہ تو ردی سے کبھی پرچہ سے ہے بدتر اخبار

کار آمد ہون مضامین مگر ساتھ اسکے
نکلے اوقات معین پہ برابر اخبار

جسکے الفاظ مغلط ہون مضامین ہون پلید
ہے وہی گندہ و ہین ہند کا مہتر اخبار

باغ پھولون کا ہے کاغذ پہ کہ رنگین مضمون
باغ جنت کا معلم ہے گل تر اخبار

بے طلب کیون چلے آتے ہین برابر پرچے
یہ کوئی مرحیلے ہین یا ہین قلندر اخبار

عام اخبار کا حیثیت سے ہے رسالہ کا ہے لباس
تذیات علم کی یہ ہین تو سمندر اخبار

اسکی جانب سے کبھی اور کبھی اس کی طرف
کودتا پھرتا ہے کیا کاغذی بندر اخبار

طفلِ مکتب ہین ابھی مصحف کے لایق بھی تو ہون ہین یہ نوخیز متعلم ہے سفرِ اخبار

بار خرِ پشتِ حماقت پہ خوشامد کی ہے جھول یہ عراقی کے طویلے مین ہے خچر اخبار

بھوکون مرتے ہین مدیرانِ جرائد تو یہان اور یورپ مین ہے ہر ایک تونگر اخبار

ملک و ملت کی ہمین لاتے ہین خبرین پیہم نامہ بر، قاصدِ اقوام۔ کبوتر اخبار

اہلِ مغرب کی جو تعلیم سے ہین بے بہرہ اُن کے نزدیک ہے ردی سے بھی بدتر اخبار

بند کرتے ہین یہ اخبار غضب کرتے ہین حامیِ شہر ہے بھی ملک کا یاور اخبار

ملک کا ہاتھ جو ہے فوج تو دل اہلِ قلم پاؤن اسکے ہین جو حکام تو ہے سر اخبار

مشتہر کرتا ہے اخبار کے اوصاف اگر تو چھپاتا نہین اشرار کے بھی شر اخبار

بے ہنر کو نہین دنیا کی ترقی سے غرض روز پڑھتے ہین کسی وقت ہنرور اخبار

جسکے قبضے مین ہے ہر ملک کا کل بند و بست ہین اُسی تیغِ حکومت کے یہ جوہر اخبار

جوشِ طوفانِ بغاوت بھی کرتا ہے فرو کشتیِ نظمِ ممالک کا ہے لنگر اخبار

خونِ فاسد کوئی ہونے نہین پاتا چھوڑا دستِ فصادِ حکومت مین ہے نشتر اخبار

خال و خط دیکھتا آئینہ سمجھ کر اس مین ایک بھی پاتا جو اسوقت سکندر اخبار

آن کی آن مین دنیا کی خبر لاتا ہے یہ کوئی برقِ جہندہ ہے کہ صرصر اخبار

شبِ دیجورِ جہالت مین انہین کی ہے چمک ہین بروجِ فلکِ علم کے اختر اخبار

جس سے خلوت مین کیا کرتے ہین پہرون باتین وہ ہمارا ہے بہی مونس و دلبر اخبار

سنکے یہ کانپ گئے عاشقِ اخبار محب
ہوگا ہرگز نہ جہنم مین میسر اخبار

(۳۴)

تہنیت جشن سالگرہ مبارک سی و چہارم اعلیحضرت حضور پر نور بندگان عالی متعالی خلد اللہ ملکہم

الٰہی عہد میں حضرت کے ہر حیوان انسان ہو
کوئی بقراط ہو۔ کوئی فلاطون۔ کوئی لقمان ہو

علوم نافعہ کی ہو ترقی اس ریاست میں
ارسطو اور جالینوس ہر طفل دبستان ہو

یہاں آکر پڑہیں سب اہل یورپ سکہ ہو ہیں
مہیّا عہد میں تیرے ترقی کا وہ ساماں ہو

یہ ہو تعلیم نسواں کی ترقی ملک میں تیرے
کہ پردہ میں بھی ہر خاتون افلاطون دوران ہو

وہ آزادی و عصمت ہو تیرے عہد مبارک میں
کہ گھر میں ڈر سے اوباشوں کے عورت اب نہ پنہاں ہو

ترے دور حکومت میں ہو عقد بیوگاں رائج
کوئی بیوہ نہ تیرے ملک میں گریان و نالاں ہو

ترے ظل حمایت میں پلیں اطفال لاوارث
یتیموں کے سروں پر دست مادر تیرا داماں ہو

ترے رعب عدالت سے بنے ہر پیرزن رستم
وہ اپنی جھوپڑی میں ہم سر شیر نیستاں ہو

ترے عہد ہمایوں میں تمدن کا ہو یہ عالم
کہ ہر بستی ہو لندن اور ہر جنگل گلستاں ہو

وہ تیرے دور میں حاصل ترقی ہو رعایا کو
کہ نواب اور راجہ کا نون کا ادنی سا دہقان ہو

دکن میں ہر گھڑی برسے تری بارش اب ہو موتی کی
ترا زرخیز یہ عہد مبارک ابر نیساں ہو

دکن میں پھر نہ جور و ظلم کی اگلی سی رات آئے
ابد تک یا الٰہی تیرا مہر عدل تاباں ہو

تری ہر فکر ہو صورت مجسم شرع و حکمت کی
ترے ہر فعل سے تصویر امر حق نمایاں ہو

محبؔ کے ان جواہر کی گراں قیمت نہ ہو کیونکر
کہ جب شاہ دکن خود جوہری اس کے سخندان ہو

محنت

ے دم سے ہی جہان مین رونق جاہ وجلال — ترے قدمون سے لگی ہین تاج وتخت و ملک ومال
انہائے صنعت وحرفت مین جلوی ہین تیرے — ذات اقدس سے تری ہر علم وفن کو ہی کمال
بسے بارہی سے باغ کیاری تجھسے ہین شاداب سبز — باغبان دہقان ترے فیض قدم سے ہین نہال
ستگیری سے تری اہل صناعت ہین غنی — مال ودولت ہے تری پرزور کوشش کا مآل
ت دنیا خدا دیتا ہے اہل کار کو — اس مقولہ کی صداقت مین ہے کس کو قیل وقال
نتی اقوام ہین مانند گردون سربلند — سست قومین ہر جگہ مثل زمین ہین پائمال
جگہ ہی محنتی اشخاص کی حالت درست — ہے کسی کے سر پہ شملہ ہے کسی کے بر مین شال
تون سے اہل یورپ ہین جہان مین مالدار — کاہلی سے ہند کی دولت پر آیا ہے زوال
تین کرتے اگر ہم بندۂ عیش ونشاط — ہند کا ہوتا نہ ایسا قابل افسوس حال
ڑون بیکار ہین ہندوستان مین مرد وزن — کام مین اُن کو لگائے کون کسکو ہے خیال
ون کی اور ناکارون کی کچھ گنتی نہین — اہل محنت ہی مگر اس قوم مین ہین خال خال
ون کو خشک روٹی بھی نہین ہوتی نصیب — محنتی اشخاص کھاتے ہین پلاو وشیر مال
ں ریاضت کے ہین دنیا مین خوشی ومال وجاہ — کاہلی کے ہین نتایج نکبت ورنج وملال
ا ممکن ہے کہ بے محنت ملے تخت وسریر — بے ریاضت پر حصول علم ہے بالکل محال
کم ورو جانی قوا محنت سے ہوتے ہین قوی — بے ریاضت دم بدم آتا ہے طاقت مین زوال
ں قدر پرزور ہے حداد کا وہ دست راست — ہین رگین اس مین نمایان جسطرح لوہے کا جال
ے سے وہ کام لیتا ہے سحر سے شام تک — ہڈیان ہاتون کی ہین گویا کہ فولادی کدال

محنت و ورزش سے ہوتے ہین قوی اعضا تن   ہین انہین بچون مین لاکہون رستم و سہراب زال

ہے کوئی عالم مین مخلوق خدا بے شغل و کار؟   دے کوئی مجکو جواب اس کا کہ آسان ہی سوال

صبح سے تا شام خورشید فلک چکر مین ہے   رات بھر پھرتا ہے ماہ چرخ مثل کوتوال

سب ثوابت جملہ سیارات ہین مشغول کار   منحصر ہون پر ان کی ہی خود انقلاب فصل وال

پھرتے ہی رہتے ہین دائم مشتری - زہرا - قمر   دم مین لاکہون میل طے کرتے ہین وہ ہی تیز چال

گھومتی ہے اپنے محور پر زمین لیل و نہار   کاوا دیتا ہے عطارد گرد شمس خوش چال

دوڑتا پھرتا ہے اطراف زمین ماہ فلک   کوئی ساعت بھی نہین آرام کا اسکو خیال

نظم پروین رات دن لکھتا ہے منشی فلک   صلح کرتا ہے دبیر چرخ یا جنگ و جدال

شغل جلاد فلک گردن کشی ہے روز و شب   بار محنت سے زحل کو بھی رہائی ہے محال

ابر کو دیکھو تو وہ دن رات ہے مشغول کار   غرب سے تا شرق لیجاتا ہے بھر بھر کر پکھال

کوہ و صحرا - دشت و دریا - مزرع و باغ و چمن   گلشن عالم مین ہین سب اسکی محنت سے نہال

باد کو دیکھو تو وہ بھی ہر نفس ہے کام مین   کھینچ لاتی ہے یہی بادل کو تا حد شمال

چاند سے روشن کمال و نقص دونون ہین محب
بدر ہے محنت سے وہ سستی سے گھٹکر ہے ہلال

مثنویات

رنگ محل

رات آئی ہوا سُہانا دور — ہے ماہ فلک پہ جلوہ افروز
ہر سمت برس رہا ہے کیا نور — ہے رنگ محل بھی شمع کافور
شفاف ہے ضو وہ چاندنی کی — چاندی کی ہے بام و در پہ قلعی
وہ دھوپ سی چاندنی میں اشجار — ہیں برقع نور میں ضیا بار
پیپل کے درخت کے وہ پتے — ہیں برق کی طرح سے چمکتے

(۱)

ہر سمت سکوت کا ہے عالم — تھم تھم کے ہوا بھی لیتی ہے دم
چپ چاپ ہیں زیر آسمان سب — ہے بند مثال غنچہ ہر لب
آتی ہے مگر فغان کی آواز — ہے درد جگر کی جو کہ دمساز
اس رنگ محل میں کوئی محزون — کرتی ہے جو آہ زیر گردون
پھٹتا ہے کلیجہ آسمان کا — ہے ماہ کا چاک غم سے سینہ

(۲)

کہتی ہے کوئی باآہ و زاری — مہجور اسیر غم کی ماری
نواب! یہی ہے تیری الفت — بی بی کی محبت و رفاقت
کھائی تھیں اسی کی تو نے قسمین — کیا کیجئے ہون مین تیرے بس مین

اس قید مین تو نے مجکو رکھا — ہے حبس دوام یہ کہ پروا

کیا قابل شرم ہین یہ کردار — بے جرم مجھے کیا گرفتار

وعدہ تھا رہوگی ساتھ میرے — اب بند قفس ہے اور پہرے

(۳)

چند سے رہی بعد عقد الفت — باقی نہین اب کوئی محبت

جب تک کہ رہی نئی ہین دلہن — پروانہ تھا تو ہین شمع روشن

اس درجہ ہوا ہے تیرا دل سخت — انکار سے آتے ہی سے یکلخت

اسکی بھی نہین ہے تجھے خبر اب — اُجڑا کہ بسا ہوا ہے گھر اب

جیتی ہے کہ مرگئی قفس مین — پوچھا نہ یہ تو نے دس برس مین

(۴)

مان باپ کے گھر تھی شاد و خرم — دنیا کا نہ تھا مجھے کوئی غم

برتاو نہ تھا یہ ساتھ میرے — بندش تھی کوئی نہ کوئی پہرے

شوہر کوئی بے وفا و بے درد — کرتا تھا وہان نہ دل مرا سرد

دیتا تھا نہ رنج دل کو دایم — تھی صحت روح و جسم قایم

تھا خوف کوئی نہ تھی کوئی فکر — تھا علم و عمل کا رات دن ذکر

(۵)

اُٹھتی تھی سحر مین شاد و بشاش — احساس دلی تھے سر بسر فاش

خوش مجھ سے زیادہ تھی نہ بلبل — ہنس مکہ مجھ سا نہ تھا کوئی گل

کوئل کی طرح سے کوکتی تھی — پھرون گھر سے مین اپنے بیٹھی

تھا حسن مرا اگر نہ ایسا ہوتا تو دل سے جسپہ شیدا
تھا نقد جو حسن بازار پھر مول لیا تھا کیوں یہ آزار
کیوں مجھکو چھوڑا یا میرے گھر سے مادر سے برادر و پدر سے
میری تھی وہاں تو قدر و قیمت کرتا تھا ہر ایک مجھ سے الفت

(۶)

تھا عقد پہ اسقدر تو نازان گویا کہ ملا تھا ملک ایران
کہتا تھا یہی بصد محبت بیگم تو بڑی ہے خوبصورت
کیوں شاخ سے تو نے پھول توڑا؟ مرجھانے کو کیا زمین پہ چھوڑا!

(۷)

اُب آہ وہی گلاب کا پھول تو جس کو گیا ہے توڑ کر بھول
پژمردہ ہے اور رنگ ہے زرد ہے چہرۂ ارغوان پہ کیا گرد
تھا اس پہ جو پہلے جان سے قربان اب ہے وہی اس کا دشمن جان
باعث وہ زوال حسن کا ہو عاشق جو کمال حسن کا ہو!

(۸)

معلوم نہیں ہے تجکو یہ بات ہو جاتا ہے دن بھی رنج سے رات
بڑھتا ہے ہجوم غم جو دل پر گھٹ جاتی ہے روح تن کے اندر
الفت کا ثمر جو ہو عداوت صدمہ سے ہو رنگ گل بھی جمپت
نازک پھولوں کو باد صرصر شاخوں سے گراتی ہے زمین پر

(۹)

روشنی ہوں جہاں ہو تم فروکش — کسبی ہے وہاں ہر ایک مہ وش

پریوں کا اکھاڑا اس کو کہیے — اندر بن کر انھیں میں رہیے

وہ چمپئی رنگ وہ اون کا جوبن — ہے ماند ضیا سے جسکے کندن

کیا سامنے اون کے جنگلی پھول — ہیں قیمتی باغ کے کلی پھول

(۱۰)

چھوڑا تو نے وہ باغ نواب — ہر رنگ کے گل تھے جس میں شاداب

توڑا یہ پھول اک حماقت — فطری جسکی تھی شکل و صورت

وہ لالہ و گل یہ پھول سادہ — یکساں نہیں آب اور بادہ

خوش رنگ وہ تتلیاں چمن کی — پریاں وہ آتشی ہیں حنا کی

(۱۱)

دیہات کی عورتوں میں ہیں بھی — بے مثل حسین و خوبرو تھی

صحرا میں وہ گل ہیں خوبصورت — شہروں میں نہیں ہے جسکی قیمت

ہوتی جو کسان کی میں بیوی — وہ جانتا مجھکو ایک دیوی

(۱۲)

"نواب اقبال ہے یہ میرا — حسن ظاہر پہ تو ہے شیدا

ہے بندہ حرص و نفس و عادت — رندوں سے ہے تیری گرم صحبت

تجھکو کیا قدر حسن ذاتی — ہے صنعت و ساخت تجھکو بھاتی

سچی تری رفیق بیوی — ہو رنگ محل میں یوں اکیلی!

(۱۳)

نواب یہ عقد تھا کہ بیداد | کی زندگی جسنے میری برباد
دیہات کی چھوکری سے شادی | کی تونے تو ہاں بڑی خطا کی
تیرے لئے شاہزادیاں تھیں | عیش و عشرت کی دیویاں تھیں
میں کیوں نہ کروں تری شکایت | مظلوم ہے طالب عدالت

(۱۴)

نا قابل قدر حسن میرا! | تھی قدر نہ اسکی تجکو زیبا
تھا حسن کا میرے تو ثنا خوان | چہرہ میرا تھا مہر تاباں
اب آہ وہی ہے مہر رخشاں | جو خاک میں سر بسر ہے غلطاں
کیوں عقد کیا تھا تونے نواب | زوجہ کا نہ تھا جو پاس آداب
شادی تھی کہ عمر بھر کا تھا رنج | ہیں سانپ مجھے یہ زیور و گنج

(۱۵)

تہوار کو گاؤں والیاں جب | آتی ہیں تو کرتی ہیں ادب سب
جھک جھک کے سلام کرتی ہیں وہ | باتیں کرنے میں ڈرتی ہیں وہ
پہروں تکتی ہیں میرے کپڑے | جھومر - پازیب - اور توڑے
وہ یہ نہیں جانتیں کہ بیگم | پنہاں رکھتی ہے دل میں سو غم

(۱۶)

یہ گاؤں کی عورتیں ہیں سیدھی | ہے ان میں نہیں سمجھ ذرا بھی
معلوم نہیں ہے ان کو یہ بات | وہ دن میں خوشی سے غم سے میں رات
حالت ان کی ہے مجھ سے بہتر | بشاش وہ اور میں مکدر

غم ان کو ہے کم خوشی زیادہ — کھانے سادے لباس سادہ
وہ سادگی ان کی وہ قناعت! — قربان ہے اس پہ سب امارت

(۱۷)

مجھکو یہ خوشی کہاں میسر — چھٹتی نہیں رنج و غم سے دم بھر
وہ پیڑ ہوں جس کو باد صرصر — کردے راکھ اُگتے ہی جلا کر

(۱۸)

ظالم نواب! کیا غضب ہے — کیا تجکو ذرا بھی خوف رب ہے
ہر ایک خوشی سے ہم ہیں محروم — دنیا میں تو ہیں مگر ہیں معدوم
دریا وہ پہاڑ۔ باغ۔ جنگل — وہ گھاس کا سبز فرش مخمل
یہ قدرتی سیرگاہیں سب ہیں — ہم ان سے بھی بہرہ یاب کب ہیں
بدخو مغرور تیرے خدام — انسان نہیں وہ تو ہیں دد و دام
جانے نہیں دیتے گھر کے باہر — رکھتے ہیں ہمیشہ بند سب در

(۱۹)

یہ رات کا وقت ہو کا عالم! — سوتے ہیں پڑے کسان بے غم
بیٹھی روتی ہوں میں اکیلی — مونس کوئی نہ ہے سہیلی
وہ سامنے پیڑ پہ پپیہا — تسکین دیتا ہے مجھکو بیٹھا

(۲۰)

بڑھتی جاتی ہے یاس پیہم — گھٹتا جاتا ہے خون ہردم
وہ سامنے موت کا فرشتہ — آتا ہے نظر سلام کرتا

نواب! ترا مکان ہو آباد　　رخصت ہوئی ہے اب یہ ناشاد"

(۳۱)

سرد آہ بھری جو اس نے پیہم　　سینے سے نکل گیا وہیں دم
پھر آئی نہ کان میں وہ آواز　　تھا رنگ محل کو جس پہ یہ ناز
وحشت چھائی جو اس مکان پر　　ششدر ہوا خوف سے ہر اک در

(۳۲)

پھر چاک کیا سحر نے دامان　　روتا خون نکلا مہر تابان
رونے کی صدا اٹھی محل سے　　گذری وہ سینۂ جبل سے
کہرام مچا جو اس مکان میں　　شور محشر ہوا جہان میں

(۳۳)

بیگم کا جنازہ آیا باہر　　حبس دوام سے چھوٹی مر کر
زربفت کا ایک شامیانہ　　چار آدمیوں نے اوس پہ تانا
عبرت انگیز گیت گاتے　　کچھ لوگ چلے قدم بڑھاتے
آگے پیچھے خدم حشم تھا　　شاہانہ جلوس سے نہ کم تھا
فیلوں پہ تھا روپیوں کا انبار　　اور گرد تھے ان کے اہل ادبار

(۳۴)

تابوت جو قبر پاس آیا　　بیگم کا ہوا یہاں بھی پردا
پردے نے نہ چھوڑا تا لحد بھی　　بیگم کی اسی نے جان لی تھی
اس چاند کو خاک میں ملایا　　تھا ماہ فلک سا جس کا تلوا

پھر لاش پہ ادس کی پھول ڈالے ۔ بیگم ہوئی قبر کے حوالے

(۲۵)

بعد اس کے کبھی ہوا نہ آباد ۔ یہ رنگ محل جواب ہے برباد
اب اس کا کھنڈر ہے جائے عبرت ۔ چھائی ہے ہر ایک سمت وحشت
گرنے سے جو رہ گئے ہیں کچھ در ۔ خودرو گھاس اُگ رہی ہے اُن پر
دیہات کی عورتیں وہ سب ڈر ۔ رہتی جنگل میں ہیں جو اکثر
آتی جاتی تنہیں یہاں سے ۔ بچتی ہیں بہت وہ اس مکان سے
ہے بھوت پریت کا وہ مسکن ۔ فردوس نظیر تھا جو گلشن !

(۲۶)

سیاح کوئی جو بھولا بھٹکا ۔ آتا ہے کبھی یہاں بھی پھرتا
جب دیکھتا ہے وہ اس کھنڈر کو ۔ دیوار شکستہ اور در کو
سنتا ہے جو واقعات جانکاہ ۔ رونے لگتا ہے کھینچکر آہ
افسوس عورتوں کی حالت ۔ ہے قابل رحم اور نفرت
بیگم کا یہ حال جو سنے گا ۔ دیوار سے سر محب دھنے گا

سچّا عشق

(۱)

پُرپیچ وہ دلفریب وادی ۔ وہ کوہ کا سلسلہ وہ گھاٹی
گنجان درختوں کا وہ جنگل ۔ وہ گھاس کا سبزہ فرش مخمل

کچا وہ مکان زیر اشجار — نیچا در اور پست دیوار

ہے صحت دامن کا وہ مسکن — طاعون کا ڈر نہ خوف رہزن

(۲)

اس گھر میں تھی ایک نیک اختر — نو عمر۔ شریف۔ ماہ پیکر

ماں باپ کا سر پہ تھا جو سایا — تھی اس کو نہ کوئی فکر دنیا

تھی ماں کی بس اب یہی تمنا — دیکھوں آنکھوں سے اُسکا سہرا

بعد اُسکے مروں تو کچھ نہیں رنج — جینے کی ہوس نہ خواہش گنج

(۳)

زینب بیگم تھا نام اوس کا — تصویر تھی حسن کی سراپا

بھولی صورت وہ گل سے رُخسار — صحت کے عیاں تھے جس سے آثار

تھی صبح بہار نو جوانی — رخسار تھے دونوں ارغوانی

کِھلتے جاتے تھے وہ گُل تر — ہوتا جاتا تھا رنگ خوش تر

(۴)

محلوں کی وہ مضمحل وہ مغرور — ہیں عقل و شعور سے جو معذور

دیکھیں تحقیر سے خطا ہے — اس پھول کو جو ابھی کھلا ہے

وہ فخر محل یہ ناز دیہات — دونوں میں وہی ہے نور یکذات

ہیرے میں چمک ہے جس ضیا کی — جگنو میں بھی ہے وہی تجلی

(۵)

تھی حسن میں بس کہ ماہ کامل — ہر ایک جوان تھا اُسپہ مایل

پڑتی تھیں اُسی پہ سب کی نظریں — مایوس تھیں لڑکیاں گھروں میں
تھی نور کی شکل سر سے تا پا — خورشید لقا و ماہ سیما
گو چودھویں رات کا قمر تھی — پر حسن سے اپنے بے خبر تھی

(۶)

اک دن زید آیا اوسکے گھر میں — دیکھا کہ پری کھڑی ہے در میں
دونوں کی ہوئیں جو چار آنکھیں — دل کے ہوئیں پار وہ نگاہیں
تکنے لگے نظروں سے حال دلکے — وہ تار نظر تھے جال دل کے
تھا زید بھی ایک جوانِ رعنا — خوش شرو۔ خوش خلق۔ فخر آبا

(۷)

ہونے لگی اثر دلوں میں باہم — بھرنے لگے دونوں عشق کا دم
دونوں کی جو پاک تھی محبت — کردی ظاہر انھوں نے الفت
خواہش نہ تھی اونکے دلمیں کوئی — تھذیب ہو سد راہ جس کی
دل پاک تھے اور پاک نیت — اسلام کی دونوں میں حمیت

(۸)

حاصل ہوئی عشق کی جو دولت — دونوں کو ہوئی عجب مسرت
الفت کی کشش ہوئی جو باہم — ملنے لگا لطف زیست ہر دم
لیکن قسمت ہے جبکہ دشمن — کیونکر نہ جلائے برق خرمن
بیٹھیں دو دوست ملکے یکجا — اس چرخ کو کب یہ ہے گوارا

(۹)

زینب کی بہن تھی ایک صغریٰ ۔ پتلی تھی حسد کی سر سے تا پا
ناپاک تھی اس قدر طبیعت ۔ اپنوں کا تھا رنج اسکو راحت
دیکھی اوس نے جو یہ محبت ۔ دونوں سے ہوئی اوسے عداوت
چالیں جتنی تھیں مکر کی یاد ۔ سب اُس نے چلیں کہ ہو یہ گھر برباد

(۱۰)

تھا باپ بھی اس کا اسقدر سخت ۔ فولاد کا دل تھا جس کا کم بخت
تھا رحم و کرم نہ اوس کے دل میں ۔ الفت نہ تھی اُسکے آب و گل میں
پشتوں سے تھا پیشہ زراعت ۔ آتی ہے بدن میں جس سے طاقت
مٹی سے نکالتا تھا وہ زر ۔ در اصل وہی تھا کیمیا گر

(۱۱)

وہ شعلۂ عشق عالم افروز ۔ بڑھتا دیکھا جو اوس نے ہر روز
سمجھا کہ یہ راز ہو گا افشا ۔ ہو جاؤں گا خلق میں میں رسوا
بیوی سے کہا بدل کے تیور ۔ "زید آنے نہ پائے گھر کے اندر"
تا حق اوسکو تھا خوف عزت ۔ دونوں میں تھی پاک جب محبت

(۱۲)

اوس سے ہوا زید جب کہ آگاہ ۔ بس بیٹھ گیا وہ کھینچ کر آہ
دل میں آئے ہزار وسواس ۔ گھٹنے لگی آس بڑھ گئی یاس
تھی عشق و خرد کے درمیان جنگ ۔ ہر دم چہرہ بدلتا تھا رنگ
غیرت کا یہ مقتضیٰ نہ تھا کہ ۔ تھا عشق کا حکم سر کٹاؤ

(۱۳)

آنے کی ہوئی اودھر جو بندش | بات بھی ہوئی جذب دلکو جنبش
جھاڑی سے مکان کے پیچھے چھپکر | زینب کو وہ دیکھتا تھا اکثر
پھرون بہین جو کہ تھی ٹہلتی | رُوتی تھی کبھی کبھی سنبھلتی
سنتی تھی قدم کی جب وہ آہٹ | آنسو پھر پونچھتی تھی جھٹ پٹ

(۱۴)

آدھی شب تک سحر سے لیکر | پھرتا تھا ادھر ادھر وہ مضطر
آہون سے عیان تھی دلکی حالت | بڑھتی جاتی تھی روز وحشت
دن کی وہ دھوپ رات کی اوس | وہ حسرت و یاس اور افسوس
ان سب کا اثر ہوا یہ مل کر | گھٹنے لگے روح و جسم یکسر

(۱۵)

رخسار وہ دونو گل سے شاداب | صحت کی تھی جن پہ آب اور تاب
تازہ وہ کھلے گلاب کے پھول | بلبل کی نظر تھی جن پہ مبذول
مُرجھائے چلی جو باد صرصر | تھا موسم گل خزان سے بدتر
اس عشق نے خاک مین ملایا | سارا حسن شباب اُس کا

(۱۶)

مان باپ نے دیکھی جب یہ حالت | دونو کے ہوئے حواس رخصت
دن رات مریض عشق کے پاس | بیٹھے روتے تھے وہ بصد یاس
تھا مانگتا باپ اُدھر دعائین | مان لیتی تہی اس طرف بلائین

مرنے کا جو وقت آگیا تھا ہوتا ہی نہ تھا اثر دعا کا

(۱۸)

غش سے جو مریض عشق چونکا بولا کہ یہی ہے اب تمنا
سب کو میرے پاس سے اٹھا دو صورت اس کی مجھے دکھا دو
ہے ہجر میں جسکے جان جاتی یہ موت نہ آتی گر وہ آتی
ہونے کو ہیں بند اب یہ آنکھیں حسرت ہے کہ اک نظر ہی دیکھیں

(۱۹)

افسوس اُس وقت آئی زینب جب کام تمام ہو چکا سب
دست نازک سے اسنے چھو کر دیکھا تو بدن ہے سرد یکسر
باران کا بند ہا یہ چشم سے تار ڈوبے اشکوں میں دو نو رخسار
اُس زرد گلاب پر بھی پیہم آنسو گرتے تھے مثل شبنم

(۲۰)

بے تابی دل تھی کھینچ لائی ماں باپ سے تھی وہ چھپکر آئی
لیکن تھی اُسے یہ فکر ہر دم کر دے نہ بہن پدر کو برہم
بے درد بہت وہ باپ ظالم! تھا غیظ و غضب کا جو کے خادم
سن لے جو کہیں گئی ہے باہر جینا چھوڑے نہ اُس کو دم بھر

(۲۱)

یہ سوچ کے گھر پھری وہ روتی سر پیٹتی اور جان کھوتی
آنکھوں کے تلے وہی تھا بیمار تھے زرد گلاب جس کے رخسار

تھا دل پہ جو رنج و خوف طاری — ہر ایک قدم تھا اُس کو بھاری

تاریک وہ رات راہ سنسان — دو نو جانب کھنڈر وہ ویران

پر خوف وہ الوؤں کی آواز — ماتم کا بجا رہے تھے جو ساز

(۲۲)

دل میں اسکے جو درد و غم تھا — پڑھتا ہر ہر قدم پہ دم تھا

اس درجہ خیال تھا پریشان — وہمی شکلیں تھیں سب نمایان

ہر ایک شجر حجر کے پیچھے — جھاڑی۔ دیوار۔ در کے پیچھے

آتا تھا چھپا نظر وہ دلدار — کرتا ہوا آہ و نالہ ہر بار

(۲۳)

اوہام کا پر خطر وہ وادی! — ہے جس میں ہر اک بلا خیالی

جس سے ہے گذرنا سخت مشکل — شیروں کے بھی چھوٹ جاتے ہیں دل

گذری وہ یہاں سے تھر تھراتی — ہر ایک قدم پہ خوف کھاتی

ہر سمت سے آتی تھی یہی آواز — "دم توڑ چکا ہے تیرا ہمساز"

(۲۴)

پہنچی جب کانپتی وہ گھر میں — غش کھا کے گری مکان کو در میں

بیٹی کی یہ دیکھتے ہی حالت — ماں کو ہوئی اک عجیب حیرت

پانی کو چھڑک کے منہ پہ بولی — کیوں پڑ گئی زرد شکل بھولی

صدمہ ہو کوئی تو منہ سے بولو — آنکھیں اپنی ذرا تو کھولو

(۲۵)

غش سے جو چونکی ذرا وہ ناشاد　　بولی کہ فلک تیرے کی ہے بیداد
اماں وہ جہان سے سدھارا　　تھا مجکو جو جان سے بھی پیارا
دیکھوں گی نہ اب کبھی وہ صورت　　تھی ایک فرشتہ کی وہ مورت
تھی مجھ سے تو اس کو پاک الفت　　اللہ کرے نصیب جنت

(۳۶)

اماں میرے دل میں ہے بہت درد　　ہوتے جاتے ہیں دست و پا سرد
سینہ میں دل دھڑک رہا ہے　　مرغ بسمل پھڑک رہا ہے
یہ کہکے ہوئی جو پھر وہ خاموش　　مادر کے اوڑ گئے یہ دیکھ کر ہوش
سمجھی کہ یہ اب نہیں سنبھلتی　　رنگت ہر آن ہے بدلتی

(۳۷)

زینب نے بھری جو کانپ کر آہ　　نکلی پھر تن سے روح ناگاہ
گوری گردن کا پھر تو منکا　　ڈھلتے ہی ہوا بدن بھی ٹھنڈا
یہ دیکھکے ماں نے چیخ ماری　　صدمہ سے ہوا غش اُس پہ طاری
رونے کا اوٹھا جو شور یکبار　　پیدا ہوئے حشر کے پھر آثار

(۳۸)

کرتے گر عقد اُن کا باہم　　ہوتی نہ محبت اُن میں پھر کم
افسوس یہ ناگوار رسمیں　　ہیں ہند کے لوگ جنکے بس میں
قید دائم وہ سخت پردا　　فرضی وحیا کا ناز بیجا
ہیں سب یہ نتیجہ جہالت　　رکھ یاد محب کی یہ نصیحت

خواہش

خواہش یہی دل میں ایک ہو رب | عزلت میں کٹے یہ زندگی اب
ہو دامن کوہ بستر اپنا | سر پر ہو گھنے شجر کا سایا
سبزے کا بچھا ہو فرش مخمل | پھولوں میں بسا ہوا ہو جنگل
گرتا پڑتا مثال مے خوار | ہو آب رواں میان کہسار
وہ شہد کی مکھیوں کی آواز | قرباں ہو جس پہ مطرب و ساز
رہنے کو ذرا سی جھوپڑی ہو | سونے کو چٹائی بھی پڑی ہو
پدّا چھپر میں کوئی آ کے | رہنے لگے گھونسلا بنا کے
بیٹھے سر بار اولتی پہ | کرتا ہوا چہچہے برابر
بھولا بھٹکا ہوا کوئی گر | آ جائے تو اُس کا ہو یہی گھر
مہماں ہو شریک ماحضر ہو | باتوں میں تمام دن بسر ہو
آئیں نہ مگر یہ اہل دُنیا | اغراض پر اپنے ہیں جو شیدا
صورت نہ خدا کبھی دکھائے | پرچھائیں سے ان کی اب بچائے
جنگل کے درندے ان سے بہتر | اُن سے تو ہے ایک اِن ہی سو ڈر

خواہش ہو محب کی اب یہ پوری
تجھ سے تو ہو قرب سب سے دوری

قبرستان کی سیر

(۱)

ایک دن میں صبح کو گھر سے چلا — راستے میں ایک گورستان ملا
جی میں آیا کیجئے کچھ اسکی سیر — ہیں یہاں اپنے بھی سوتے اور غیر
ہے یہ وہ شہر خموشان جس میں اب — جمع ہیں زندیق - مومن - رند سب
عشق و حرص و کینہ و بغض و حسد — اختلاف مذہب و ملت کی کد
ان کی راحت میں نہیں کوئی مخل — ہے تمام آلائشوں سے پاک دل

(۲)

میرے دل میں آرہے تھے یہ خیال — اور ان کی بیکسی کا تھا ملال
ساتھ میرے تھا جو لڑکا خورد سال — قابل دید اس کا تھا اسوقت حال
دوڑتا - ہنستا - اچھلتا - کودتا — پھر رہا تھا مرقدوں میں جابجا
میں تو آہستہ اٹھاتا تھا قدم — وہ چھلانگیں مارتا تھا دم بدم

(۳)

دیکھ کر میں نے یہ بچے سے کہا — بیٹھ چپ بیٹا! یہ تو کرتا ہے کیا
مرقدوں پر کودتا پھرتا ہے تو — پاؤں گر پھسلا تو پھر گرتا ہے تو
خفتگان قبر میں یہ شور غل! — شاد گورستان میں ہے تو مثل گل
قہقہے تیرے یہ تیرا کھیل کود! — ان مزاروں میں جو ہیں جائے درود
نامناسب ہیں یہ تیری حرکتیں — ہیں یہاں اچھی نہیں یہ جرأتیں

(۴)

پاس میرے آگیا وہ دوڑ کر — چپ ہوا پھر کھیل دم بھر چھوڑ کر
ایک لحظہ تک زبان تھی اسکی بند — پھر ہوا تھی سب نصیحت اور پند

پھر ہوئی دل میں خوشی جو موج زن چوکڑی بھرنے لگا جیسے ہرن
چھوٹے بچوں کی طبیعت یہ مزاج جس پہ قربان کیجئے دنیا کا راج !
جز خوشی دل میں نہیں کچھ انکے غم اور ناخوش بھی ہوئے تو ایکدم
چھوڑ کر انگلی لگا پھر دوڑنے کھیلنے یا پھول پتے توڑنے

(۵)

منع بچوں نے نہیں اسکو کیا عقل و فطرت کا یہی تھا مقتضیٰ
عقل میں میری ہوا پھر انقلاب بعد طوفان جس طرح ہو صاف آب
جب رخ فطرت پہ کی میں نے نظر کھل گئی چشم بصیرت سر بسر
ایک دم دیتی ہے جو فطرت سبق وہ نہیں دیتے کتابوں کے ورق

(۶)

عقل نے دی بڑھکے یہ مجکو صدا غم نہیں مردوں کا فطرت کو ذرا
ان مزاروں پر جو ہے اونچا فلک رنگ ماتم کی نہیں اس میں جھلک
خوش نظر آتا ہے ہر جا آسمان کوئی گورستان ہو یا گلستان
نیلگوں یہ شامیانہ ہے بجا ایک سان خوش رنگ ہے اور خوشنما

(۷)

خوشنما وہ ابر کے ٹکڑے سفید آسمان میں جو نہیں یکجا ہیں قید
کس خوشی سے آتے جاتے ہیں مدام سوگ سے مردوں کے انکو کیا ہے کام
جو شعاع مہر پڑتی ہیں یہاں ان میں بھی غم کا نہیں کوئی نشان
ایک سان ان کی یہاں بھی ہے چمک قبر کے سبزے پہ رنگوں کی جھلک

(۸)

دیکھ وہ اک قبر کہنہ ہے وہان — مٹ گیا ہے جسکی تربت کا نشان
پڑ گئے ہین غار جس مین جا بجا — ہے سرہانے جسکے پتھر اک کھڑا
اس مین سوتا ہے پڑا بیکس کوئی — انقلاب دہر سے بے بس کوئی
اس لحد سے جھانکتے ہین کچھ شجر — پھول ان کے بھی ہین سب شاداب و تر
آسمان کو دیکھتے ہین سب یہ پھول — شاد ہین چہرے نہین انکے ملول

(۹)

چیلین منڈلاتی ہین گورستان پر — اور کوے بھی یہان کے ہین نڈر
وہ نہین یان سے گذرتے جلد تر — بے ضرر مردون سے ان کو کیا ضرر
دیکھ وہ چھوٹی سی چڑیا قبر پر — کسطرح بیٹھی ہے بے خوف و خطر
کس خوشی سے کر رہی ہے چہچہے — جن کو مردے بھی ہین شاید سن رہے

(۱۰)

گر یہ ہوتا مقصد فطرت کہ ہم — سوگ مین مردون کے ہون مصروف غم
روئین پیٹین سینہ کوٹین بار بار — اور چھوڑین زندگی کے کاروبار
تو خدا کرتا نہ پھر پیدا یہ نور — جس مین دایم زندگی کا ہے ظہور
اور یون بچون کے دل مین یہ خوشی — موجزن ہوتی نہ پھر از خود کبھی

(۱۱)

یہ رخ پر نور فطرت یہ بہار — یہ خوشی بچون کی از خود بار بار
پھول یہ ہنس مکھ یہ رنگ آسمان — یہ نواسنجی مرغ بوستان

دے رہے ہیں یہ گواہی سب کے سب سب فنا ہیں اور باقی ذات رب

زندگی میں خوش رہو ہر دم محب
اور چھوڑ و فانیوں کا غم محب

سوچ سمجھکر چلو اور اندھی تقلید کو چھوڑ دو

(۱)

سوچو سوچو نہ سوچنے سے ڈرو کچھ نہ اظہار حق سے خوف کرو
لوگ دھمکائیں پر نہ تم مانو فرض اظہار امر حق جانو

(۲)

ریت رسموں کے تم نہ ہو پابند قوم کو جن سے پہنچتا ہو گزند
چھوڑ دو سب وے دھرم کی بری ریتیں نہ پڑو ان بلاؤں کے بس میں

(۳)

تم کرو اپنی عقل سے سب کام اور تقلید کا نہ لو تم نام
دانش و عقل ہے وہ جوہر فرد رو برو جس کے آب گوہر گرد
یہ دُر بے بہا ہے جسکے پاس کب وہ چھوتا ہے گوہر و الماس

(۴)

جس کو تم جانتے ہو راہ خطا کب قدم مارنا ہے اس میں روا
بھیڑیا چال تم کبھی نہ چلو آنکھیں رکھ کر نہ باؤلی میں گرو
عقل کو رہنما بناؤ تم راہ تقلید پر نہ جاؤ تم

عقل جسکو بجا کہے وہ کرو ۔ سوچ کر ہر قدم پہ پاؤں دہرو
عقل کی راہ پر چلے جاؤ ۔ ٹھوکریں جا بجا نہ تم کھاؤ

(۵)

پوری قوت سے تم کرو ہر کام ۔ تاکہ حاصل ہو کام کا انجام
خدمت قوم فرض ہے سب پر ۔ تم بھی باندھو محب کمر کس کر

آدمی کو کام کرنا چاہیے

(۱)

زندگانی نہیں ہے وہم و خیال ۔ آخر اس کا بھی تو کوئی ہے مآل
مردہ وہ زندہ ہے جو ہے بیکار ۔ چوب ہے وہ شجر جو لائے نہ بار

(۲)

زال دنیا ہے ظاہرا خوش رو ۔ اور باطن میں ہے بے وفا بدخو
دھوکا کھاتے ہیں اس سے عقل و حواس ۔ اسکی الفت کا پھل ہے حسرت و یاس

(۳)

روح باقی نہ جسم قائم ہے ۔ ذات حق ایک حی دائم ہے
قبر انسان کی ہے جائے قرار ۔ دوڑ اوس کی فقط ہے تابہ مزار
غیر فانی ہے مادہ لیکن ۔ ہے عدم جس کا محض ناممکن
خاک سے جو بنا وہ ہوگا خاک ۔ مادہ کو نہیں ہے اس سے باک

(۴)

غایت زندگی نہیں ہے عیش — اور نہ مقصود عمر عشرت و عیش
ہے اگر زندگی کا یہ مقصد — رہو مشغول کار تا بہ لحد
تاکہ تم آج سے ہو کل بہتر — شجر عمر لائے برگ و ثمر
تاکہ ہوں مستقل ارادے — دور ہو جائے پستی و ذلت

(۵)

ہے رہ علم سخت دور و دراز — مشکل انجام سہل ہے آغاز
وقت جاتا ہے اس طرح سے گزر — جیسے گلشن سے گزرے باد سحر
عمر کوتاہ حرص طول و طویل — ہر گھڑی بج رہا ہے کوس رحیل
راستے میں نہ رہ جا [illegible] — مرگ نزدیک اور دور وطن

(۶)

کر نہ اس رزم گاہ میں ہمت پست — لڑ تو نفس لعین سے دست بدست
خوف سے بھاگ تو نہ مثل وحوش — سامنے ہوں اگرچہ لاکھ جیوش
فتح میدان زندگی کر تو — بزدلانہ نہ بھاگ کر مر تو
رزم دنیا کا جیت لے میدان — تاکہ رہ جائے تیرا نام و نشان

(۷)

کیا بھروسہ ہے زندگی کا کل — خوشنما گو ہوں باغ ہائے امل
کر نہ تو اعتبار آئندہ — نفس بد خو کا ہو نہ تو بندہ
وقت مردہ ہے جو گزرتا ہے — وقت بھی جیتا اور مرتا ہے

(۸)

زندہ اوقات میں کرو کچھ کام — خون کرنا ہے وقت کا بھی حرام
تم بھروسہ کرو خدا پہ فقط — جز خدا آسرا ہے سب کا غلط
صبر و محنت سے کوئی کام کرو — زندگانی میں کچھ تو نام کرو

(۹)

اچھے لوگوں کے تذکرے سنکر — دل پہ ہوتا ہے واقعی یہ اثر
کہ کریں ہم بھی کوئی اچھا کام — چھوڑ جائیں جہاں میں اپنا نام
کوچ ہوگا ہمارا تو اک دن — چھوڑ جائیں گے نقش پا لیکن
ہوگا سنگ نشاں یہ نقش قدم — رہنما ہے مسافران عدم
کوئی گم گشتہ مضطرب خستہ — دیکھ کر اس کو پائے گا رستہ
اس سے ڈھونڈیگا راہ کا وہ سراغ — نقش پا ہوگا راستہ کا چراغ
راہرو کی بندھائے گا ہمت — آگے بڑھنے کی ہوگی پھر جرأت

(۱۰)

چست بازو ہو کر اٹھو یارو — اسقدر ہمتیں نہ تم ہارو
اپنی حالت کو کچھ درست کرو — بے زبانوں کی طرح تم نہ مرو
قوم کا بھی کرو مگر کچھ کام — زندگانی کا ہے یہی انجام

اے محب تو بھی قوم پر ہوشار
نوع انساں کا گر تو ہے غمخوار

رات

رات ہے وقت راحت و آرام — شام لاتی ہے خواب کا پیغام
حرکت کے ہے بعد عیش سکون — نشۂ رمی سے لطف ہے یہ فزون
وہ بچھونے پہ لیٹنا تھک کر — کیا ہی دیتا ہے لطف تا بہ سحر
سر کے نیچے وہ گد گدا تکیہ — زانوئے حور سے بھی نرم سوا
بخشتا ہے وہ روح کو فرحت — مسند جم کو اس سے کیا نسبت

وہ تھکے ماندے دن کے عضو بدن
نرم گدے پہ پھیلا کر ہیں مگن

رات ہے خواب دیکھنے کا وقت — نقش بر آب دیکھنے کا وقت
یاد آتے ہیں واقعات کہن — گہہ خوشی اور گاہ رنج و محن
نظر آتی ہیں وہمی تصویریں — یہ تخیل کی سب ہیں تحریریں
عالم خواب اور بیداری — مستی و غفلت اور ہوشیاری
دونو حیرت فزا ہیں ایک طلسم — حالتیں مختلف ہیں ایک ہی جسم

خواب بھی ہے عجیب سرِّ خدا
بھید اسکا نہیں کسی پہ کھلا

رات ہے وقت کاروبار دماغ — ظلمت جہل میں ہے علم چراغ
ہے یہی موسم زراعت علم — جمع ہوتی ہے جس میں دولت علم
علم کے وہ خزائن مدفون — کھودنے میں پسینہ جنکے ہی خون

کتب درسیہ مین سب ہین پڑے　　ہیرے کاغذ کی کان ہین ہین گڑے
ہاتھ آتے ہین جن کے یہ گوہر　　وہ ہین شاہان عصر سے بہتر

ہیچ ہے اسکے سامنے دولت
علم و فن کی ہے ہر جگہ عزت

رات ہے وقت گریہ و زاری　　ہے ہر اک پل پہاڑ سے بھاری
واقعات گذشتہ صورت حال　　آتے ہین روبرو سے چشم خیال
یاد آتے ہین بھولے رنج و محن　　تازہ ہوتے ہین داغہائے کہن
بچھڑے فرزند و خویش و یار شفیق　　ہین تصور کے راستا ہی کو رفیق
ساتھ لاتے ہین اپنے تحفۂ رنج　　دل کو دیتے ہین نذر اشک کا گنج

روتا پچھلے پہر وہ بیوہ کا
دل پہ نشتر لگاتا ہے بخدا

رات ہے وقت دید جلوۂ یار　　جان پروانہ شمع پر ہے نثار
کوئی فرقت نصیب تا بہ سحر　　تارے گنتا ہے صحن مین آکر
کوئی تکتا ہے لیٹا بستر پر　　یاد دلبر مین بھرون روئے قمر
ہین کسی کے جو کان آہٹ پر　　ٹکٹکی باندھے دیکھتا ہے در
بزم عشرت مین کوئی ماہ جبین　　دیکھتا رقص ہے بصد تمکین
کوئی تکتا ہے چہرۂ بیمار　　ہاتھ دھرتا ہی نبض پر ہر بار

کوئی میت کے پاس بیٹھا ہے
سر جھکائے اداس بیٹھا ہے

رات ہے وقت فکر و غور جہات کھلتے ہیں معرفت کے سر نہان

اہل دل کی یہی تو ہے معراج عقل اول کی ہے یہی سرتاج

روح جاتی ہے تا بہ چرخ بریں دم میں آتی ہے پھر برو سے زمیں

دل جو ہوتا ہے زنگ حرص سے پاک نظر آتے ہیں اس میں تو افلاک

مثل فوٹوگراف عکس سما دل کے آئینہ میں ہے جلوہ نما

ایک آئینہ میں ہیں دو عالم

ہے وجود اسطرف ادھر ہی عدم

رات ہے وقت غور آمد و صرف جانچتے ہیں حساب حرف بحرف

آمد و خرچ اور سود و زیان بہی کھاتے میں لکھتے ہیں ہر آن

دیکھتے جو نہیں حساب و کتاب انکا ہوتا ہے کار و بار خراب

دل سے لیتے ہیں اہل دل بھی حساب جانچتے ہیں عمل کی روز کتاب

چوریاں نفس کی جو پاتے ہیں غیض سے پیچ و تاب کھاتے ہیں

ڈانٹتے ہیں وہ نفس کو ہر بار

تا نہ بگڑے عمل کا کار و بار

رات ہے وقت رخصت آخر جو ہے دنیا کی کلفت آخر

وقت رحلت جو آگیا ہے قریب جمع ہیں گرد سب عزیز و قریب

روتے ہیں دیکھ دیکھ کر صورت سب پہ طاری ہے جانکنی کی حالت

روح کرتی ہے رخصتی جو سلام گھر میں مچتا ہے پھر تو اک کہرام

پھر نہیں دیکھتی وہ پھر کے ذرا اوسکو رونے کی کچھ نہیں پروا

چھوٹ جاتے ہین سب محب و عدو
ساتھ جاتے ہین کار ہائے نیکو

فرشتے کی سرگوشیان

وہ شب ہجر وہ غم فرقت
ہو کا عالم وہ ہر طرف وحشت

وہ سیدم وہ ہوا کا جوش و خروش
ہین ہوا جس سے آندھیون کے بھی ہوش

بیٹھی ہے اک مکان مین ایک حسین
متفکر شکستہ دل غمگین

رخ پہ پڑتا ہے جبکہ شمع کا نور
نظر آتا ہے صاف جلوۂ طور

اشک جاری ہین لب پہ ہے یہ فغان
"پیارے جعفر! جہاد پر ہو کہان

ہو سمندر مین یا کہ میدان مین
خیمہ مین رن مین یا کہ زندان مین

خیر سے لائے گھر تمہین اللہ
مانگتی ہون دعا یہ شام و پگاہ"

یاد شوہر مین روتی جاتی ہے
اور موتی پروتی جاتی ہے

گوندھتی ہے جو موتیون کا وہ ہار
در انجم ہین ہر لڑی پہ نثار

ایک بچہ حسین و مہ پارہ
جس سے روشن ہے سارا گہوارہ

خواب راحت مین سو رہا ہے پڑا
دل مین خوش ہے سپنے ہو رہا ہے بڑا

ننھے ہونٹون پہ مسکراہٹ ہے
رخ روشن پہ جگمگاہٹ ہے

مان یہ کہتی ہے بوسے لے لے کر
"اے مرے خندہ رو حسین پسر

جانتی ہون فرشتگان خدا
تیری کرتے ہین حفاظت مین سدا

تجھ سے کرتے ہین کانا پھوسی یہ — ان سے کرا لیتا ذرا سی یہ
ہون میرے باپ کے بھی وہ نگران — بجز ہین ہو کے بر سر میدان

تو تو سوتا ہے پر وہ ہین بیدار — دشمنون سے تیرے وہ ہین ہشیار
ہے یہ دنیا مصیبتون کا مکان — جمع ہین اس مین لاکھون ہی شیطان
پر کسی کی نہین ہے یہ طاقت — کہ بلا حکم رب کرے حرکت
کر دعا یہ اسی خدا سے تو — کہ بچا اوسکو ہر بلا سے تو"

شب ہجران کی پھر ہوئی جو سحر — نور کے تڑکے جعفر آیا گھر
دیکھتے ہی اوسے وہ ماہ لقا — ہکا بکا کھڑی رہی اک جا
آنسو مارے خوشی کے بہنے لگے — حال دل طفل اشک کہنے لگے
شادی مرگ ہے جو وصل حبیب — عاشقون کو نہین ہے عیش نصیب
راحت قلب جوش مین ہے کہان — اس پہ قربان جہان کی خوشیان
اپنے بچے کو پھر لگا کے گلے — "بولی بابا تمھارے تم سے ملے
جانتی تھی ملک اوترتے ہین — تجھ سے سرگوشیان وہ کرتی ہین

باپ سے بڑھ کے مہربان ہے خدا
کیون نہ بچون کی پھر سنے وہ دعا"

غلطنامہ دیوان محب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۲	۱۱	”	جو غنچہ
۳۳	۲	دکھیں	دیکھہ
”	۱۳	اسپکے	اسکے
۴۰	۱۱	دیکھیے	دیکھیئے
۴۳	۹	نز	نہ
۴۴	۷	لون	دلون
۵۰	۳	منصبور	منصور
”	۱۸	یہ	×
۵۲	۴	خاکی	خالی
۶۰	۱۵	برملا	ہرملا
۶۱	۷	بیٹھکر جو صورت نقش قدم اٹھتا نہیں	بیٹھکر صورت نقش قدم اٹھتا نہیں
۶۴	۱۸	اٹھنے	اُٹھتے
”	۱۹	بہان	جہان
۶۹	۱۸	ہ	وہ
۷۱	۷	کھٹکر	گھٹکر
۷۵	۷	تصدق آپکے پہ جاں نثار ہو کرنہ ہو	تصدق آپ پہ جاں نثار ہو کرنہ ہو
۸۰	۱۱	تینتیس	تقتیش
۸۲	۴	قانی	لسانی
۸۲	۹	عید و قربان	عید قربان
”	۱۹	ارہان	ابلہان
۸۴	۱۱	ایک	اک
۸۵	۲	اک	ایک
”	۳	ہیش ،	+
۹۲	۱۹	وہ	دو
۱۴۲	۱۳	عوض	حوض

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۸	۱۷	کا	گا
۱۱۸	۴	جل	اجل
۱۲۲	۹	شکرے	شکوے
”	۱۴	جیواؤنکے	جیوانونکے
۱۲۳	۶	نولاد	فولاد
”	۱۶	شیر	تیر
۱۲۴	۹	شمسیر	شمشیر
۱۲۷	۱۶	چرہا	چڑہا
۱۳۴	۵	ور	خوسلے
”	۱۴	پرایا ا	پر لماسے
۱۳۵	۵	رنگ جانفزا	رنگ ولوسے جانفزا
۱۳۸	۴	ڈوبتے	ڈوبنے
”	۱۵	دالی	ڈالی
۱۴۱	۱۷	چھپیے	چھپنے
۱۴۲	۷	بچھی	بچھی
۱۴۳	۱	ہر	+
۱۴۷	۱۰	سبز	سبزہ
۱۴۹	۶	تہین	نہین
۱۵۳	۸	اخبار	اخیار
۱۵۵	۵	صناحت	صناعت
۱۶۰	۱۸	تری	تیری
۱۶۱	۱۸	فرضی وحیا	فرضی وہ حیا
۱۸۰	۹	نقش پرآب	نقش برآب
۱۲۰	۱۹	×	[illegible]